کتاب شہادت (جلد 3) صفحہ 1465 تا 1661

کتاب شہادت

١٣٦٥
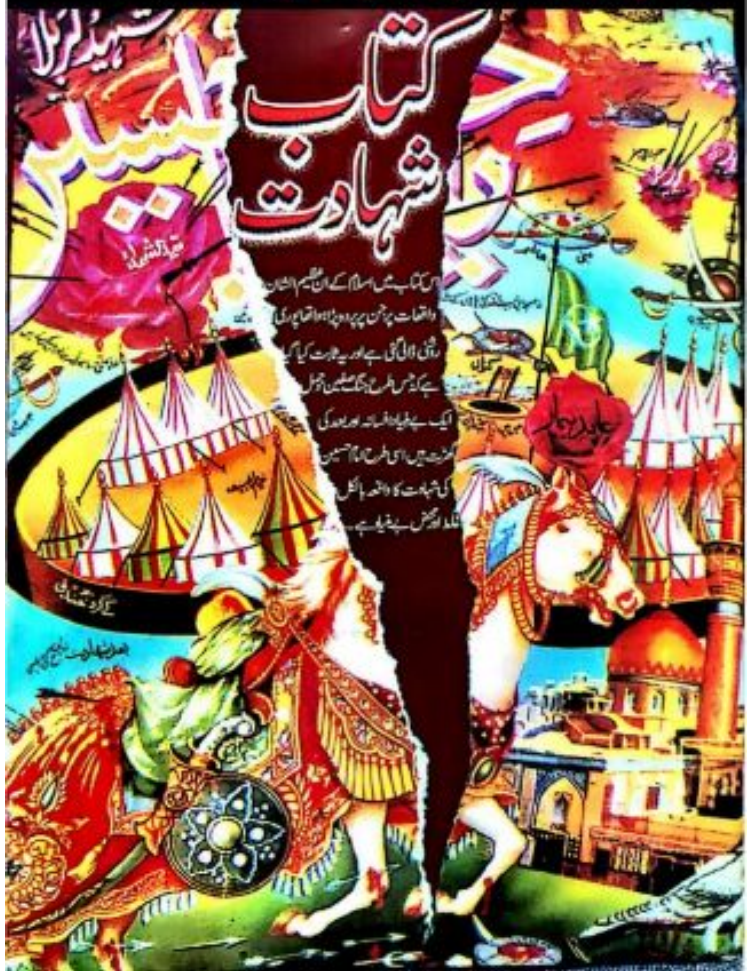
يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (سورۂ انفال ع ۱)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنی باتوں سے ثابت کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق ثابت کردے اور باطل کو مٹادے اور اگرچہ (اس سے) گنہگار ناخوش ہوں۔

کتاب شہادت

اس کتاب میں اسلام کے ان عظیم الشان واقعات، جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، ان پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح جنگ صفین و جمل ایک بے بنیاد افسانہ اور بعد کی گھڑت ہیں اسی طرح امام حسین کی شہادت کا واقعہ بالکل غلط اور محض بے بنیاد ہے

پہلی جلد

مصنفہ

مرزا حیرت دہلوی

کرزن پریس دہلی انڈیا المطبوعہ ۱۳۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد

حمد سوائے اس ذات وحدہ لاشریک کے اور کس کی ہو سکتی ہے جس نے اسلام جیسا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نبی دنیا میں بھیجا۔ ایسا دین جس نے باطل معبودوں کی پرستش سے انسانی شرافت کو ذلیل نہیں ہونے دیا اور ایسا نبی جس نے مساوات کا مختلف الحال لوگوں میں ایسا جذبہ پیدا کیا کہ سب کو برابر کا بھائی بنا دیا۔ جس نے اسلام اور انصاف کے آگے رشتہ داری اور قومیت کی بیخ کو اڑا کے سب کو ایک ضابطہ میں کر دیا۔ وہ تفاخر جو بڑے آدمی کی رشتہ داری پر زمانہ قدیم سے چلا آتا تھا بالکل مٹا دیا۔ مساوات اور انصاف کو یہاں تک رواج دیا کہ قانون دین کی نظر میں فاطمہ بنت محمد ﷺ اور ایک بدوی عورت میں کچھ فرق نظر نہیں آیا۔ حمد اور کس کی ہو سکتی ہے کون کائنات کو بنا سکتا ہے اور کائنات کا لب لباب انسان پیدا کر سکتا ہے اسی کی حمد مجھے زیبا ہے جس نے کل مخلوق میں آدم کو شرف بخشا اسی طرح کل ادیان میں اسلام کو عزت دی اور اس عزت کو ایسا نمایاں کیا کہ دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا اس نورانی چاند کا مکھڑا دیکھتے ہی عالم کا عالم اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور چپ و راست سے یہ صدا آنے لگی۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

انسانی خود غرضیوں، خیال آفرینیوں اور مشیخت سے غلامی اور وہ بھی ذلیل ترین غلامی کے جو بندھن انسانی رگ و پے میں ہوا و ہوس کے بندوں نے باندھ دیئے تھے اس رحمت الٰہی یعنی دین اسلام نے سب کو توڑ دیا۔ ہر انسان کو آزاد کر دیا اور اس کا شرف یہاں تک بڑھایا کہ اپنے قدسیوں سے اسے بلا امتیاز سجدہ کرا دیا کائنات کے ذرے ذرے نے اس کی شرافت کی شہادت دی اور اس سرے سے اس سرے تک خلا اور غیر خلا میں یہ صدا بلند ہوئی۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

سوائے اس ذات پاک کے ایک انسان دوسرے کی حمد کیونکر کر سکتا ہے جس نے اسے دوسری مخلوقات پر شرف ہی نہیں بخشا بلکہ آزادی کا ایک ایسا لعل شب چراغ اسے عنایت کیا جس کی قیمت وہی جانتا ہے جو اس لعل شب چراغ کو اپنے کام میں لاتا ہے وہ لعل شب چراغ دین اسلام ہے جس میں نہ فرشتوں کی پرستش ہے نہ دیوی دیوتاؤں کی نہ آسمان کی نہ زمین کی نہ چاند سورج کی نہ

Scanned with CamScanner

ولی کی نہ شہید کی نہ نبی کی ہر انسانی سر کو غیر اللہ کے آگے جھکنے سے اور ہر گھٹنے کو غیر اللہ کے حضور خم ہونے
سے ہمیشہ کے لئے آزادی دیدی اور ایسی آزادی جس کی نظیر کسی قانون میں کسی مذہب میں اور کسی
ملک میں آج تک نہیں مل سکی اسی طرح دین اسلام کے ارکان کے ادا کرنے کی بھی اتنی بڑی آزادی
عنایت کی کہ دوسرے اہل مذاہب کو اس کا عشر عشیر بھی میسر نہیں ہے مثلاً ایک شخص اس پر مجبور نہیں کیا گیا
ہے کہ نماز مسجد ہی میں ہی جا کے پڑھے وہ ہر جگہ دوگانہ نماز ادا کر سکتا ہے اور اسے بالکل آزادی ہے نماز
کے لئے نہ اسے کسی امام کی ضرورت ہے اور نہ کسی پیشوا کی وہ آپ ہی اپنا امام اور آپ ہی اپنا پیشوا بن
سکتا ہے کسی خاص لباس کسی خاص سامان اور کسی خاص مکان کی ادائیگی نماز کے لئے اسے حاجت نہیں
ہے صرف ایک پاک اور متوجہ دل کی ضرورت ہے اور بس اسکے غمی اور شادی کی تقریبات بالکل اسی
کے ہاتھ میں ہیں اسے نکاح میں نہ قاضی کی ضرورت ہے نہ کسی مولوی کی صرف دو گواہ ایجاب وقبول
کے اس کے لئے بس ہیں اسی طرح کسی مردے کی تجہیز وتکفین میں نہ کسی ملا کی ضرورت ہے نہ امام کی
وہ خود ہی اپنے مردے کو نہلا سکتا ہے خود ہی کفنا سکتا ہے اور خود ہی دفن کر سکتا ایسی حالت میں شریعت
اس سے کچھ باز پرس نہیں کرتی کہ ہر ایک شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار بنایا گیا ہے کسی کے نیک
وبد اعمال کا سوال دوسرے شخص سے نہیں کیا جائے گا جب ہر شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہوگا تو پھر
اسے دوسرے کی پرستش کی کیا ضرورت ہے اگر کوئی شہید ہے تو اپنے لئے ہے اگر کوئی ولی ہے اپنے
لئے ہے اسے کسی سے کچھ تعلق نہیں ہے غیر معبودوں کے ساتھ اس کے تعلقات اسی لمحے سے قطع ہو
چکے جس لمحے کہ منظر سے دین حق کی صدا بلند ہوئی تھی اور جسے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں کیا کسی
انسان کا زہرہ ہے کہ وہ سوائے اس آ اللہ کے لایزال ہے کہ جس نے اپنی اشرف المخلوقات یعنی
انسان کے دوسروں کے تعلقات قطع کر کے اپنے ساتھ جوڑے لئے کسی دوسرے کی حمد کرے یقیناً اور
بلاشک میرا دل اپنے پورے جذبات اور توجہ سے اور میرا قلم اپنی پوری قوت اور روانی سے اسی ذات
وحدہ لاشریک کے حمد کرنے کے لئے وقف ہو چکا ہے جتنی اس کی بساط ہے اور جتنی اس کی قوت ہے
اس میں تو شل ہمت ہارے گا اور نہ زور قلم باقی جس طرح انبیاء تک اس کی پوری حمد کرنے میں عاجز
ہیں اسی طرح اس عجز کا اعتراف کرنے میں مجھے بھی کوئی باک نہیں ہے اتنا دل وگردہ کوئی کہاں سے

Scanned with CamScanner

کر کے مختلف سیاروں میں جا بسیں اس وقت بھی آفتاب کی تابانی اور چاند کی خنک نورانی چاندنی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آ سکتا کوئی بد دماغ سے بد دماغ اور جاہل سے جاہل مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین پیدا نہ ہوتے تو کیا دین اسلام میں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کامل ہونے کا دعوے کرتا ہے کسی قسم کی خامی یا خرابی آ سکتی تھی ہرگز نہیں اور کبھی نہیں اگر بدبختی سے کوئی انسان لمحے کے لیے اس کے خلاف خیال بھی کرے تو وہ دین اسلام کی نظر میں یقیناً کشتنی ہے

اس خالق ارض و سما کی کیوں نہ حمد کی جائے جس نے اپنی خاص امانت اپنی مخلوق کو سپرد کی مخلوق کے ایک حصے نے اسے قبول کیا وہ امین اور سر بلند ہو گیا مگر مخلوق کے دوسرے حصے نے اسے قبول نہیں کیا وہ مقہور بارگاہ و مصری رہا قبول کرنے والے کا امین و سر بلند ہونا دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا یعنی بزرگی اور ولایت کی کسی خاص قبیلے اور خاص قوم کا ساتھ تخصیص نہیں رکھی جس نے پاک اور صاف دل سے اللہ کو یاد کیا وہی ولی کامل وہی غوث اور وہی قطب بن گیا جس طرح اس کے کل کاموں میں امتیاز نہیں ہے اسی طرح خاص روحانی معاملے میں بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا آفتاب کی روشنی خواہ شریف ہو یا رذیل امیر ہو یا غریب فقیر ہو یا بادشاہ سب کو برابر پہنچتی ہے نہ گنہگار کا امتیاز ہے نہ بے گناہ کا ولی کا فرق ہے نہ غیر ولی کا اسی طرح بارش قصر شاہی پر بھی ہوتی ہے اور ایک بیوہ کے کلبہ احزان پر بھی خسرو کے چمنستان پر بھی ہوتی ہے اور ایک غریب کسان کے کھیت پر بھی نہ بارش کے پانی کی مقدار میں کوئی فرق ہوتا ہے نہ کیفیت اور ماہیت میں اسی طرح دین اسلام کی ایک روحانی بارش ہے جس نے دنیا کو سیراب کیا اور یکساں سیراب کیا جو زمین قابل تھی وہ بار آور ہو گئی جو ناقابل تھی وہ بنجر رہی۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

اس اللہ تعالیٰ کی حمد جس نے ہدایت اور گمراہی میں فرق پیدا کر دیا ایک انسان کے لئے کیسی سزاوار ہے گویا کہ عین انسانیت ہے کیا اپنے حقیقی محسن اور خالق کے حمد کے الفاظ ورد زبان رکھے اور دلوں پر ان الفاظ کا مفہوم کندہ ہو کس وضاحت سے ہدایت اور گمراہی کو علیحدہ علیحدہ کیا ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل اور کیسا ہی وحشی ہو اچھی طرح پہچان لے کہ یہ گمراہی ہے اور یہ ہدایت ہے۔ مثلاً ایک مقام پر ناقوس بج رہا ہے گھنٹیوں کی آوازیں آ رہی ہیں لوگوں کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے ہیں جھنڈے

ذاتی قدموں سے اوپر چڑھ رہے ہیں۔ ہدایت اور گمراہی کا دیکھنے والا اوپر جا کے یہ سماں آنکھ سے دیکھ
لے گا کہ ایک پتھر کی صورت رکھی ہوئی ہے اس پر پھول ڈالے جا رہے ہیں اس کے منہ سے کھلانے
کے لئے مٹھائی لگائی جا رہی ہے یہ سماں دیکھتے ہی اس کا کلیجہ کانپ جائے گا کہ اشرف المخلوق ایک پتھر
کے آگے سجدہ کرے۔ بیشک یہ ہدایت نہیں ہے۔ اسی طرح ایک گرجا میں جہاں نغمہ اور خوش آوازی کے
ساتھ اللہ کی حمد پڑھی جا رہی ہے اس کا گزر ہوا تو اس نے دیکھا کہ لباس صورتیں اور ظاہری صفائی تو
اچھی ہے مگر وہی اشرف انسان چند عورت و مرد کی تصویروں کے آگے سر بسجود ہے یہاں بھی اسے
ہدایت کا پتہ نہ لگا۔ پھر وہی شخص ایک امام باڑہ میں پہنچا جہاں اسے کاٹ کی بنی ہوئی ضریح کاٹ کا ایک
گھوڑا۔ چاندی کے پنجے دکھائی دیئے دیکھا کہ یہاں بھی وہی کیفیت ہے کہ اشرف انسان ان کے
آگے سجدے کر رہا ہے اور ان پر بوسے دے رہا ہے۔ یہاں بھی اس نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہدایت
کا نام و نشان نہیں ہے۔ اسی طرح مختلف محفلوں میں جا کے کہیں تو یا علی کے نعرے سنتا ہے اور کہیں
یا حسین کی صدائیں اس کے کان میں آتی ہیں اسی طرح دوسری محفلوں میں لوگ اپنے اپنے پیروں کا نام
لے کے پکارتے ہیں۔ ان آوازوں ہی سے وہ اچھی طرح دل نشین کرے گا کہ ہدایت تو یہ نہیں ہو سکتی
ہیں کہ سوائے اللہ کے دوسرے کو جو مر چکا ہے پکارا جائے۔ اب ان سب مقامات کی سیر کرنے کے بعد
اس کا گزر ایک سیدھی سادی مسجد میں ہوا جہاں نہ کوئی تصویر ہے نہ بت ہے کچھ بھی نہیں۔ چند آدمی نماز
پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہے ہیں آنکھوں میں آنسو ہیں آواز تھر تھری ہے نہ آنے
والے کی خبر نہ جانے والے کی اللہ کی طرف اللہ کے بندے پورے رجوع ہیں نہ یہاں علی کا ذکر ہے نہ
حسین کا یہاں ان لوگوں کے حقیقی خالق کا ذکر ہے اور اسی کا وظیفہ ہے ان کا ایک ہی معبود ہے اور یا اسی
کو پکارتے ہیں۔ دیکھنے والے نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ یہ ہدایت ہے بلاشک و شبہ اور اس کے علاوہ
سب گمراہی ہے۔ بس اس سے زیادہ وضاحت ہدایت و گمراہی کی اور کیا ہوگی۔ پکی بات یہ ہے کہ حمد
تو اسی کو شایاں ہے جس نے بتادیا کہ سنت اللہ تبدیل نہیں ہوتی اور ایک انسان جتنی اس کی ہستی ہے اس
سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ عرش کے پایہ کے پاس اسے کھڑا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ فرشتوں کا قصہ
چکانے اور عالم جنات کو قتل کرنے کی وہ اس کرۂ ارض میں پیدا کیا گیا ہے یہاں اس کے کرنے کے

بہت سے کام ہیں۔ یہی سنت اللہ رہی اور اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ انسان سب کچھ بن سکتا ہے
مگر اللہ نہیں بن سکتا۔ یہ راز اسی نے ہمیں بتایا کہ پورا اللہ پرست بندہ یا نبی اور غیر نبی میں اسی طرح
پورا امتیاز کر کے آنکھوں سے دیکھا دیا اس پر بھی بننے کے جھوٹے نبی اور غیر نبی کو نہ پہچان سکیں یا نبی کو
غیر نبی اور غیر نبی کو نبی بنالیں تو ہدایت و گمراہی پہلے ہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ زیادہ وضاحت کی
ضرورت نہیں ہے۔ حمد سوائے اس کے اور کسی کی کسی طرح نہیں ہو سکتی کہ اس نے انسان جیسا ایک عجیب
الخلقت جاندار پیدا کیا جو خود اپنے صانع کی کاری گری کا شاہد ہے اور جس کی رگوں کے جال میں جو
کمال میں چھپا ہوا ہے صدہا تجربے پوشیدہ ہیں اور وہ ایسے تجربے ہیں جن کی پوری کنہ تک کوئی نہ پہنچ
سکا نہ سمجھ سند اثبات قلبی۔

نعت سرور کائنات: کسی کے احسان کو ماننا اس کا ذکر کرنا اور سب سے زیادہ اس کا عملی
احساس یہ یعنی انسانیت اور شرافت کا ایک جوہر ہے اس کرۂ ارض پر لاکھوں مخلوق پیدا ہوئی اور فنا ہو گئی
۔ ہزاروں بادشاہتیں بنیں بگڑیں اور پھر برباد ہو گئیں۔ ہزاروں ہادی، مصلح، پیشوا اور سردار پیدا ہوئے
اور پھر اسی گرد روزگار میں جا ملے جس میں ان سے پہلے اور مخلوق مل چکی تھی۔ مخلوق ہی میں سے کوئی
بادشاہ بنا اور کوئی ہدایت کرنے والا قومی درد رکھنے والوں اور وطن کے محبوں نے بڑے بڑے کام کئے
جن میں سے بعض کے نشانات ابھی تک موجود ہیں مگر زمانے نے اکثر طرف سے لوگوں کی آنکھوں پر
پردہ ڈال دیا اور اب وہ جسم سے ہیولی اور ہیولی سے ایک موہوم صورت بن گئے۔ مگر آج دنیا انہیں بھو
لی ہوئی ہے اس دنیا نے کیا کیا تغیر و تبدل دیکھے کتنی بار اس میں طوفان آئے۔

نوح بھی ان کے آگے پانی بھرے کس قدر بنی نوع انسان برباد ہوئی آدم کی مخلوق پر کتنی کتنی آفتیں
آئیں۔ فطرت کے لاڈلے فرزند کس طرح ذبح کئے گئے اور کس بے دردی سے انسانی خون بہایا گیا۔
پھر کس طرح آبادی بڑھی دنیا باوجود اس آسمانی تشدد اور سختی کے بڑھتی چلی گئی اور آج اس کی ترقی
معراج کمال پر پہنچ گئی ہے۔ یہ ساری باتیں اور یہ ساری تبدیلیاں قدرت کا ایک راز تھا جو ہزاروں
سال گزرنے پر آخر محمد بن عبداللہ کے مبارک لبوں سے نکلا۔ ہزاروں موسیٰ اور ہزاروں عیسیٰ اسی طرح
اور بہت سے پیغمبر گزر گئے جن کے زبانی یا دلی معتقدوں کی تعداد لاکھوں سے گزر کے کروڑوں تک

پہنچی ہوئی ہے مگر سوال یہ ہے کہ ان میں سے کس موسیٰ نے اور کس عیسیٰ نے مخلوق کے ساتھ کیا کیا موسیٰ کی تو تمام عمر محض بنی اسرائیل سے تو تو میں میں کرنے میں اور جنگ وجدل میں مشغول رہنے میں گزر گئی اور انھوں نے گو ایک جدید شریعت کی بنیاد ڈالی مگر ان کا دائرہ ہدایت یا شریعت بنی اسرائیل سے آگے نہ بڑھ سکا بس ان کی قومی بھی اور انسانی خدمات کی یہی کائنات ہے۔ پھر مسیح ابن مریم پیدا ہوئے جنھیں لوگوں نے ان کی ماں کے نام سے پکارا کیونکہ یوسف ان کے والد کی شخصیت معدوم قرار دی گئی جو کچھ انھوں نے تعلیم پائی تھی یہ اسی کے وعظ تھے اور اسی سے جذبات دلی کا ابھار ہوا۔ چونکہ مطلق تعلیم یافتہ نہ تھے اس لئے کوئی نئی شریعت یا نیا قانون بنا نہیں سکتے تھے۔ کئی سال تک وہ اپنے باپ کی دکان میں بسولے کی آوازیں سنتے رہے اور پھر یحییٰ کے وعظوں سے پورے متاثر ہو کے علیحدہ منادی کرنے لگے۔ چونکہ سمجھدار تھے انھوں نے موسیٰ کی شریعت پر گردن جھکا دی اور یہ بھی صاف کہہ دیا کہ میں تو فقط بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو راستہ یا پگڈنڈی پر ڈالنے آیا ہوں اول تو ان کے کچھ کارنامے تھے نہیں اور جو کچھ تھے بھی تو ان پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ دنیا نے فقط ان کا نام یاد رکھا مگر ان کے کاموں کو مطلق بھلا دیا ہاں مسیحی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اللہ کی مخلوق کی اصلاح کی کوئی اعلیٰ تمدن قائم کیا اور عملی طور پر مخلوق اللہ کو شائستگی کی تعلیم دی۔ اب بھی موسیٰ کی و عیسیٰ یا ان جیسے صدہا بلکہ ہزاروں انبیاء کی بعثت سے مخلوق میں کچھ اصلاح نہیں ہوئی۔ جب خودغرض پیشواؤں اور ظالم بادشاہوں نے فطرت کے لاڈلے بچوں یعنی انسانوں کو ذبح کرنا شروع کیا تو غیرت حق کو حرکت ہوئی اللہ وحدہٗ کی رحمت کا ابر آیا۔ جس میں انسانی زندگی کی بجلیاں چمکیں امن کے نقارے بجے۔ مساوات کی بارش ہوئی اور آناً فاناً میں دنیا کا ایک حصہ سیراب ہو گیا یعنی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب مکہ میں پیدا ہوئے۔ بت پرست عورت کے دودھ سے پرورش پائی۔ بت پرست رشتہ داروں میں پلے اور بڑے ہوئے۔ بتوں کے درمیان اپنی عمر کا ابتدائی حصہ بسر کیا کیونکہ کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا ایک ناہموار قوم میں بود و باش رکھی جو جنگلی بھی تھی وحشی اور بیہودہ بھی اور جاہل بھی تھی جس کا کوئی تمدن نہ تھا نہ اسے کسی خارجی تمدن کی ہوا لگی تھی نہ تجارت تھی نہ فلاحت مختلف قبائل اپنا اپنا راگ اور اپنی ڈفلی الگ الگ بجا رہے تھے نہ دنیا کی شائستہ قوموں کے علوم وفنون کی انھیں ہوا لگی تھی نہ انھیں

ایسی باتوں کا کچھ مذاق تھا۔ ہاں اونٹ اور گھوڑے کی محبت اور خاندانی شجاعت کے جذبے نے انھیں اچھا شاعر بنا دیا تھا اور بس۔ مگر جب ان ہی میں سے ایک بچے نے ان ہی کی گودیوں میں اسی آب وہوا میں پرورش پائی اور بڑا ہو کے انھیں اپنی ایک چھنگلیا سے جنبش دی تو وہ چونکتے ہوئے جب چونکے ہو کے چاروں طرف ہکا بکا دیکھنے لگے تو ان ہی کے سامنے اس دوبرے یتیم بچے نے کرۂ ارض کو اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا یعنی کڑکتے ہوئے اور گرجتے ہوئے لہجہ میں کہا میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں اور مجھے عالم کی رحمت بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اس صادق کا یہ قول سچا اترا۔ بال برابر اس میں فرق نہ آیا مقدس فطرت اور اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ اپنے اس دعوے میں ایسا سچا اترا کہ دنیا ستانے میں رہ گئی۔ آپ کی مبارک زندگی کے کارناموں میں ایک کام بھی ایسا نہیں جو دنیا کو حیران وششدر نہ بنا دے ابھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک نوجوان شخص تن تنہا بغیر کسی ساتھی اور مددگار کے ایک بلند جگہ کھڑا ہو اللہ کے دین کی منادی کر رہا ہے۔ مکہ والے یعنی جن میں اس نوجوان نے پرورش پائی تھی ہنس رہے ہیں منہ چڑا رہے ہیں بعض برا بھلا کہہ رہے ہیں جو زیادہ وحشی الطبع تھے وہ منہ پر گالیاں اور کوسنے دے رہے ہیں مگر پلک جھپکتے ہی جو مڑ کے آپ نے دیکھا تو سماں ہی دوسرا نظر آ رہا ہے یہی نوجوان شخص ہے ہزاروں سردار اور سپاہی اس کے آگے جھکے پڑتے ہیں اس کے منہ سے جب کوئی لفظ نکلتا ہے تو کس شوق وذوق سے سنتے ہیں وہ آج مکہ کا خود مختار بادشاہ ہے۔ آس پاس کے قبائل کے سردار اس کی خدمت میں آ آ کے اظہار اطاعت کر رہے ہیں۔ یہ نقشہ دیکھ کے دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے مگر جب اسے اپنی حیرانی سے ہوش آتا ہے تو وہ اور ہی نقشہ دیکھتا ہے یعنی وہ خود تو اپنے متبعین میں موجود نہیں ہے مگر اسکے جانشینوں کے قدموں پر قیصر وکسریٰ کے زرخیز ممالک کی کنجیاں پڑی ہوئی ہیں اس حیرت نما حالت کو دیکھ کے وہ اور بھی سکتہ میں رہ جاتا ہے اور جب سکتہ سے افاقہ پاتا ہے تو اسی نوجوان شخص کے متبعین جسے اس نے ایک دن مکہ میں تن تنہا دیکھا تھا ایشیا، یورپ، افریقہ اور ہندوستان میں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پاتا ہے بڑے بڑے شہنشاہ اس کی حلقہ بگوشی پر فخر کر رہے ہیں اور اسی کے کلمہ پر اپنی دینی اور دنیاوی نجات سمجھتے ہیں۔ اس سے زیادہ روشن اور دائمی تجربے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئے۔ اس کے متبعین اور دوسرے انبیاء وغیرہ کے متبعین میں بعد المشرقین ہے۔ ان کی

مذہبی روح مر چکی ہے اور اس کے پیرواں کی مذہبی روح اسی طرح زندہ ہے۔ اس کے دین میں بھی
ایک خاص معجزہ اور آن بان ہے کہ باوجود سلطنتوں کی بربادی کے بھی دین کی قوت میں فرق نہیں آیا۔ محمد
بن عبداللہ کے دین کو برخلاف دوسرے ادیان کے نہ سلطنت کی حمایت کی ضرورت ہے نہ تلوار اور
روپے کی مدد کی وہ پانی کی رو کی طرح پھیل رہا ہے اگرچہ یورپ کا دروازہ اس پر بند کر دیا گیا ہے مگر
افریقہ اور دوسری ولایتوں کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں ان ممالک میں پوری فتح جب پا
لے گا پھر یقیناً یورپ کی کنجیاں اس کی قدموں میں پڑی ہوئی دکھائی دیں گی ہر مقام پر روپیہ اور تلوار
سے اس کا مقابلہ کیا جا رہا ہے مگر وہ مغلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ حملہ آور خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اس کی
حمایت میں نہ کبھی تلوار اٹھی نہ روپیہ خرچ ہوا وہ فطرت کا ایسا خودرو پودا ہے جو بغیر آب یاری کے بڑھتا
چلا جاتا ہے۔ سلطنتوں کی الٹ پھیر، خاندانوں کی بربادی، خانوادوں کی تباہی، فلسفہ اور سائنس کا زور اور
اس کی روز افزوں ترقی، حیرت انگیز آلات کی ایجاد انسان کا ہوا میں اڑنا اسلام کی ترقی میں مطلق حارج
نہ ہو سکا محمد بن عبداللہ نے جس دین کی تلقین کی وہ دین روز پیدائش سے آج تک سب پر غالب ہوتا
آیا ہے اور اسی طرح کل دنیا کو ایک دن فتح کر کے چھوڑے گا۔ اس غیر معمولی اور پر از معجزہ عظیم الشان
انسان کی جو سچ مچ تمام دنیا کا سچا محسن تھا جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کے احسان سے دنیا کی کوئی
قوم ہرگز محروم نہیں رہی اس وقت دنیا کے چالیس کروڑ انفاس اس کے احسانات کا کھلے الفاظ میں
شکریہ ادا کر رہے ہیں ان کے علاوہ بیسیوں اس کا احسان مانتے اور ماننے کی زبانی اور عملی شہادت دے
رہے ہیں بہت سے سکوت میں ہیں مگر سر ضرور ہلا رہے ہیں کوئی دن جاتا ہے کہ یہ بھی اس کا احسان
مانکے اس کے حلقہ بگوش غلاموں کے حلقہ میں آ جائیں گے۔ یہ بھی اس کا بہت بڑا معجزہ ہے کہ اس کے
متبعین اگرچہ بعض عقاید مختلفہ کی وجہ سے گروہ گروہ بن گئے ہیں مگر اس کا احترام ہر گروہ اور ہر فرقہ میں
جوں کا توں موجود ہے اور وہ سب اس امر پر ایسے متفق ہیں کہ اگر کسی مخالف کی طرف سے اس کی شان
اقدس واطہر میں کچھ بھی سوء ادبی صادر ہو جائے تو یک لخت سب یکساں بھڑک اٹھتے ہیں اور ان میں
یہ بھی مادہ ہے کہ وہ اپنے اس محسن پر جان فدا کرنے کے لئے ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں
ایک روحانی آگ ہے جو تیرہ سو برس ہوئے مکہ میں سلگائی گئی تھی مگر آج تک اس آگ کی تندی جوں

کی قوت موجود ہے چند لفظوں کا ایک کلمہ ہے جس کے ہر ہر حرف میں روحانی آتشی مادہ مضمر ہے جہاں وہ کلمہ زبان سے نکلا رونگٹے رونگٹے میں بجلی دوڑ گئی اور انسان فوراً اپنے پاک جذبات میں دب گیا۔ وہ کلمہ یہ ہے۔ "لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اگرچہ اس عظیم الشان انسان نے اپنی شاندار وجاہت کو پورا محسوس کر لیا تھا مگر پھر بھی وہ جب انبیاء گزشتہ کا ذکر کرتا تھا تو صاف طور پر اپنے متبعین کو منع کر دیتا تھا کہ مجھ میں اور ان میں کچھ فرق نہ کرو حالانکہ پچاس ہزار عیسیٰ اور پچاس ہزار موسیٰ وہ تو اس کے متبعین کے مقابلہ میں بھی کوئی ہستی نہیں رکھتے ایک ابو بکر کل انبیاء کا خلاصہ موجود ہے نہ موسیٰ اس کی برابری کر سکتے ہیں نہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ نے خود اس سے باتیں کیں اور مصیبت و تکلیف میں اس کی تسکین فرمائی اس کا تحمل اس کا صبر اللہ تعالیٰ اور اس کا برگزیدہ بندہ سے اس کا تعشق اس کا ایثار رہا و اللہ میں اپنے کل مال کا تصدق باوجود خلیفہ ہونے کے محنت سے زندگی بسر کرتا اور بیت المال سے ایک پیسہ نہ لیتا اور جب صحابہ کی طرف سے اصرار ہوا تو چند آنوں پر قناعت کرنا فرض دیا نے کیا تو آنکھ کھول کے محمد بن عبداللہ کو کامل اور عظیم الشان انسان دیکھا یا ابو بکر کو اگرچہ جلوہ فاروقی اپنی جگہ پر خوب چمکا اور اس نے بھی بنی اسرائیل کے انبیاء کی بہت سی روشنیوں کو ماند کر دیا مگر ابو بکر کی ذات کچھ اور ہی تھی اس کی زندگی میں اس کا اعزاز ہوا لاکھوں جنگ جو عربوں اور مختلف قبائل نے اس کے آگے گردنیں خم کر دیں جس وقت بیعت لینے کے لئے اس کا ہاتھ اٹھا ہے مخالف و موافق سب نے بخوشی بیعت کر لی سوائے ایک تن واحد کے جو بعد ازاں اپنے کئے پر پشیمان ہو کے آخر حلقہ بگوش بن گیا تھا یہ دنیا کی لاکھوں برس کی کمائی محمد بن عبداللہ ہیں جو مدینہ طیبہ میں تشریف رکھتے ہیں اگرچہ ان کا مقدس جسم ہم سے چھپا ہوا ہے مگر ہر وقت وہ ہمارے ساتھ موجود ہیں۔ جہاں مدینہ کے بازاروں میں کسی نے آواز سے باتیں کیں یا تو تو میں میں ہونے لگی تو راہگیر چلتے چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انگلی اٹھا کے کہتے ہیں ہائیں تمہیں خبر نہیں رسول اللہ موجود ہیں ایسی گستاخی کرتے ہو وہ شخص یا اشخاص فوراً خاموش ہو جاتے ہیں اور اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاتے ہیں۔ یہی کیفیت کم و بیش ساری دنیا کی ہے۔ حضور انور کا مبارک نام برقی اثر رکھتا ہے جو دلوں کو موم بنا رہا ہے آج یہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ دنیا کا عجیب و غریب اور عظیم الشان انسان مدینہ منورہ میں آرام فرماتا ہے مگر اس میں وہی قوت باقی ہے یعنی اپنے

روضہ مبارک کے اندر ہی سے دنیا کے چالیس کروڑ انسانوں کو کلمۂ توحید پر قائم رکھے ہوئے ہے سوائے بعض متعصب اور دنی الطبع مصنفوں کے دنیا کے کل مختلف المذہب ملک اور قوم کے مصنفوں نے آپ کی نعت میں نثر میں قصیدہ خوانی کی ہے یہود ہو یا نصرانی، بت پرست ہو یا ستارہ پرست سب نے اس اشرف الانسان کی تعریف ہی کی ہے اور بہت بڑا مصلح مانا ہے اگر چہ آپ کے مذہب سے اختلاف کیا ہو غرض دوست تو دوست ہے دشمن بھی آپ کا تقدس اور بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ جوں جوں تحقیق وسیع ہوتی جاتی ہے آپ کی شان دوبالا ہوتی جاتی ہے اور اب بڑے بڑے مخالف بھی راہ راست پر آنے لگے ہیں۔ آپ کمل پوشی میں شہنشاہان عالم سے زیادہ جلال اور دبدبہ رکھتے تھے کسی سلطنت کی بنیاد ڈالنا آپ کا باعث توہین تھا لیکن کھجور کی چٹائی پر کمل پوشی میں نشست فرماتا قیصر اور کسریٰ کے زمرد نگار تختوں کو شرمندہ کرتا تھا مجال نہ تھی کہ آپ کے پر جلال چہرہ کو کوئی نظر بھر کے دیکھ سکتا۔ باوجود یکہ آپ تبسم آمیز لہجہ میں ہمیشہ اپنے صحابہ اور آنے والوں سے گفتگو فرماتے تھے مگر پھر بھی مجال نہ تھی کہ ادب سے کسی کی آنکھ اونچی ہو سکے صرف ایک بار کی تنبیہ سے کہ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ بدوؤں میں بھی وہ تہذیب پیدا کر دی تھی کہ سب پست لہجہ میں نیچی نگاہیں کر کے ہم کلام ہوتے تھے جواب میں حضور انور کا ایک لفظ بڑی تقریر کرنے والے کو مطمئن کر دیتا تھا مجال نہ تھی کہ مثل موسیٰ و عیسیٰ کے آپ سے جھک جھک کی جاتی آپ سے بھی بیشک سوالات ہوتے تھے مگر زیادہ تر سوالات یہودی اور نصرانی علما کرتے تھے محض اس آزمائش کے لئے کہ اگر سچا نبی ہے تو بتادے گا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہے۔ آپ بیان فرمادیا کرتے تھے اور وہ لوگ قائل ہو کے چلے جاتے تھے یا ایمان لے آتے تھے۔ قرآن مجید کے قصص اس کے شاہد موجود ہیں۔ یہودی و غیر علماء کی کتابوں میں یہ سب کچھ بھرا پڑا تھا وہ امتحاناً حضور انور سے سوالات کیا کرتے تھے کیونکہ جن کتابوں میں یہ قصے لکھے ہوئے تھے وہ عامہ خلائق کے ہاتھ میں نہ تھیں لہذا ان قصوں کی صداقت وغیر صدقت کا قرآن مجید ذمہ دار یا جواب دہ نہیں ہے۔ اس عظیم الشان وجاہت پر آپ کی منکسر المزاجی، سادگی اور خلق حقیقت میں ایسا حیرت انگیز ہے کہ نہ آج تک کسی نظیر کا ہوا اور نہ کسی نے اس کا کسی نوشتہ یا تاریخ میں ذکر کیا۔ حضور انور رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے دربار میں سرداران قریش حاضر ہیں آپ دین اللہ

کی تلقین فرما رہے ہیں اور سب ہمہ تن گوش ہو کے آپ کی زبان فیض ترجمان سے اللہ تعالیٰ قدوس کے
پاک کلام کو سن رہے ہیں کہ اتنے میں ایک نابینا آتا ہے اور وہ اس مجمع میں بیٹھ جاتا ہے سلسلہ گفتگو
برابر جاری ہے کہ یہ نابینا بات کاٹ کے کچھ سوال کرنے لگتا ہے آپ کو ناگوار گزرتا ہے اور آپ
ترشروئی سے اپنا روئے مبارک اس کی طرف سے پھیر لیتے ہیں اور وہ گھگیا کے خاموش ہو رہتا ہے۔ مگر
آناً فاناً میں آپ ایک سائل نابینا سے یہ برتاؤ اور اس سے اس کی دل شکنی ہوتی محسوس ہونے لگتی ہے اور
آپ اس سے ایسے متاثر ہوتے ہیں کہ آپ کے قلب منور میں وحیوں کا ایک چشمہ ابلنے لگتا ہے اور
اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے صفا دل پر پے در پے یہ تہدید آمیز کلام نازل ہوتا جس کا آج اظہار
آپ فوراً فرما دیتے ہیں اس جوشیلے قدوسی کلام میں انسان کی ہستی کا ذکر ہے امارت اور غربت کی
کہانیوں کو مٹا کے درجے مساوات کی تعلیم دی گئی ہے۔ نبی کا مرتبہ بتایا گیا ہے اور اس کی ذمہ داری کو کہ
وہ ضروری ایک شخص کو راہ ہدایت پر لائے اٹھایا گیا ہے نبوت کا صرف اتنا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ
اللہ کا کلام اس کی مخلوق میں پہنچا دے اور بس اس کی تگ و دو نہ کرے کہ فلاں شخص کو ہدایت ہوئی
یا نہیں اس کے بعد کلام کا تقدس اور اس کی بلندی یا پختگی بتائی گئی ہے کہ یہ کیسا کلام ہے جو ہم اپنے بندہ محمد
بن عبداللہ کی معرفت لوگوں میں پہنچاتے ہیں۔ پھر انسان کی ناشکری کی حالت بتائی گئی ہے کہ باوجود ان
انعامات کے وہ کیسا احسان فراموش ہے اور اس کی احسان فراموشی کی حد یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر اس
جرم میں اسے ہلاک کر دیا جائے تو نامناسب نہیں ہے۔ چنانچہ وہ وحی یہ ہے جس کا فوارہ آپ کے
مبارک قلب میں جوش زن ہو کے اچھلا تھا۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۔ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۔ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی ۔ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ
الذِّکْرٰی ۔ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۔ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۔ وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ
یَسْعٰی ۔ وَهُوَ یَخْشٰی ۔ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۔ کَلَّآ اِنَّهَا تَذْکِرَةٌ ۔ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَهٗ ۔ فِیْ صُحُفٍ
مُّکَرَّمَةٍ ۔ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۔ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۔ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَهٗ ۔ مِنْ اَیِّ
شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۔ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۔ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۔ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ
اَنْشَرَهٗ ۔ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۔ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖٓ ۔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۔ ثُمَّ

شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا. فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا. وَعِنَبًا وَقَضْبًا. وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا. وَحَدَائِقَ غُلْبًا. وَفَاكِهَةً وَأَبًّا. مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ. فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ. يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ. وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ. وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ. لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ. وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ. ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ. وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ. تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ. أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ.

(محمد) ترش رو ہو گئے اور منہ پھیر لیا اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا اور (اے نبی) تم کیا جانتے ہو شاید وہ (اس وقت تمہاری تعلیم سے) پاکیزہ ہو جاتا یا نصیحت مانتا اور نصیحت مانتا (اس وقت) اس کو فائدہ دیتا لیکن جو بے پرواہ ہے تم اس کی (ہدایت کے) درپے ہو حالانکہ تم پر کچھ گناہ اس بات کا نہیں ہے کہ وہ پاکیزہ نہ ہو اور لیکن جو شخص تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور وہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈر رہا ہے تو تم اس سے غفلت کرتے ہو کچھ خوف کی بات نہیں بے شک یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اس کو یاد کرے بلند (مرتبہ) پاکیزہ ورقوں میں (لکھا ہوا) ہے۔ بزرگ نیک و کار لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہلاک کر دیا جائے انسان کہ وہ کیسا ناشکر ہے۔ (یہ نہیں دیکھتا کہ اللہ نے) اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے ایک نطفہ سے اس کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ بنایا پھر اس پر راہ ہدایت آسان کی۔ پھر اس کو موت دی پھر اسکو قبر میں جگہ دی پھر جب چاہے گا اُسے زندہ کرے گا نہیں نہیں انسان نے نہ کیا جو اللہ نے اُسے حکم دیا پس چاہیے کہ انسان اپنے کھانے کی طرف نظر کرے بیشک ہم نے پانی زور سے برسایا پھر ہم نے زمین کو پھاڑ کر چیرا پھر ہم نے اُس نے اس میں دانا اُگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون کھجور اور میوہ اور چارہ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے پس جب وہ شور (قیامت) آ جائیگا جس دن کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بی بی سے اور اپنے بیٹے سے ان میں سے ہر شخص کے لئے اس دن ایک فکر ہے جس میں وہ مشغول ہے کچھ (لوگوں کے) چہرے روشن ہوں گے ہنستے ہوئے بشاش اور کچھ لوگوں کے چہروں پر اس دن غبار ہوگا اس پر تاریکی چھا رہی ہوگی یہی لوگ بدکار کافر ہیں انتہیٰ۔ آپ ﷺ عالم کی رحمت بنا کے بھیجے گئے تھے اس لئے نرم دلی تواضع اور خلق میں آپ کا کوئی ثانی دنیا میں پیدا نہیں ہوا انصاف اور غور

سے خیال کرو اور گزشتہ اور موجودہ واقعات پر غور کرو۔ اس نیم وحشی زمانہ کو بھی دیکھو اور اور موجودہ متمدن عصر کو بھی خیال کرو کہ مخالف سے اس کے مظالم کا کس طرح انتقام لیا جاتا ہے اور پھر حضور انور رسول اللہ کی ان تکالیف پر غور کرو جو آپ کو اپنے ہم وطنوں سے مکہ میں پہنچیں۔ دونوں ہی قسم کی تکلیفیں اہل مکہ نے حتی الامکان آپ کو پہنچائیں روحانی اور بدنی۔ آپ کا مذاق اڑایا گیا۔ آپ کو سنا اور گالیاں دی گئیں آپ کی عبادت کی جگہ پر کانٹے بچھائے گئے۔ آپ پر اونٹوں کی اوجھڑیاں پھینکی گئیں آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر دانہ پانی بند کیا گیا اور ساتھ ہی لین دین بھی موقوف ہو گیا۔ ان مسکین غلاموں پر جو آپ پر ایمان لے آئے تھے وہ مظالم توڑے گئے جنھیں سن کے انسان کا کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ انھیں جلتے ہوئے پتھروں پر برہنہ کر کے لٹایا گیا پھر مزید براں ان کی چھاتی پر وزنی پتھر رکھے گئے کوڑے مار مار کے ادھموا کیا گیا۔ خود حضور انور کو ایسا مجبور کیا کہ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی ایک گھاٹی میں آخر کار پناہ لی۔ بہت سے معتقد آپ کے ساتھ تھے جن کا دانہ پانی قریشوں نے بند کر دیا تھا اس پر بھی قریشوں کو صبر نہ آیا اس بے بسانہ حالت پر بھی انھوں نے رحم نہ کیا آپ کے قتل کی تدبیریں کیں۔ انعام کا لالچ دے کے چند نوجوان قریش مقرر کئے کہ آپ کا سر اتار لیں اخیر ایسی حالت میں آپ کو بادل ناخواستہ اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ جب آپ نے مدینہ میں آ کے پناہ لی تو یہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا اور برابر حملے کئے۔ ان حملوں سے آپ کو سخت تکلیف پہنچی۔ آپ کا ایک دانت شہید ہو گیا آپ کے بہت سے ساتھی اور عزیز چچا مارے گئے۔ غرض ان تمام مظالم اور کشت و خون کے بعد جب آپ نے مکہ فتح کیا ہے تو گزشتہ ہی نہیں بلکہ موجودہ قوانین جنگ یا سیاست کی رو سے قتل عام کا حکم دیا جاتا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا آپ نے حکم دیا تھا کہ سوائے مدافعت کے مطلق حملہ نہ کیا جائے چنانچہ اسی طرح آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ آپ کے ایک فوجی دستہ پر ابوجہل کے بیٹے نے عقب سے حملہ کیا اور اس میں چند جانیں ضائع ہو گئیں بس سوا اس کے کشمیر تک نہ پھوٹی بلکہ اس واقعہ پر بھی آپ نے افسوس کیا تھا۔ اس وقت مکہ اور گرد و نواح کے کل قبائل بالکل آپ کے رحم پر تھے آپ اگر انتقام لینا چاہتے تو آپ کی تلوار سے ایک شخص بھی نہ بچتا مگر آپ چونکہ رحمت بن کے بھیجے گئے تھے آپ نے رحم فرمایا نہ کسی شخص کو ستایا نہ لوٹا اور نہ کسی کی توہین کی۔ دشمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اسکا قصور معاف

کر دیا یہ بات بہت ہی توجہ سے دیکھنے کے قابل ہے۔ انصاف سے بے رو رعایت غور کرو کہ آیا دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے؟ یہی کیفیت طائف کی تھی جہاں حضور انور اہل مکہ کے مظالم سے پناہ لینے گئے تھے وہاں کیا ہوا اہل طائف نے اپنے مہمان کی خاطر گالیوں سب وشتم اور پتھروں سے کی۔ اس قدر آپ کو پتھر مارے کہ آپ کی مبارک پیشانی لہولہان ہو گئی مگر آپ نے سخت زخمی ہو کے اور خون میں نہا کے صرف یہ دعا کی۔ "اے عرش وکرسی کے مالک جو کچھ میری حالت تو دیکھتا ہے۔ میں صرف تیرا کلام سناتا ہوں مجھے اس بستی میں ان کا شکار نہ بنا۔ ہدایت تو تیرے ہی ہاتھ میں ہے تو ان پر رحم فرما اور انہیں ہدایت کر۔ بس کل مظالم اور لہولہان کرنے کا یہ انتقام یا جواب تھا جو آپ کی طرف سے دیا گیا مگر جب زمانہ نے ایک کروٹ بدلی اور طائف پر دین آللہ کے پیرو غالب ہوئے تو کوئی نہیں بتا سکتا کہ ایک شخص بھی انتقام نبوی کا شکار ہوا ہو۔ سب کو امان دی گئی کوئی گھر نہیں لوٹا گیا نہ کسی کو ستایا گیا سب پر رحم کیا گیا۔ اور وہ اپنی حالت میں جوں کے توں قائم رہے۔ آپ کے رحم کریمی واللہ یہ وہ ایک ہی نظیر نہیں ہیں۔ آپ اہل درجہ کے شہسوار اور بہادر تھے۔ آپ کی شجاعت کی ادنے دلیل یہ ہے کہ ہر جنگ میں آپ سب سے آگے رہتے تھے۔ مگر اس شان کو دیکھئے کہ جب تلوار اٹھائی خلق اللہ کی حفاظت کی غرض سے اور جب حفاظت کا مدعا پورا ہو گیا تو تلوار کی پھر کسی نے صورت نہ دیکھی۔ آپ نے بلا وجہ ایک بار بھی کسی قبیلہ یا شہر پر حملہ نہ کیا جب تک آپ نے یہ نہ دیکھ لیا کہ فلاں قبیلہ یا جماعت بد سرِ پرخاش ہے اور اس کا اثر امن عامہ پر مضر پڑے گا کبھی جنگ کی تیاری نہ کی۔ آپ نے کسی حالت میں بھی عہد شکنی نہیں کی لہذا قدرتاً آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ میرے ساتھ بھی کوئی عہد شکنی نہ کرے۔ مگر مشرکوں اور یہودیوں نے اس کی پرواہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بغیر تلوار کے حجاز عرب سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے قدم قدم پر خواہ آپ کسی حالت میں ہوں آللہ پر حق کی تعلیم سے آپ کا کوئی لمحہ خالی نہ ہوتا تھا۔ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں اور بالکل تنہا ہیں کہ اسی عرصہ میں ایک خونخوار سوار ہاتھ میں شمشیر برہنہ لئے ہوئے آموجود ہوا۔ آپ جیسے تنہا تھا ایسے ہی بیٹھے تھے سوار سر پر تلوار کھینچ کے کھڑا ہو گیا اور کہا اب بتائیے کہ میرے حرب سے آپ کو کون بچا سکتا ہے ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ اس نے تمسخر آمیز لہجہ میں کہا اچھا تو اپنے آللہ سے کہئے کہ آپ کو بچائے یہ کہتے ہی اس نے تلوار کا وار کیا کہ

یکا یک اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ چاروں خانے چت ہوا تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی حضور انور نے وہ تلوار اٹھالی اور کہا اب بول تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے وہ گھبرا کے لرزتے ہوئے لہجہ میں بولا اب تو میری جان آپ ہی کے ہاتھ میں اگر آپ بچائیں تو میں بچ سکتا ہوں حضور انور نے اپنے دست مبارک سے تلوار پھینک دی اور فرمایا انسان کی ہستی نہیں کہ وہ کسی کو بچا سکے اللہ ہی بچا سکتا ہے۔ جا اور مخلوق اللہ پر رحم کرتا کہ تجھ پر بھی رحم کیا جائے اور سوائے اللہ کے اپنا کوئی معبود نہ سمجھ۔ یہ کیفیت دیکھ کے وہ ششدر رہ گیا اور بطیب خاطر مسلمان ہو گیا بھلا کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس نبی نے اپنے دشمن کے آگے تلوار پھینک کے بغیر تیغ آسے دین حق کی تلقین کی ہو اور وہ مسلمان ہو گیا ہو اس نبی کا دین تلوار سے کیونکر پھیل سکتا ہے واللہ باللہ ثم باللہ سوائے مسلمانوں کے اور کوئی قوم دعوے نہیں کر سکتی کہ ہمارے مذہب تلوار سے نہیں پھیلا فرضی اور زبانی الزامات اور چیز ہیں ہیں کسی تاریخ سے کوئی یہ ثابت کر نہیں سکتا کہ اسلام کی اشاعت کے لئے ایک بار بھی تلوار اٹھائی گئی ہو اگر ایسا ہوتا تو ایشیاء اور یورپ کے بڑے حصے میں غیر مذہب کا نام ونشان بھی نہ رہتا آپ ایک طرف تو پیشوائے مذہب ہادی برحق اور رہبر کامل تھے اور دوسری طرف اچھے سپہ سالار اور اعلیٰ درجہ کے مدبر اور منتظم تھے آپ نے اپنی زندگی میں دو عظیم الشان کام کیے اور وہ دونوں اپنی اپنی نوعیت میں لاثانی اور ایک بے نظیر دماغ کے فکر وخوض کا نتیجہ ہیں۔ پہلا اور سب سے بڑا کام آپ نے یہ کیا کہ تمام باطل معبودوں کی ہستی کو مٹا کے انسان کو ان کی ناپاک اطاعت کے بندھنوں سے سبکدوش کر دیا اور ساری مخلوق کے عبادتی تعلقات کو توڑ کے صرف ایک ہی تعلق سے وابستہ کر دیا یعنی سب کو اللہ پرست بنایا اب پرستش کے لئے نہ کوئی ولی رہا نہ پیر شہیدی نہ غوث ابدال حتی کہ پیغمبر تک نہیں ہر انسان کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستقل اور مضبوط طریقے سے قائم کر دیا اور بات ہے کہ امت مرحومہ کے بعض افراد نے اپنی شومی طالع سے اللہ پرستی کے رنگ کو بے رنگ کر دیا اس سے اس تعلیم اور عقیدہ میں کچھ نقص نہیں آ سکتا دنیا کے پردے پر ایسا کوئی مذہب نہیں ہے جس نے اللہ پرستی کی ایسی صاف اور سادے الفاظ میں تعلیم دی ہو یہ تو حضور انور کا پہلا عظیم الشان کام ہوا جس کی مثال نہ انبیاء میں ملتی ہے نہ غیر انبیاء میں اب دوسرا عظیم الشان کام سنئے وہ تمدن ہے جس سے بہتر تمدن نہ آج تک ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ نہ یہودیوں کا

کوئی تمدن تھا نہ نصرانیوں کا پرانے رومی اور ایرانی تمدن مٹ کے خاک میں مل چکے تھے اسلام کے تمدن نے چند ہی سال کے بعد پرانے تمدنوں کو معدوم کر لیا اور ایشیاء اور یورپ کے بہت بڑے حصہ میں اسلامی تمدن پھیل گیا۔ ان کی عمارات، محلات، قصور، مساجد، لباس، اثاث البیت، یونیورسٹیاں، مدارس، کالج، شفاخانے، سڑکیں، انتظام مملکت تعلیم کی آزادی، مذہبی رواداری، نہ آج تک ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ اسلام کے تمدن میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ فقیرانہ زندگی گزارو تو کچھ نکتہ چینی نہیں، امیرانہ طرز معاشرت اختیار کرو تو کچھ گناہ نہیں برہن سر ہو تو کوئی برائی نہیں، کلاہ ترکی پہنو تو کوئی عیب نہیں ایک چھوٹے سے حجرہ میں زندگی گزارو تو کچھ مضائقہ نہیں یا ایک زمرد نگار محل میں رہو تو کوئی حرج نہیں۔ لباس چاہے جیسا پہنو کھانا خواہ کیسا کھاؤ مکان کسی وضع کا کیوں نہ ہو اسلام کو اس معاملے میں کچھ بحث نہیں بلکہ اسلام دین کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ خوش اسلام کا ایک بہت بڑا جزو ہے نہ اس میں قیدیں ہیں نہ پابندیاں ہیں ایک عجیب و غریب آزادی ہے جو دنیا میں کسی کو نصیب نہیں۔ تمدن اور اعلیٰ تمدن کا بڑا جزو مساوات ہے وہ اسلام ہی میں ملتی ہے اور کہیں بھی مساوات کا نام و نشان دیکھنے میں نہیں آتا سب اسلام ہی کے تمدن کے کوڑے ہیں اور ابھی تک انہیں تمدن کی پوری برکتیں حاصل نہیں ہوئیں۔ یورپ جو اپنے کو متمدن اور دوسری قوموں کو اپنے غرے میں نیم وحشی کہتا ہے ایک ناکامل تمدن کا مالک ہے جہاں ذات پات کا امتیاز اور جھگڑا موجود ہے ایک میز پر ہر قسم کے آدمی بیٹھ کے کھانا نہیں کھا سکتے بلکہ یہاں تک کہ اعلیٰ خاندان کے یورپی ادنے خاندان والوں سے مصافحہ تک کرنا اپنی تذلیل جانتے ہیں۔ اسلام کے تمدن کو دیکھئے کہ آقا اور غلام ایک ہی دسترخوان پر ایک ہی رکابی میں آزادی سے بیٹھ کے کھانا کھاتے ہیں۔ ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں آقا غلام کو سلام کرتا ہے سب ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں نہ صدر ہے نہ پائین کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ باتیں دوسری قوموں میں کہاں نصیب ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ شیخ سید مغل پٹھان کی کہانیاں بس ہندوؤں کے اثرات اور ان میں سلسلہ ازدواج پیدا کرنے کی وجہ سے والے کے اس طرف پیدا ہو گئی ہیں ورنہ تمدن اسلام میں نہ کوئی سید ہے نہ مغل ہے نہ پٹھان ہے نہ شیخ ہے سب مسلمان ہیں اور سب کی ایک ہی ذات ہے یعنی اسلام اور بس جاہلی نے سچ کہا ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

عشق سے مطلب اسلام ہے جب تو نے اسلام قبول کرلیا پھر ذات پات کا ناپاک جھگڑا سب جاتا رہا.
صرف اتقاء اور پرہیزگاری پر فضیلت وغیرہ کا انحصار ہوگا اللہ تعالیٰ کی نظروں میں وہی زیادہ عزیز ہے
جو زیادہ پرہیزگار ہے کوئی ہے جو دنیا کے کسی اور مذہب کو پیش کرکے اس کی یہ اعلیٰ تعلیم اور ایسا عالیشان
تمدن دکھائے؟ اس سے زیادہ اس ہادی برحق رسول اللہ امّی و ہاشمی نبی فخر دو جہاں کی عظمت اور بزرگی
کیا ہو سکتی ہے. جس نے دنیا میں ایک نیا تمدن قائم کرکے ہدایت، ترقی اور مساوات حقوق کی لہریں
پیدا کردیں اور ظلمت کدہ میں نور چمکا دیا. پھر بھلا ایسے کامل اور دنیا کے عظیم الشان انسان یعنی محمد بن عبد
اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کس کی نعت کی جاسکتی ہے. دیکھو ذات پات کے جھگڑے سے
عرب کے باشندے جنہوں نے ہندوستان فتح کیا تھا اس تقسیم سے بالکل ناواقف تھے باایں ہمہ
اسلام اور حضور انور رسول اللہ کی تعلیم کا اثر اس ملک میں ابھی ضائع نہیں ہوا کل شاہانہ مغلیہ باایں شان و
شوکت مساجد میں حاضر ہوتے اور اپنی رعایا کے دوش بدوش نماز پڑھا کرتے تھے. اس تمدن اعظم کا
جس کا مختصر خاکہ آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا ایک اور بھی جزو ہے اور وہ ایسا جزو ہے جس پر آج نام نہاد
متمدن یورپ اور امریکہ کو فخر ہے یعنی مجالس شوریٰ کا انعقاد یا جمہوریت کا طریقہ مگر ابھی تک یہ ایک
ناکامل صورت میں ہے اس کی کامل صورت تو تیرہ سو برس ہوئے متمدن خطہ حجاز میں نظر آئی تھی اور پھر
ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے غائب ہوگئی اگرچہ یورپ اور امریکہ اس کی ناکامل نقل پیش کر رہے ہیں.
مگر ہو بہو مجلس شوریٰ کی وہ کامل صورت ابھی تک تو دیکھنے میں نہیں آئی. مثلاً فرانس ہی کو لو جہاں
جمہوریت پورے زور کے ساتھ موجود ہے لیکن اس جمہوریت کے پریذیڈنٹ اور خود مختار شاہ کی شان و
شوکت اور معاشرت و تمدن میں کچھ نمایاں فرق نہیں ہے رعایا کا انتخاب اس بات پر دلالت کرتا ہے
کہ پریذیڈنٹ اور غیر پریذیڈنٹ میں کچھ فرق نہ ہو وہ مثل اور بھائیوں کے سڑک پر چلے اس کے
مکان میں کچھ تزک و احتشام اور پہرہ چوکی نہ ہو جس سے وہ اپنے اور بھائیوں سے ممتاز ہو. ہر ادنے
سے ادنے شخص جس وقت چاہے آزادی سے اس سے مل سکے اور اپنا دکھ درد کہہ سکے وہ اپنے غریب
بھائیوں کے زمرہ میں آزادی سے اٹھے بیٹھے ان کی مجالس اور ان کی تقریبوں میں اگر بلایا جائے تو

بحیثیت خاطر شریک ہوجائے اور کچھ تکلف نہ کرے۔ اپنی خدمات کا معاوضہ اسی قدر لے کہ اگر اس کے کام پر کوئی اور ملازم رکھا جائے تو اسکی تنخواہ میں اور اس کے معاوضہ کچھ فرق نہ ہو۔ اس کی معاشرت، اس کے اخراجات اور اس کے کاموں پر اگر رعایا میں سے ایک ادنے فرد چاہے تو آزادی سے نکتہ چینی کر سکے۔ ان میں سے ایک بات بھی فرانس کے جمہوری بادشاہ میں نہیں پائی جاتی۔ ہزاروں ہندو مسلمان ابھی تک فرانس جا چکے ہیں۔ اس کے پائے تخت پیرس میں رہ چکے ہیں۔ انہوں نے ضرور وہاں کے جمہوری بادشاہ کی سواری دیکھی ہوگی کہ جس سڑک پر سے وہ گزرتا ہے اس وقت اس سڑک کے چلنے والوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ دو طرفہ راستے چند منٹ کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں پولیس پہرہ پر آجاتی ہے جب جمہوری بادشاہ کی سواری نکل جاتی ہے پھر کہیں جا کے راستہ کھلتا ہے۔ اس کے بعد اسکی شان وشوکت کو دیکھئے اس کا اصطبل کچھ کم شان کا نہیں ہوتا۔ اس کا مکان اور اس پر سنتریوں کے پہرے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ دیگر اہل شہر سے ممتاز ہے۔ مگر اسلام میں یہ بات نہ تھی۔ حضور انور کی تعلیم نے سب کو سگا بھائی بنا دیا تھا حکومت مدینہ کے پریزیڈنٹ اور فرانس و امریکہ کے پریزیڈنٹ کی معاشرت اور رعایا کے ساتھ برتاؤ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ممکن ہے کہ یورپ دو سو چار سو سال کے بعد جب اپنی مصنوعی جمہوریت کو اس کی اصل صورت میں لائے گا تو شاید اسلام کی جمہوریت کا رنگ اس میں پیدا ہو جائے۔ یہ باتیں عقیدت مندی اور خیال آفرینی پر ہرگز مبنی نہ سمجھی جائیں۔ مقابلہ میں آپ گورنمنٹ یا حکومت مدینہ کے پہلے پریزیڈنٹ کی حالت کو دیکھئے آپ یعنی ابوبکر صدیق جب پریزیڈنٹ منتخب ہوئے تو کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ جیسے اب بھی فرانس وامریکہ کے پریذیڈنٹ کوئی نہ کوئی تجارت کرتے ہیں۔ پریذیڈنٹ نامزد ہونے کے بعد بھی آپ نے اپنی کپڑے کی تجارت کو نہ چھوڑا یہ تجارت کچھ بہت بڑے پیمانہ پر نہ تھی کہ بڑا کارخانہ ہوتا جسکے آپ متصدی اور منیجر ہوتے بلکہ یہ تجارت تھانوں یا پارچوں پر محدود تھی۔ آپ بوقت فرصت وہ کپڑا بیچنے نکل جاتے تھے۔ اور اس طرح اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ خیال کیجئے کہ حکومت حجاز عرب کا پریذیڈنٹ کس سادگی اور غربت سے مدینہ کی شاہراہوں میں کاندھے پر تھان لئے پھرتا ہے کوئی ملازم ساتھ نہیں ہے۔ کہ کپڑوں کی گٹھری اٹھانے میں اُسے مدد دے بلکہ گٹھری تو

اسکی بغل میں ہے یا کندھے پر ہے نہ اسے اپنی وجاہت کا خیال ہے نہ اس بات کا تردد ہے کہ کوئی مجھے کیا کہے گا وہ بہت آزادی سے شاہراہوں میں پھر رہا ہے اور کپڑا بیچ رہا ہے ایک قیمت کہہ دیتا ہے خواہ کوئی لے یا نہ لے۔ جو کچھ بکا وقت مقررہ میں بک گیا اور پھر وہ اپنی جگہ پر آ کے پریذیڈنٹ یا اسلامی محاورہ کے بموجب خلافت کے اہم ترین امور اپنی کونسل میں بیٹھ کے بھگتانے شروع کر دیتا ہے۔ جب کچھ عرصہ اس رنگ میں گزر گیا تو کل کونسلیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ابوبکر کو پارچہ فروشی کی اس تکلیف مالایطاق سے سبکدوش کر دینا چاہیے۔ چنانچہ وہ سب باہم مشورہ کر کے آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں ابوبکر تم خلیفہ رسول اللہ ہو تمہارے پاس اس قدر خلافت کے اہم ترین معاملات بھگتانے کے لئے موجود ہیں کہ تمہیں کم سے کم مشقت سے سبکدوشی تو ہونی ضرور ہے۔ ابوبکر حیران ہو کے دریافت کرتے ہیں تو پھر میری اور میرے بال بچوں کی معاش کی کیا شکل ہوگی۔ صحابہ رسول اللہ یا آپ کے کونسل یہ کہتے ہیں کہ آپ بیت المال سے لے سکتے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں ہائیں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں بیت المال سے اپنی پرورش کروں اس میں میرا حق کیا ہے وہ تو عامہ مسلمین کا مال ہے۔ اور میں اس کا امین ہوں مجھے تو اس میں سے ایک حبہ لینا بھی گوارا نہیں ہے۔ کونسل مششدر رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آپ اپنا تمام تیقی وقت محض انتظام مسلمین کے لئے دیتے ہیں تو آپ اسے بھی مستحق نہیں کہ بیت المال سے اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کی مقدار کے مطابق لے لیں۔ غرض اسی طرح رد و بدل ہوتی ہے صحابہ رسول اللہ یا آپ کے کونسل اس پر زور دیتے ہیں کہ ہم کپڑا تو آپ کو ہرگز نہ بیچنے دیں گے اگر ایسا ہو تو عامہ مسلمین کی صریح بے انصافی ہوگی۔ جب آپ مجبور ہو جاتے ہیں تو لرزتے ہوئے لہجے میں کہتے ہیں اچھا تم سب لوگ مل کے قسم کھا سکتے ہو کہ بیت المال سے اس طرح لینا نا روا تو نہیں ہے۔ سب پاک دلی اور سچے جوش کے ساتھ قسمیں کھاتے ہیں اور اس وقت آپ سوا روپیہ روز قبول کر لیتے ہیں۔ ہر شخص سوال کر سکتا ہے کہ کیا یورپ اس جمہوریت اور مساوات حقوق کی الف ب ت تک بھی پہنچا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں یہاں تک پہنچنے میں اُسے صد ہا برس چاہئیں۔ دیکھا ہمارے پریذیڈنٹ کی یہ شان تھی اور اس وقت ہم بہادر فرانس و امریکہ اور ان کے پریذیڈنٹوں کی یہ شان ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اب اس کے بعد سچے اور حقیقی ایثار کی دوسری

مثال سنئے جس وقت اسلام کے اس عظیم الشان خلیفہ یا بمحاورہ یورپ کے مطابق اس عالیشان پریزیڈنٹ کا انتقال ہونے لگا ہے تو اس نے اپنے جانشین کو (جو مجمع عام میں اس کا صحیح جانشین نامزد ہو چکا تھا اور جس کی جانشینی پر بذریعہ اعلان کے عامہ مسلمین سے رائے لی گئی تھی اور سب اس پر متفق ہو گئے تھے) بلا لیا اور کہا میری ایک وصیت ہے اسے سنو اور یاد رکھو اس پر عمل کرنا میرا جو کچھ اثاثہ ہے وہ ایک لونڈی ایک اونٹ دو چادریں اور چند ہتھیار ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جو کچھ مجھے بیت المال سے ملتا تھا اس میں سے چند پیسے ضرور پس انداز ہوتے تھے لہذا موجودہ اثاثہ میں وہ بچے ہوئے پیسے یا ان کا کوئی حصہ ضرور لگا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ بار مجھ پر رہے کیونکہ بیت المال کا ایک ایک حبہ عامہ مسلمین کا ہے۔ بس میری قوت لایموت میں جو کچھ صرف ہوا وہ تو ہو گیا باقی یہ کل مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ عمر فاروق حکومت اسلام کے دوسرے پریزیڈنٹ یا خلیفہ رسول اللہ نے کہا میں نے آپ کی وصیت کو سنا اور یاد کر لیا اور آپ کی وفات کے بعد اس پر عمل کروں گا چنانچہ آپ کی وفات ہو گئی تجہیز و تکفین کے بعد عمر فاروق ابوبکر کے گھر میں آئے ان کی بیٹی عائشہ (صدیقہ) کو ان کے عالیشان باپ کی وصیت سنائی۔ صدیقہ نے بہت آمادگی سے کہا لے جاؤ یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ منجملہ اور چیزوں کے ایک لونڈی بھی تھی جس کا ذکر ابھی اوپر پڑھ چکے ہیں وہ لونڈی صدیق اکبر کے ایک سالہ بچہ کو دودھ پلاتی تھی اس کا بچے سے جدا کرنا بہت مشکل تھا مگر اس کی پرواہ نہ کی گئی اور وہ لونڈی بھی لے لی گئی۔ جب یہ کل سامان بیت المال میں پہنچ گیا اور لونڈی اور اونٹ بھی بیت المال کی فہرست میں داخل ہو گئے تو اب جو خلیفہ اعظم کے گھر میں نظر کی تو سوائے ایک چکی، چولہے اور ایک چادر کے جو صدیقہ کے بدن پر تھی کچھ نہ رہا تھا۔ صحابہ نے یہ کیفیت سن کے عمر فاروق سے کہا یہ آپ نے کیا کیا ابوبکر کا ایک سالہ بچہ کیونکر پرورش پائے گا۔ صدیقہ ایک چادر میں کیا کریں گی آپ نے فرمایا قسم ہے اس رب کی جس نے محمد رسول اللہ کو برحق بنا کے بھیجا کہ میں رسول اللہ کے یار غار اور افضل المسلمین کی وصیت سے نہ انحراف کرنا چاہتا ہوں نہ ان پر اللہ کے ہاں کا کوئی مواخذہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اس جواب سے سب خاموش ہو رہے اس سے بہتر تو کیا اس کے مساوی بھی بلکہ اس سے دوئم درجہ کا بھی خلیفہ اعظم کے ایثار کا نمونہ یقیناً دوسری قومیں پیش نہیں کر سکتیں۔ اے امی لقب ہاشمی و مطلبی اے فخر موجودات اے ہادی برحق

اے دنیا کی رحمت آپ کی مقدس تعلیم اور آپ کی ذاتی معاشرت کا جو آپ کے صحابہ نے آپ کی دیکھی تھی یا اثر تھا۔ سچ ہے زبانی گفتگو کا اتنا اثر نہیں پڑتا جتنا عمل کا پڑتا ہے۔ آپ کا ادب آپ کے صحابہ اس قدر کرتے تھے کہ دنیا میں کسی خودمختار سے خودمختار شاہ کو بھی یہ بات میسر نہ ہوئی اس لئے ۲۳ برس میں آپ سے بہت ہی کم سوالات کئے گئے۔ جو کچھ آپ کرتے تھے صحابہ وہی کرنے لگتے تھے آپ وضو فرما رہے ہیں صحابہ دیکھ رہے ہیں پھر اسی طرح خود بھی وضو کرنے لگتے تھے۔ آپ کی نشست و برخاست طریقہ گفتگو، طرز خطبہ خوانی، کھانا پینا وغیرہ غرض ہر حرکت کو صحابہ اپنے لئے بہت بڑا سبق جانتے تھے آپ یقیناً مجسم تعلیم تھے آپ نے جمہوریت کی ایسی بنیاد ڈالی کہ نہ پہلے تھی اور نہ ابھی تک اس کا نام ونشان کہیں نظر آتا ہے۔ آپ کی مسجد جو آپ نے بنوائی تھی اور جس کی تعمیر میں آپ نے خود بھی کام کیا تھا۔ پارلیمنٹ، ہاؤس آف لارڈ، ہاؤس آف چیمبر، کیبنٹ کونسل غرض جو کچھ تھی وہی مسجد تھی۔ تمام دینی احکام تمام امور سلطنت سب وہیں ہوتے تھے۔ آپ باوجود پیغمبر ہونے کے امور جہاں داری، جنگ وصلح ومقدمہ قضاء، انتظامی اور دیگر امور ملت میں آزادی سے صحابہ سے مشورہ لیتے تھے اور بغیر مشورہ کے کوئی کام نہ کرتے تھے یا اگر مشورہ کسی معاملہ میں ٹھیک نہ بیٹھا تو آپ وحی کا انتظار کرتے تھے وہ وحی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ آپ کے پاک اور مقدس دل میں جوش مارتی تھی اور پھر اس کا چشمہ ابلتا تھا غرض آپ نے اپنی نیک اور بے نظیر معاشرت سے یہ تعلیم اپنے صحابہ کے دلوں میں مضبوطی سے جاری کی کہ بغیر مشورہ کے کچھ نہ کرنا ایک امیر کا ہونا تو بے شک ضروری ہے مگر امیر بغیر مشورہ کے کچھ نہ کرے۔ یہ مشورہ ہی جمہوریت کی بنیاد ہے۔ اور یہی اسلام کا بہت بڑا اصول ہے۔ جس کا حکم قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ سچ پوچھو تو اسی خیر البشر کی ذات ہے جس نے اس کرہ ارض کی ستم رسیدہ مخلوق کو آزادی اور راحت بخشی اور ایسے تمدن کی بنیاد ڈالی جس سے ماجاو یا امیر غریب یکساں راحت سے زندگی بسر کریں اس نے دولتمندی یا حسب نسب کے کل امتیازات اڑا کے سب کو بھائی بھائی بنا دیا نہ امیر نے اپنے کو امیر سمجھا نہ غریب نے غریب اس کی شان جمہوریت اس کے خدام میں ایسی جلوہ نما ہوئی جس سے اب تک یورپ کی آنکھوں میں خیرگی پیدا ہوتی ہے مثلاً فاروق اعظم کی خلافت یا پریذیڈنٹی کا زمانہ لو جس نے ایک ایسا سماں پیدا کر دیا ہے کہ

دوسری نام نہاد متمدن قومیں ہوشت جاتی ہیں۔ اور ان سے بن نہیں آتا کہ عین جلسہ میں جبکہ خلیفۂ اعظم
خطبہ پڑھ رہا ہے یعنی اپنی پارلیمنٹ میں معاملات سلطنت پر بحث کر رہا ہے۔ ہزاروں آدمی اس کا بیان
سن رہے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ کو سلطنت کا ایک زبردست قانون خیال کر رہے ہیں کہ اسی اثنا
میں ایک بڑھیا اُٹھتی ہے اور کہتی ہے کہ بس ہم تیری اطاعت نہیں کرنا چاہتے۔ نہ تری بات سنا چاہتے
ہیں تو چور ہے لہذا چور خلیفہ نہیں بن سکتا خلیفۂ اعظم چار لاکھ جرار سپاہ کا مالک۔ شام، مصر، قادسیہ، ایران
یعنی قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے بہت سے ممالک کا حکمران، حجاز عرب، عراق عرب کا بادشاہ کہتے کہتے
چپکا ہو رہتا ہے۔ اور ملائمت سے اس بڑھیا سے دریافت کرتا ہے کہ میں نے کیا چوری کی۔ وہ جواب
دیتی ہے کہ یمن کی چادریں جب تقسیم ہوئی تھیں تو مثل اوروں کے تیرے حصہ میں بھی ایک چادر آئی
تھی مگر تو گرانڈیل لمبے قد کا جوان ہے ایک چادر میں تیری قمیص نہیں بن سکتی ہر شخص کو اس قمیص کو جو تو
پہنے ہوئے ہے دیکھ کے کہہ دے گا کہ ہرگز یہ ایک چادر کی بنی ہوئی نہیں ہے۔ اس آتش بیانی اور جنگ
آمیز الفاظ کا جواب گردن جھکا کر اور بہت ہی نرمی سے یہ دیا جاتا ہے۔ ہاں یہ تو سچ کہتی ہے کہ میری قمیص
ایک چادر میں نہیں بلکہ ڈیڑھ چادر میں بنی ہے مگر نصف چادر میں نے چرائی نہیں بلکہ اپنے بیٹے عبداللہ
سے لی ہے کیونکہ اس کا نصف چادر میں کرتا بن گیا۔ اسی پر ہی اکتفا نہیں ہوتا بلکہ اس عظیم الشان
دربار میں اپنے بیٹے کو بھی بطور شہادت پیش کیا جاتا ہے۔ جو صاف دلی اور دلیری سے کہتا ہے کہ نصف
چادر اپنے حصہ میں سے میں نے اپنے باپ کو دی ہے۔ قحط پڑ رہا ہے گرد و نواح سے فاقہ کش مدینہ جمع
ہو رہے ہیں اور خلیفۂ اعظم رات رات بھر آٹے کی بوریاں اور سامان خورد و نوش اپنے کندھوں پر
اُٹھائے ہوئے مختلف مقامات میں فاقہ کشوں کو تقسیم کرتا پھرتا ہے۔ بعض صحابہ مصر ہوتے ہیں کہ آٹے
کے تھیلے ہمیں دیجئے ہم لے چلیں جواب دیا جاتا ہے آخر کیوں یہ فرض تو میرا ہے مجھے یہ بار اُٹھانا
چاہیے تم اس بار کے اُٹھانے کی کیوں تکلیف برداشت کرو۔ جنگ قادسیہ کی خبر لینے کے لئے آپ روز
مرہ کئی کئی میل تک نہایت اضطرابی سے جا رہے تھے اخیر ایک دن فتح کی خبر لے کے قاصد آ ہی گیا
آپ نے راستہ میں اُس سے دریافت کیا اُس نے خلیفہ کو نہ پہچانا مگر خوشی میں فتح کی خبر سنا دی آپ
اس کے گھوڑے کی باگیں پکڑے ہوئے کئی میل تک بھاگتے ہوئے پا پیادہ مدینہ تک آئے راستہ میں

اس سے باتیں کرتے رہے اور جنگ کے متعلق جو کچھ اسے معلوم تھا وہ سب دریافت فرماتے رہے۔ جب مدینہ شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ امیر المومنین آج ایک معمولی سپاہی کے گھوڑے کی باگیں پکڑے ہوئے کہاں سے آ رہے ہیں تو اس وقت اس سوار کو معلوم ہوا وہ بیچارہ گھوڑے سے اترا آیا مگر خلیفہ اعظم پہلے ہی سے مسجد نبوی کی طرف قدم اٹھا چکے تھے۔

حضرت علی اپنے زمانہ پریذیڈنٹی میں بہ نفس نفیس ایک یہودی پر دعوے کرنے کے لئے قاضی کی عدالت میں آئے۔ مقدمہ ایک زرہ کے متعلق تھا اس پر آپ نے دعوے کیا تھا مثل عام مدعیوں کے آپ نے قاضی کی عدالت آ کے اپنا حلفیہ بیان دیا اور مقدمہ کی مثل اوروں کے پیروی کی۔ یہ خلفاء تھے ان کی سادگی اور یہ قانون مساوات کی پابندی تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں یورپ وامریکہ کسی ریاست میں بھی اس کے پریذیڈنٹ کے یہ اوصاف ہوں گے نہیں ناممکن ہیں۔ سچ پچ ابھی تک یورپ وامریکہ کو اس عالیشان تمدن کی ہوا تک بھی نہیں لگی ہے جو محمد بن عبداللہ دنیا کے عظیم الشان مصلح نے قائم کیا تھا۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یورپ نے بہت سی باتیں ہماری لے لی ہیں مگر اس کا تمدن اوپری تمدن ہے جس کی نہ کوئی بنیاد ہے اور نہ کوئی مضبوط اصول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے تمدن کے اصول روز بروز تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ سمجھے کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے جب اس قسم کی سادگی کام دے جاتی تھی اگر آج وہی طریقہ برتا جائے تو لوگ کیا کا کیا سمجھنے لگیں۔ آپ اگر کچھ واقفیت رکھتے ہیں تو فرانس کے دو پریذیڈنٹوں کی معاشرت کا خیال فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اب بھی فرضی متمدن یورپ اسی تمدن کو زیادہ پسند کرتا ہے جو اسلام کے بہت ہی قریب ہو۔ چنانچہ فرانس کا سابق پریذیڈنٹ شاہانہ جاہ وجلال رکھتا تھا اس کے اصطبل میں کم سے کم سوا سو گھوڑے بندھے رہتے تھے علاوہ اور پہروں کے اس کے بستر کے پاس چند سنتریوں کا پہرہ لگا رہتا تھا جو گھنٹہ گھنٹہ بھر کے بعد بدلا رہتا تھا۔ جب اس کی سواری نکلتی تھی تو راستے رک جاتے تھے۔ غرض جس طرح خودمختار سلاطین کی معاشرت ہوتی ہے کم وبیش یہی معاشرت سلطنت جمہوری فرانس کے پریذیڈنٹ کی تھی مگر جب پنکاری نامی پریذیڈنٹ حالی ہیں میں ۱۹۱۳ء کے آغاز میں اس کی جگہ ہوا تو اس نے اصطبل وغیرہ سب کا خورد کر دے بستر کا پہرہ اٹھوا دیا سواری میں یہ سادگی

برتی کہ کسی کو خبر نہ ہوتی کہ پریزیڈنٹ جا رہا ہے یا دفتر کا کوئی معمولی کلرک اس طرز معاشرت سے اس کی بہت تعریف ہوئی اور یورپ کی نظروں میں بہت ہی ہردل عزیز بنا دیکھو جس معاشرت اور تمدن کا قرب اسلام سے ہوگا اس کی آج اس الحادی زمانہ میں بھی تعریف کی جائے گی اس بداہت سے تو کبھی کوئی انکار نہیں کر سکتا. مسیح ابن مریم کی کوئی تعلیم نہ تھی نہ انہوں نے کوئی تمدن قائم کیا نہ ان کی کوئی مستقل معاشرت تھی نہ وہ بحیثیت مصلح کے کامیاب ہوئے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے فرضی یا اصلی متبعین ایک مستقل اصول تمدن اپنے ہاں قائم کرتے اور اس کا رواج دیتے. عام نہاد نصرانیوں نے تو جو کچھ سیکھا مسلمانوں سے سیکھا جن کی تعلیم کامل ہوئی ہو وہ مسلمان بن گئے اور جو پوری تعلیم نہ پا سکے وہ ادھورے رہ گئے. آج اسلامی شان و شوکت مٹ رہی ہے اور ہماری بداعمالی سے اس کا تنزل ہو رہا ہے. تو بھی اسلامی تمدن کا جلوہ کچھ نہ کچھ نمایاں ہوا ہی جاتا ہے. آپ ٹرکی میں جائیے وہاں انتظام وغیرہ کی ابتریاں دیکھیں گے وہاں یہ ضرور ملاحظہ کریں گے کہ والی یعنی گورنر جنرل معمولی لباس سے عام مسلمانوں میں پھرتا نظر آئے گا. مسجد میں اسی انکساری سے جو اسلام کا خاصہ ہے نماز پڑھنے چلا آئے گا. غربا کے دوش بدوش بغیر کسی اکراہ کے کھڑے ہو کے دوگانہ نماز کا ادا کرے گا. ہر شخص اس سے آزادی سے مل کے باتیں کر سکتا ہے. کسی قسم کا جاہ و حشم اس کے ساتھ نہیں ہوتے گا. جب تک کوئی شناسا نہ ہو پہچان نہیں سکتا کہ یہ گورنر جنرل ہے. ایک ہی دسترخوان پر امیر غریب شیخ سید مغل پٹھان کھانا کھاتے ہیں اور کھلاتے ہیں کسی قسم کا اکراہ نہیں ہوتا. آنے والا بیٹھنے والے کو خواہ غریب ہی کیوں نہ ہو سلام کرتا ہے. مصافحہ کرتا ہے مزاج پرسی کرتا ہے اور خندہ پیشانی سے باتیں کرتا ہے برخلاف یورپ کے کہ یہ ساری باتیں وہاں مفقود ہیں وہ بالکل غیر ہیں. امتیاز اس قدر رواج پا گیا ہے کہ تاملی تو یہ حسب نسب کا بہت بڑا خیال ہے اپنے سے کم مرتبہ سے ہاتھ ملانا سخت ذلت خیال کیا جاتا ہے دوسرے تکلفات ایسے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے اصلی تمدن کو خاک میں ملا دیا ہے ہر معاملہ میں بڑائی چھوٹائی کا ضروری لحاظ کیا جاتا ہے اور امتیاز مدارج تو اس قدر بڑھا جاتا ہے کہ یورپ بھر میں مساوات کا کہیں نام و نشان نہیں. مثلاً یہ مقررہ قاعدہ ہے کہ بڑا آدمی چھوٹے درجہ کے آدمی کی طرف مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہاتھ بڑھانے سے سمجھا جائے گا کہ یہ بڑا آدمی ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا اور یہ

قسمتی سے چھوٹے آدمی کا ہاتھ پہلے مصافحہ کے لئے بڑھ گیا تو اس سے زیادہ بد تہذیبی اور نامعقول کوئی بھی نہیں ہے ہم ایسے عظیم الشان نبی کو کیوں نہ نعت کریں جس نے ایک ایسے اتحاد کی بنیاد ڈالی کہ باوجود انتزاع سلطنت کے بھی وہ اتحاد جوں کا توں باقی ہے اور اس کا جلوہ ہر وقت نظر آتا ہے مثلاً آپ کہیں سفر کریں خواہ چین اور افریقہ میں جائیں. آپ کی خواہ کیسی ہی صورت اور لباس ہو جہاں آپ نے السلام علیکم کہا جماعت کی جماعت نے سمجھ لیا کہ آپ بھی اسلام کے عالیشان کعبہ کے ایک رکن ہیں جماعت خواہ چینی مسلمانوں کی ہو خواہ افریقی مسلمانوں کی نہ تعارف کرانے کی ضرورت ہے اور نہ جان پہچان اور سفارش کی حاجت سب اسی وقت مثل سگے بھائیوں کے ہو جاتے ہیں اختلاف حرز و بوم، زبان، قومیت اور معاشرت کچھ بھی نہیں رہتا. بظاہر مسلمان مختلف الخیال ضرور ہیں مگر اصول میں سب متحد ہیں ایک قبلہ، ایک نبی اور ایک اللہ کو سب مانتے ہیں اور جب ضرورت ہوا اور کوئی زبردست طبیعت کا شخص چاہے تو یہی مختلف الخیال مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو سکتے ہیں. ہمارے شاندار پیغمبر کی تعلیم کا اثر دیکھئے کہ باوجود جنگی لڑائیوں اور خونریزیوں کے بھی سب سگے بھائی بنے رہے اگرچہ ان کی بدقسمت جنگوں سے سلطنت کا زوال ضرور ہوا مگر اسلامی اتحاد میں کوئی فرق نہیں آیا سب سے بڑی مثال ہندوستان کو لو یہاں مختلف الخیال ہی نہیں بلکہ مختلف الاعتقاد لوگ آباد ہیں. فرقہ بندی جتنی مسلمانوں میں یہاں ہے اور کسی اسلامی ملک میں ایسی نہ ہوگی اور فرقہ بندی کا احساس جیسا یہاں قوی اور پر زور ہے شاید ہی اور کسی ملک میں ہو. وہابی، اہل حدیث، مقلد، صوفی، رافضی، نیچری، گور پرست اور ان کے علاوہ مختلف الاعتقاد مسلمان اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ الحفظ بللہ مگر جب یورپ کی بعض جابر سلطنتوں میں ترکوں کے ممالک پر تاخت و تاراج کی تو سب ایک ہی زبان ہو گئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سب نے زبان سے اور روپے سے اپنے بھائی ترکی مسلمان کو مدد دی. نہ وہابی اس اتحاد سے علیحدہ رہے نہ اہل حدیث اور مقلد۔ نہ رافضی اور نیچری ۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک ایک لہر تھی جو خاص اس امر میں اتحاد کی پیدا ہوگی تھی. ایسا عالمگیر اتحاد کسی دوسرے پیغمبر کی امت میں نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے. ساتھ آٹھ کروڑ مسلمانوں میں ایک فرد واحد بھی تو ایسا نہیں معلوم ہوا جو اس اتحاد سے خارج ہوا ہو. سب کے دل پر ایک چوٹ تھی اور سب

اپنے بھائی ترکوں کو زار حالت میں تن کے آبدیدہ ہوئے چلے جاتے تھے ایک اس زندہ اور توانا مثال
سے حضور انور رسول اللہ کا معجزہ آپ نے دیکھ لیا دوسری مثال اسی ہندوستان میں اور اسی زمانہ میں یہ
دیکھئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ترکوں کی پھیری اور انہوں نے دوبارہ ایڈریانوپل فتح کیا ہے تو ہندوستان
کے کل مسلمانوں نے بلا امتیاز عقائد یکساں خوشی منائی ان کے اخبارات کے خیالات کے ترجمان
موجود ہیں کیونکہ اس وقت قریب قریب کل مسلمان فرقوں کے اخبارات شائع ہوتے ہیں سب بہجت
وانبساط کا یکساں ترانہ گاتے رہے ہر شہر میں خوشی کے جلسے ہوئے ان جلسوں میں جوق جوق مختلف
العقاید مسلمان شریک ہوئے شہر چراغاں کئے گئے اور جو کچھ اس اظہار خوشی میں خرچ ہوا اس میں کل
مختلف العقاید مسلمانوں نے بلا اکراہ چندہ دیا۔ بس اس سے زیادہ اس آخر الزماں نبی خاتم النبیین فخر
موجودات کا زندہ اور دائمی معجزہ نہیں ہوسکتا جل جلالہ و عم نوالہ کہ تو نے ایسے شاندار اور بے نظیر نبی کی
امت میں ہمیں پیدا کیا اور اسلام ہمارا دین بنایا ہمیں زیبا ہے کہ ہم اپنے نبی کی شان اقدس و اطہر میں
یہ زمزمہ سنجی کریں اور اس پر سلام بھیجیں۔

السلام اے تحقیق ترکو بہر دریائے جود | السلام اے تازہ گلبرگ صحرائے وجود
السلام اے آنکہ تا از جبہ آدم تافت | نور پاکش بُرد در قدسیان او را سجود
السلام اے آنکہ رنگ ظلمت کفر و نفاق | صیقل تیغ تو از آئینہ گیتی زدود
السلام اے آنکہ ما مدد ہمہ کون و مکان | تیز بستان را نگیر نور تو در چشم شہود
السلام اے آنکہ بہر فرش راحت یافت دہر | اطلس را کش ز شب کرد تا از روز بود
السلام اے آنکہ ابواب شفاعت روز حشر | جز کلید لطف تو بر خلق نتواند کشود
السلام اے آنکہ تا بودم دریں محنت سرائے | در سرم سودا و در جام تمنائے تو بود
صد سلامت فی قریتم ہر دم اے فخر کرام | بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

علی بن ابی طالب: آپ ہی دنیا میں ایسے شخص ہوئے ہیں جن کی شخصیت عجیب و غریب
مختلف پیرایوں میں دیکھی جاتی ہے ایک گروہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا مجسمہ مانتا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ علی کی صورت میں دنیا میں آئے تھے دوسرا گروہ آپ کو آنحضرت کا چھوٹا بھائی یقین رکھتا ہے۔

اس کا یہ بھی خیال ہے کہ خدا نے کائنات کے کل کام علی کے سپرد کر دیئے ہیں اور آپ گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ جبرئیل بہک گیا وحی تو بھیجی تھی علی کے پاس لے آیا محمد کے پاس۔ ایک اور جماعت کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی کل صفتیں علی میں ہیں اور اپنے اس ادعا کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے حدیثیں بھی بنالی ہیں۔ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ معرفت، طریقت، ولایت وغیرہ علی کی ذات سے نکلی ہے اور علی ان اوصاف کے معدن ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باقی تین صحابہ سے افضل ہیں اور خلیفہ برحق ہیں۔ پھر ایک گروہ اور ہے جو کہتا ہے کہ سوائے ان کے کوئی خلیفہ حقیقی جانشین رسول اللہ کا نہیں ہوا یہی وصی تھے یہی سچے خلیفہ تھے اور یہی حامل شریعت اور روحانیات میں رسول اللہ کے رازدار تھے۔ ان ہی کو سب کچھ رسول اللہ نے بتا دیا جو یہ جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ ایک کتاب بھی انہیں لکھی ہوئی دی گی اور وہ کتاب قرآن مجید سے دگنی تگنی بڑی ہے اور وہ امام غائب کے زانو پر رکھی ہوئی ہے اس میں جو کچھ دنیا میں گزر چکا ہے اور آئندہ گزرے گا سب حال من وعن درج ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ علی برحق خلیفہ ضرور ہیں مگر ان کا مرتبہ باقی تین خلفاء سے نیچے ہے۔ فقط۔

یہ تو وہ گروہ ہوئے جو آپ کے مداح ہیں بعض نے مبالغہ اور بہت مبالغہ سے کام لیا ہے۔
اور بعض نے کم مبالغہ سے مگر ان کے بمقابلہ میں مسلمانوں ہی میں کئی گروہ اور موجود ہیں۔ جو آپ کو دشمن اسلام، اول درجہ کا اسلام میں فساد پھیلانے والا، دشمن رسول اور کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں پہلے اسی شخص نے تلوار چلائی اور اسی شخص نے ہمیشہ کے لئے اسلام میں فساد کا بیج بویا۔ یہ بہت ہی چالاک اور لالچی شخص تھا اس نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ عیش ونشاط میں گزارا۔ یہ زندگی میں سدا رسول اللہ کا دشمن رہا اور اس بات کی کوشش میں لگا رہا کہ رسول اللہ کل عہد سے مفتوحہ ممالک کے اور اپنے کل کام یعنی اپنا کل دروبست میرے سپرد کر دیں۔ اس نے ہمیشہ رسول اللہ اور ان کی صاحبزادی خاتون محشر کو رنج دیا۔ رسول اللہ دنیا سے علی سے سخت رنج میں رخصت ہوئے اور ان کی صاحبزادی کو تو جلا جلا کے مار ڈالا زہر دے دیا۔ باوجود خوشحالی اور ثروت ہونے کے بھی بنت رسول پر وہ ظلم کرتا تھا کہ آپ ہی تو چکیاں پسوائیں، مسالے رگڑوائے، کپڑے سلوائے اور پھر پیٹ بھر اور روٹی بھی نہ دی۔ رات دن انکا تعیش رہی اور بندہ آ اللہ نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک دم خوش نہیں گزارا۔ انکی

کوشش تھی کہ سب کچھ میں ہی بن جاؤں ابوبکر کے زمانہ خلافت میں بہت کچھ سازشیں کیں مگر کامیاب نہیں ہوا پھر عمر فاروق کے زمانہ میں سازشوں کے جال بچھائے مگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی باوجود ناکامی کے اس شخص نے اپنی سازشی چالیں بار بار جاری رکھیں اور آخر عثمان کے زمانہ میں پوری بغاوت کرادی محض اس خیال سے کہ لوگ مجھے قاتل عثمان نہ خیال کریں اپنے دو بیٹوں کو عثمان کی نگرانی کے لئے اس وقت بھیجا کہ جب باغیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا اس پر لطف یہ کہ ان کے دونوں صاحبزادے کھڑے بھی ہوئے تو اس دروازہ پر جہاں پہرہ دینا فضول تھا۔ بایں ہمہ علی کی کم عقلی نے اس بات کو آشکار کر دیا کہ عثمان کے خون میں علی کا ہاتھ یقینی ہے علی جوش دشمنی یا طمع خلافت میں اپنے انتقامی جذبات کو نہ دبا سکے اس کے اپنے دو بیٹوں حسن حسین کو تو فرضی نگہبان بنا کے ایک دروازہ پر بھیج دیا مگر اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کو تلوار دے کے بھیجا کہ تو باغیوں کے ساتھ دوڑ گھس جا اور عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کے اس کی گردن کاٹ لا۔ چنانچہ حکم ملتے ہی دوڑ گیا اس نے آگے بڑھ کر داڑھی پکڑ لی تو تلوار مارنی چاہتا تھا کہ عثمان نے پراثر لہجہ میں یہ کہا محمد یہ وہی داڑھی ہے جس کی تیرا باپ عزت کرتا تھا اس جملہ نے بجلی کی طرح اثر کیا اور محمد داڑھی چھوڑ کر باہر نکل آیا محمد بے شک ابوبکر کا بیٹا ہے مگر ابوبکر کے انتقال پر شاید اس کی عمر زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی سال کی ہوگی ابوبکر کی بیوہ سے جس کے بطن سے محمد تھا علی نے نکاح کر لیا اور اب محمد کی پرورش کا بار دوہرا علی ہی پر ہوا گویا محمد علی کا لے پالک بچہ تھا چونکہ بیوی کی خاطر منظور تھی اس لئے علی نے محمد کو بہت محبت سے پالا۔ محمد علی کی ہی کی آغوش میں پلے اور بڑے ہوئے وہ حسنین سے زیادہ علی کی اطاعت کرتا تھا لہذا ان تعلقات کی بناء پر ہوشیار تو درکنار ایک نادان سے نادان شخص بھی یہ نہیں سمجھ سکا کہ ایسا خوفناک اور نازک امر محض باغیوں کے ساتھ محل خلافت میں گھس جاتا اور سب سے پہلے خلیفہ کی ڈاڑھی پکڑ لیتا اور گردن مارنے کے لئے تلوار سونپ لیتا۔ بغیر علی کے حکم اور ہدایت کے نہ محمد کو جرات ہو سکتی تھی نہ وہ ایسا غیر متعلق فعل کر سکتا تھا۔ عثمان کا محمد سے کوئی تنازع نہ تھا نہ اس کے باپ سے کوئی بگاڑ تھا اسے کیا غرض پڑی تھی کہ وہ بیٹھے بٹھائے اتنی بڑی ذمہ داری اور ایک مظلوم خون اپنی گردن پر لے لیتا ایک دوسرا گروہ ہے جو علی کو منافق اور عبد شمس کہتا ہے اس کا یقین ہے کہ علی منافقوں سے ملا ہوا تھا اور ان سے کئی بار رسول اللہ کو زہر دینے کا مشورہ کر

چکا تھا. چونکہ نبی کو کھٹکا تھا انہوں نے جب اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کیا تو یہ اقرار نامہ لکھوالیا تھا کہ فاطمہ کی زندگی میں وہ دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرنے کا مگر علی اس عہد پر قائم نہیں رہا اس نے فاطمہ کی زندگی ہی میں ابوجہل کی بیٹی سے ساز باز شروع کردی یہاں تک کہ منگنی ہوگئی. جب رسول کریم کو معلوم ہوا آپ بہت ناراض ہوئے اور علی پر اپنی سخت ناراضی اور غصہ کا اظہار فرمایا اسی گروہ کا یہ خیال ہے کہ علی کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی مسلمان نہیں ہوا اور اگر ابوبکر و عمر عثمان نہ ہوتے تو کبھی کا رسول اللہ کو مار اُتارتا تھا. ان مختلف خیالات کے لوگ عرصہ دراز سے مسلمانوں میں موجود ہیں اور ان کے نام جدا جدا ہیں رافضی، سنی، بدعتی، خارجی، ناصبی، اور غالی، جو خیالات اوپر ظاہر کیے گئے ہیں وہ ان ہی گروہوں کے ہیں میں نے ان فرقی کتابوں کو غور سے پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ دراصل افراط و تفریط میں یہ کل گروہ ڈوبے ہوئے ہیں یہی یہی باتیں ایک جماعت میں بھی رائج نہیں ہیں واقعات میں جہاں عقاید کا میل ہو گیا پس پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی بھی الگ الگ نہیں ہوسکتا. ہمارے ہاں بڑا ستم یہی ہے کہ تاریخ اور روایت میں عقیدہ کو دخل دے دیا ہے. جس نے واقعات کی صحت کو ملیا میٹ کر خاک میں ملا دیا اس سے لوگ ایسے گمراہ ہوئے کہ ایک ہی شخص کو ایک گروہ آ اللہ سمجھتا ہے تو دوسرا شیطان باہمی منافرت اور پھر عداوت کی یہی وجہ ہوئی کہ ایک شخص کے اصلی حالات پر تو پردہ پڑا رہا اس کے حامیوں نے اُسے آسمان پر چڑھا دیا اور اس کے مخالفین نے اسے تحت الثریٰ میں پہنچا دیا پھر روایت بازی ہونے لگی نسلاً بعد نسل جماعت اور فرقہ بندی ہوتی گئی ایک نے علی کو مشکل کشا کا لقب دیا تو دوسرے نے اسلام میں مشکلات پیدا کرنے والا اسے خیال کیا. ایک مقام پر یا علی کے نعرے سنائی دیتے ہیں تو دوسرے مقام پر لعن طعن کی آوازیں آرہی ہیں. بات اصل یہ ہے کہ تیرہ سو برس میں ابھی تک ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں حضرت علی کے حالات صحیح صحیح بیان کیے جاتے نہ عقیدہ کو کام میں لایا جاتا اور نہ تعصب کو فی الواقع اگر ایسی کوئی کتاب ہوتی تو سنی اور شیعوں میں جو اختلاف پیدا ہو گیا ہے اس میں بہت کچھ سہولت ہو جاتی اس سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا کہ نہ تو حضرت علی آ اللہ کے بھائی اور معصوم قرار دیے جاتے ہیں اور نہ کافر منافق بنائے جاتے قاعدہ ہے کہ جب دو فریق میں ایک معاملہ کی نسبت اختلاف پیدا ہوتا ہے تو رفتہ رفتہ اختلاف کی بہت سی شاخیں نکل آتی ہیں اور وہ روز

بروز بڑھتی جاتی ہیں اور پھر ایک علیحدہ مذہب قائم ہو جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی تو ہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ایسا علیحدہ کر کے دکھا دیں گے کہ پھر سنی و شیعوں میں کسی کو دم زدن کا یارا نہ ہوگا کیونکہ دونوں فریق کی مسلمہ روایتوں سے بحث کی جائے گی اور دکھایا جائے گا کہ روایتوں کے بے سروپا طوفان نے حضرت علی کی اصلی شخصیت کو کس قدر تاریکی میں ڈال دیا ہے کہ ان روایتوں کا دیکھنے والا حضرت علی کے حالات پڑھ کے یہی نہیں سمجھ سکتا کہ حضرت علی انسان تھے یا فرشتہ تھے یا کوئی اور مخلوق تھے ان کی شخصیت مطلق سمجھ میں نہیں آتی ان کے اصلی حالات پر روز پیدائش سے لے کے روز وفات تک ایسا پردہ ڈالا گیا ہے کہ دیکھنے والا پریشان ہو جاتا ہے کہ میں اصلی حالات کا پتہ کیونکر لگاؤں۔ ہم نے اس کی اس قدر تحقیق کی ہے کہ بایدوشاید سالہا سال اسی کی کوشش میں گزار دیے کہ حضرت علی کے صحیح حالات ہم پہنچائیں اور وہ ایسے صحیح حالات ہوں کہ کوئی فریق مطلق ہوں ہاں نہ کر سکے اور اسے ماننا ہی پڑے۔ اسی طرح پھر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے حالات ہیں جن پر پردہ پڑا ہوا ہے کتابوں میں تو سب کچھ موجود ہے مگر ان کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح بحر ذخار میں غوطہ لگانے اور جستجو کرنے کے بعد مشکل سے موتی ہم پہنچتا ہے اسی طرح بیسوں ضخیم ضخیم کتابوں میں دیکھنے کے بعد صحیح واقعات بمشکل ملتے ہیں مگر جو وہ واقعات مل جاتے ہیں تو جس طرح پانی کا نکلا ہوا موتی بغیر کسی اختلاف کے درشاہوار تسلیم ہوتا ہے اسی طرح یہ چھنے ہوئے صحیح واقعات تاریخ کے زریں صفحات بن جاتے ہیں ان میں خاص طور پر ایک کشش کا مادہ ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ کیونکہ جب صداقت میں ایک زبردست قوت مانی گئی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ صحیح حالات میں وہ قوت نہ ہو اور لوگ خواہ کسی عقیدہ اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں۔ ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ پہلے حضرت علی کے واقعات زندگی صحیح صحیح اور پورے درج کر دیں اور پھر حضرت امام حسن اور امام حسین کے حالات زندگی ضبط تحریر میں لے آئیں مگر محض واقفیت عامہ اور ساتھ ہی تفنن طبع کے لئے یہ انتظام کریں گے کہ ہر صفحہ کے دو حصے قرار دیں گے ایک اوپر والے حصہ میں تو اپنی تحقیق سے واقعات درج ہوں گے اور نصف ذیل کے حصہ میں جسے لوگ حاشیہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں من وعن وہ حالات لکھ دیں گے جو ہمارے شیعی بھائیوں کے مایہ ناز ہیں بلکہ ان

کے کل مذہب کا دار و مدار ان ہی حالات پر ہے. وہ حالات حقیقت میں ایسے دل کش ہیں کہ جنہیں قصہ یا ناول خوانی کا مذاق ہوگا وہ ان حالات کے پڑھنے کے بعد پھر کسی قصہ یا ناول کو ہاتھ بھی نہ لگائیں گے انہیں کہیں بوستان خیال کا مزا آئے گا کہیں فسانہ عجائب کا کہیں داستان امیر حمزہ کا کہیں الف لیلہ اور کہیں چار درویش کا وہ وہ واقعات ہوں گے کہ جن کے پرکھنے یعنی انتقاد کی مطلق ضرورت نہیں ہونے کی جس طرح قصہ کہانیوں کے واقعات پر نکتہ چینی کی ضرورت ہوتی ہے. نہ جانچنے اور نہ انتقاد کی اور پڑھنے والا محض یہ خیال کر کے یہ سب خیالی باتیں ہیں تفنن طبع کے طور پر پڑھے چلا جاتا ہے اسی طرح حضرت علی اور حضرت حسین کے حالات ہوں گے جو علماء شیعہ نے ترتیب دیئے ہیں اور جن پر شیعی مذہب کا دار و مدار ہے. یہ حالات جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا ہے حاشیہ میں درج ہوں گے ان حالات کو خوب غور کے بعد پڑھنے سے آپ پر روشن ہو جائے گا کہ جس گروہ نے ایسی ایسی خیالی باتیں اپنے ائمہ کی نسبت تراش لیں جن کے آگے بوستان خیال کے سارے قصے گرد ہو گئے اس کے آگے یہ کونسی بڑی بات تھی کہ وہ شہادت حسین کا ایک فسانہ ایجاد کرتا اور اس میں اس کوشش سے خیال آفرینیوں کا طومار جمع کرتا کہ مشاق سے مشاق قصہ گو بھی منہ چاٹتا ہوا رہ جائے اس کے علاوہ کم سے کم ایک خیال کے مطابق اور سب سے مقدم دوسرے خیال کے مطابق یہ ضرور کیا جائے گا کہ ان تینوں باپ بیٹوں کے واقعات زندگی کو قرآن مجید یعنی فرقان حمید سے جانچا جائے کہ وقتاً فوقتاً جن واقعات کا حدوث ان کے ذمے لگایا جاتا ہے آیا وہ باتیں قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہیں؟ اور جب خلاف ثابت ہو گئیں تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا ان بزرگوں سے توقع کی جائے کہ وہ باوجود علم کے ایسی صریح مخالفت قرآن مجید کی کرتے تھے یہاں تک کہ گویا انہوں نے کلام اللہ کو پس پشت ڈال دیا تھا ہم ایسا خیال بھی نہیں کر سکتے نہ ان کی ذات سے ہمیں ایسی امید رکھنی چاہیے. یہ بات تو اور ہے کہ انسان سے اغلاط یا کسی فروگزاشت کا ہونا خلاف قیاس ہے مگر یہ عقل باور نہیں کرتی کہ عمر بھر وہ غلطیاں ہی کرتا رہے اور کبھی اپنی اغلاط کی اصلاح نہ کرے. مشکل ایک اور بھی ہے اور اس میں سنی شیعہ دونوں ہی گرفتار ہیں یعنی یہ لوگ اپنے بزرگوں کے حالات انہیں اپنا سا انسان سمجھ کے نہ لکھتے ہیں نہ ترتیب دیتے ہیں نہ پڑھتے ہیں بلکہ عقیدہ نے انہیں مجبور کر دیا ہے کہ جب وہ بزرگوں کے حالات جمع

کریں تو ان کی انسانی ہستی سے ایک بالاتر ہستی قرار دیں اور بَشَـرٌ مِثْلُکُم کو بھول کے انہیں ایک ایسی ذات خیال کریں. جو اللہ تعالیٰ سے کسی قدر کم مگر باقی گزشتہ و موجود اور آئندہ و مخلوق سے بالاتر ہو جنکا قیام سات آسمانوں کے بیچ میں یا عرش اللہ تعالیٰ کے مضافات یا قرب وجوار میں ہو اب خیال کیجئے جب ایسی بنیاد و قائم کی جائے اور اسی بنیاد پر اپنے عقائد کی عمارت چنی جائے تو پھر فرمایئے اصلی واقعات کا کیسا بیج مارا جائے گا اور سوائے خوش عقیدہ کی خیال آفرینیوں اور تخیل کی تیز روی کے آگے صداقت بالکل گرد ہو جائے گی. مسلمانوں کی بد مذہبی یا ضعف اسلام کی بڑی بھاری وجہ یہی ہے کہ وہ بزرگوں کے حالات قصہ کہانیوں کے طور پر پڑھنے کے عادی ہیں جس سے نفس اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم میں بہت کچھ رکاوٹ پیدا ہوگی اور اسی رکاوٹ کی وجہ ہے کہ آج مسلمان ایسے ذلیل بن رہے ہیں. بد قسمتی سے مسلمانوں میں دو گروہ ایسے پائے جاتے ہیں جن کے عقائد اور مذہب کا دارومدار محض لاطائل قصے کہانیوں کے سوا واقعات پر مطلق نہیں ہے ان میں سے ایک گروہ شیعوں کا ہے اور دوسرا گروہ دوسرا گروہ صوفیوں کا شیعوں میں فرضی اہل بیت اور فرضی ائمہ کی کہانیاں اس کثرت سے رائج ہیں کہ اگر انہیں ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایسا انبار قصے کہانیوں کا جمع ہو جائے کہ بوستان خیال، فسانہ عجائب، الف لیلہ کا جن اور اس کے کرتب گرد ہو جائیں اسی طرح اگر صوفیوں کے فرضی اور اصلی پیروں کے معجزوں یا کرامتوں کو ترتیب دیا جائے تو پیچ داستان امیر حمزہ ہی نہیں بلکہ بوستان خیال کی آفرینیاں ان کے آگے پانی بھرنے لگیں. فی الواقع یہ قصے کہانیاں ان فسانوں کے آگے جو دونوں گروہوں کے عقائد کی بنا قرار دیئے گئے ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتے ایک سے ایک زیادہ اور ایک سے ایک مبالغہ آمیزی میں بڑھ کے رکھتا ہے اگر شیعہ اپنے کسی اصلی یا فرضی امام کے معجزات یا کہانیوں کا ایک دفتر بے پایاں رکھتے ہیں تو صوفی اپنے ایک ایک پیر کی کرامتوں کا وہ عظیم الشان دفتر رکھتے ہیں کہ اس میں سے کئی بوستان خیال ترتیب پا سکتے ہیں. ایک طرف شیعوں نے اپنے امام کو معصوم ہی نہیں بلکہ کل خدائی قوتوں کا بازگشت قرار دیا ہے تو دوسری طرف صوفیوں نے تمام عرش آسمانی کی کنجیاں اپنے پیروں کے سپرد کر کے انہیں خدائی کا مالک بنا دیا ہے. مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھا چڑھا ہے اور اتنا بڑھا چڑھا ہے کہ بس ان کے خیالات کے پرواز کی کوئی حد ہی متعین نہیں کر سکتا. ہمیں اس مقام پر

صوفیوں کی کہانیوں سے بحث نہیں ہے کیونکہ اس کتاب کا یہ موضوع ہی نہیں ہے بلکہ ہمیں اپنے
احباب شیعوں کی بلند پروازیوں کا تماشا دکھانا ہے۔ واللہ باللہ ثم باللہ کسی مصور کا خودسر قلم اور کسی شاعر کا
بے لگام خیال بھی ان کی تگ و دو کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ جب کوئی شخص انسانی
اوصاف سے منزہ ہوتا ہے تو ناچار اس کے معتقد اس کا انسانی جامہ اتار لیتے ہیں اور اسے ایک ایسا
فوق الفطرت انسان نہیں بلکہ ایک خیالی حلہ پہنا دیتے ہیں کہ وہ گو انسان کی جون میں تو نہیں رہتا ہاں
ایک ایسی ہستی بن جاتا ہے جس کے سمجھنے کے لئے صرف خیال تو کچھ مدد دے سکتا باقی واقعات ہیں
آنکھیں اسے دیکھنے اور ایک صحیح دماغ اسے سمجھنے میں مجبور ہو جاتا ہے مثلاً وہ شخص بغیر پروں کے آسمان
پر اڑایا جاتا ہے ہوا اسے اپنے کاندھوں پر بٹھا کے سات آسمانوں کی سیر کراتی ہے۔ وہ فرشتوں میں ہو
کے گزرتا ہے ان کے جھگڑوں کو چکاتا ہے اور اگر ضرورت ہوتی ہے تو تلوار سے فرشتوں کے دو فریق
میں فیصلہ کرتا ہے۔ وہ دم کے دم ہزاروں لاکھوں فرشتوں کو قتل کر ڈالتا ہے جن کا خون مثل بارش کے
زمین پر برستا ہے اور پھر غالب فریق کو آسمان کے اس حصہ کی حکومت دیکھے چلا آتا ہے وہ اللہ کی
ذات کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی ابتدا اور انتہا نہیں ہے اسی طرح اس کی
ذات کی بھی ازلیت اور ابدیت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کرۂ ارض کو پیدا کرتا ہے اور یہاں جتنے
واقعات ہوتے ہیں سب کو اسی شخص یا روح کے ہاتھ سے کراتا ہے۔ مثلاً طوفان نوح جب دنیا میں آیا
علی کا نام و نشان نہ تھا مگر وہ فوراً آسمان پر سے بھیجے گئے تا کہ نوح کی کشتی کو طوفان سے بچا لیں کہ اسی اثنا
ء میں ایک بدکردار زردشت دو جن پیدا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ علی کے ہاتھ سے بچا کے نوح کی کشتی کو
معہ نوح کے ڈبو دے مگر علی کے ایک کے تلوار کا ایک ہاتھ اسے مارتے ہیں اس کا ہاتھ کٹ جاتا ہے اور
وہ چیختا ہوا اور روتا ہوا بھاگتا ہے اور اس طرح علی اس ظالم کے پنجے سے نوح کو بچا لیتے ہیں اور پھر ہوا
میں اڑ کے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور جب ہزاروں برس کے بعد خاتم النبیین پیدا ہوتے ہیں تو علی
بھی انسانی جون میں اس دنیا میں بھیجے جاتے ہیں تا کہ اشاعت دین حق میں خاتم النبیین کے مددگار
ثابت ہوں کہ اسی اثناء میں جب کہ رسول اللہ اپنے صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے ہیں یکا یک ایک
یک دست جن حاضر دربار نبوی ہوتا ہے اور کچھ عرض کرتا ہے اتنے میں ابو طالب کے صاحبزادے علی

آ موجود ہوتے ہیں وہ جن آپ کی صورت دیکھ کے خوفزدہ ہو کر کانپنے لگتا ہے۔ خاتم النبیین وجہ دریافت فرماتے ہیں جن کہتا ہے کہ یہ کون نوجوان ہے اس سے میں لرز رہا ہوں خاتم النبیین فرماتے ہیں یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرا جانشین ہے میرا بلا فصل خلیفہ ہے مگر تیرا اور میرے اس بھائی کا کیا تعلق تو کیوں کانپا جاتا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ کئی ہزار برس پہلے طوفان نوح میں جب میں نے نوح کی کشتی ڈبونی چاہی تو اسی جوان نے بڑھ کے ذوالفقار کا ایک ہاتھ مارا اور میرا ہاتھ کٹ گیا۔ خاتم النبیین نے اور صحابہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا دیکھا یہ ہے میرا وصی جس نے نوح کی اس خوفناک جن سے جان بچائی۔ پھر دربار نبوی میں کسی روز ایک کوئیں کے ڈول کی بحث ہوتی ہے کہ فلاں کوئیں میں جب کوئی شخص پانی بھرنے کے لئے ڈول ڈالتا ہے تو اس کا ڈول کوئیں کے اندر کاٹ لیا جاتا ہے۔ خاتم النبیین ابوبکر سے ارشاد کرتے ہیں کہ تم جاؤ اور اس کوئیں سے پانی بھر کے لاؤ وہ خائف و ترسا جاتے ہیں کوئیں میں ڈول ڈالتے ہیں اور ان کا ڈول بھی کاٹ لیا جاتا ہے۔ پھر عمر اور عثمان باری باری سے آتے ہیں اور اپنے اپنے ڈول کھو کے گردنیں جھکائے شرمندہ صورت رسول اللہ کے دربار میں چلے آتے ہیں پھر رسول اللہ اور صحابہ کی طرف نظر فرماتے ہیں مگر کوئی کوئیں سے ایسی خوفناک بازی کھیلنے کے جرات نہیں کرتا اخیر اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب پر نظریں اٹھتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں کوئیں پر پہنچ کے ڈول ڈالتے ہیں آپ کا ڈول بھی مثل اوروں کے پکڑا جاتا ہے مگر آپ ڈول کے رکتے ہی فوراً کوئیں میں کود پڑتے ہیں۔ دیر تک تیرتے رہتے ہیں اخیر ایک دروازہ کی چوکھٹ پر آپ کا ہاتھ پڑتا ہے۔ آپ چوکھٹ پکڑ کے آگے نکلتے ہیں تو اپنے کو ایک جنگل میدان میں پاتے ہیں۔ ذوالفقار کا گتکا گلے میں ڈالے ہوئے آگے بڑھتے ہیں تو آپ کو کچھ گرد سی اڑتی ہوئی نظر آتی ہے جب آپ اس گرد کے قریب ہوتے ہیں ایک جرار لشکر آپ کو دکھائی دیتا ہے جو آپ پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا چلا آتا ہے آپ تلوار سوت کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اب جنگ شروع ہو جاتی ہے آپ اس لاکھوں سپاہ میں میں گھس جاتے ہیں ایک وار میں ہزاروں گردنیں آپ کے آگے آ پڑتی ہیں غرض کئی گھنٹے تک فرضی ذوالفقار فرضی میدان اور فرضی فوجوں میں چلتی رہتی ہے اور جب سروں کے کئی ٹیلے بن جاتے ہیں تو مخالف بھاگ کھڑے ہوتے ہیں آپ ہوا کے تخت پر بیٹھ کے

ان کا تعاقب کرتے ہیں اور پھر قتل عام شروع ہوتا ہے۔ آخر فوجوں کا بادشاہ دست بستہ حاضر ہوتا ہے اسلام قبول کرنے کی آرزو کرتا ہے۔ اس کی خطا بخشی کی جاتی ہے اور اس سے کلمہ پڑھوا لیا جاتا ہے۔ یہ ساری سرکش جنات کی قرار دی گئی ہے جسے علی بن ابی طالب نے قتل کیا تھا۔ کئی گھنٹے کی غیر حاضری سے مدینہ میں تہلکہ مچ جاتی ہے کہ علی کہاں غائب ہو گئے۔ خاتم النبیین پریشان ادھر ادھر پھر رہے ہیں کہ میرا وصی کوئی میں کہاں غائب ہو گیا کہ یکایک علی خون ٹپکتی ہوئی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے کہیں سے برآمد ہو جاتے ہیں اور قتال و جدال کا سارا قصہ حضور نبوی میں عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اتنے عرصے میں بچاس ساٹھ لاکھ جنوں کو میں نے قتل کیا ہے۔ سب سن کے ششدر رہ جاتے ہیں اور خاتم النبیین فرماتے ہیں دیکھو میرا انتخاب کیسا اچھا ہے۔ ایک دن خاتم النبیین دربار فرما رہے ہیں سب صحابہ معہ ابوبکر وعمر عثمان حاضر ہیں کہ اتنے میں رسول کریم فرماتے ہیں کوئی ہے جو اصحاب کہف سے مل کے آئے ان سے باتیں کرے ان کا حال دریافت کرے اور ساری موجودہ حالت ان کی دیکھ کے آئے۔ سب یہ سن کے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں بدن میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسول کریم پھر دریافت فرماتے ہیں بولو بولتے کیوں نہیں۔ اب بھی سوائے خاموشی کے اور کوئی جواب نہیں دیا جاتا کہ اسی اثنا میں علی بن ابی طالب آگے بڑھتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ مجھے حکم ہو میں اصحاب کہف سے مل کے اور ان کے کل حالات دریافت کر کے آتا ہوں۔ یہ سن کے حضور انور مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے اور اسی خوشی کے عالم میں مجمع کی طرف خطاب کر کے فرماتے ہیں دیکھو یہ ہے میرا بھائی یہ ہے میرا وصی اور یہ ہے میرا خلیفہ۔ پھر علی آسمان کی طرف دیکھ کے کچھ پڑھ کے پھونکتے ہیں کہ فوراً ہوا کا تخت رواں آ موجود ہوتا ہے اور صحن مسجد میں ایک ادھم مچ جاتی ہے۔ علی حضور انور نبوی میں عرض کرتے ہیں کہ ابوبکر وعمر و عثمان کو میرے ساتھ کر دیجئے۔ چنانچہ ان تینوں کو حکم ہوتا ہے اور یہ تینوں اس طرح رواں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ علی حکم دیتے ہیں کہ تخت اڑے تخت فوراً حرکت میں آتا ہے اور آہستہ آہستہ اوپر کی طرف اٹھ کے پھر یکایک غائب ہو جاتا ہے اور فضا میں مطلق نظر نہیں آتا۔ یہ تخت بلند ہوتا ہے اور خوب بلند ہوتا ہے ابوبکر ڈرتے ہیں ابو طالب کے صاحبزادے کہتے ہیں ڈرو نہیں آخر میں بھی تو تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں۔ غرض خوب کل کرہ ارض کا چکر لگایا جاتا ہے اور پھر ہوا کا تخت رواں ایک پہاڑ کے دامن میں جا

کے قرار پکڑتا ہے۔ علی معہ ابوبکر و عمر و عثمان اس تخت سے اترتے ہیں اور پہاڑ کے دامن ہی دامن میں ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں کہ جہاں ایک وزنی اور بہت وزنی پتھر کسی دروازہ پر حائل نظر آتا ہے۔ علی یہاں ٹھہر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی اصحاب کہف کی سکونت کی جگہ ہے۔ اس پتھر کو یہاں سے ہٹانا چاہتے ہیں کہ یہی اصحاب کہف کی سکونت کی جگہ ہے اس پتھر کو یہاں سے ہٹانا چاہتے ہیں ابوبکر و عمر و عثمان پہلے علیحدہ علیحدہ اور پھر تینوں مل کے زور لگاتے ہیں مگر پتھر ذرا سا بھی نہیں سرکتا. یہ تینوں جب زور لگا کے تھک جاتے ہیں تو ابوطالب کے صاحبزادے انہیں ہٹا کے آگے بڑھتے ہیں اور پتھر کو اٹھاتے کے دور پھینک دیتے ہیں۔ کہ یکا یک دروازہ نمودار ہو جاتا ہے آپ اندر داخل ہوتے ہیں اور ان تینوں کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں اندر گھس کے دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا مکان ہے اصحاب کہف جن کی پلکیں سفید ہو کے زمین پر لٹک آئی ہیں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کا کتا بیٹھا ہوا دم ہلا رہا ہے. پیروں کی آہٹ سن کے اصحاب کہف ہاتھوں سے اپنی پلکوں کا پردہ اٹھاتے ہیں اور اوپر نگاہ کر کے دیکھتے ہیں اور سخت متعجب ہو کے کہتے ہیں ہائیں خاتم النبیین کے وصی کہاں آگئے پھر علی ان ہی کی زبان میں ان سے باتیں کرتے ہیں جس زبان کو ان کے تینوں ساتھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے بعد علی باہر نکل آتے ہیں لیکن باہر نکلنے سے پہلے خاتم النبیین کا سلام انہیں پہنچا دیتے ہیں۔ جب باہر آتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے مسکرا کے کہتے ہیں کہ اس پتھر کو اٹھاؤ اور یہاں رکھ دو ساتھی خوفزدہ ہو کے کہتے ہیں اے وصی رسول بھلا ہم میں یہ تاب و تواں کہاں ہم اگر سو آدمی بھی ہوں جب بھی اس پتھر کو جنبش نہیں دے سکتے یہ تو آپ ہی کا کام ہے۔ یہ سن کے ابوطالب کے صاحبزادے مسکراتے ہیں اور بہت بے تکلفی سے وہ پتھر اٹھا کر جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور پھر ہوا کے تخت رواں پر بیٹھ کے دربار میں حاضر ہو جاتے ہیں اور رسول کریم سے سارا قصہ عرض کر دیتے ہیں۔ اور قصہ سنتے کہ دربار نبوی میں یکا یک فرشتوں کا نزول شروع ہوتا ہے۔ صحابہ دیکھ کے گھبرا جاتے ہیں کہ آج غول کے غول فرشتوں کے کیوں آرہے ہیں چنانچہ وہ سب فرشتے صف بستہ مسجد نبوی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خاتم النبیین دریافت فرماتے ہیں تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے فرشتے جواب دیتے ہم میں سخت تنازع ہو رہا ہے اور عنقریب تلوار چلنے کو ہے۔ ہم مظلوم ہیں اور ہم پر اور ہماری جماعت پر فریق مخالف نے یہ ستم برپا کر رکھا ہے

ہم نے جناب باری میں فریاد کی تھی وہاں سے حکم ملا کہ زمین پر جاؤ میرے نبی کے دربار میں حاضر ہو وہاں تمہیں نبی کا وصی ملے گا وہ تمہاری داد کو پہنچے گا لہذا ہم حضور نبوی میں حاضر ہوئے ہیں اپنے وصی کو حکم دیجئے کہ وہ ہم ستم رسیدوں کی مدد کرے. رسول کریم اپنے سب صحابہ کی طرف خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم میں سے ایسا کوئی ہے جو ان فرشتوں کی داد کو پہنچے سب لرزاں و خائف نیچی نظریں کر لیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم میں یہ مجال نہیں ہے کہ ہم آسمان پر جائیں فرشتوں سے قتال کریں اور فریق مظلوم کی داد کو پہنچیں. پھر رسول کریم اپنے بھائی اپنے وصی یعنی ابو طالب کے صاحبزادے کی طرف دیکھتے ہیں. علی اپنی ذوالفقار آگے کر کے اس اہم اور خون ریز کام کو اپنے ذمے لے لیتے ہیں. اور حکم ہوتے ہی ایک فرشتہ کے پروں پر بیٹھ کے آسمان پر اڑ جاتے ہیں اور وہاں جا کے ظالم سرکش بے دین گروہ پر حملہ کرتے ہیں. یہ سرکش فرشتے علی پر ٹوٹ پڑتے ہیں. ذوالفقار میان سے نکل آتی ہے پھر جو بازار جدال و قتال گرم ہوتا ہے الحفیظ ۃ. آسمان سے خون کی بارش شروع ہو جاتی ہے مدینہ کے راستے خون میں ڈوب جاتے ہیں. راستہ چلنا مشکل پڑ جاتا ہے مگر علی اتنا احسان کرتے ہیں کہ چند وفادار فرشتے مسجد نبوی میں متعین کر دیتے ہیں کہ سرکش باغی فرشتوں کا خون نہ مسجد نبوی میں داخل نہ اس پر اس سے. غرض جب پچاس ساٹھ لاکھ باغی فرشتہ قتل ہو چکتا ہے تو بقیۃ السیف منہ تنکے لے کے ابو طالب کے صاحبزادے کے قدموں پر آ گرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ ذوالفقار کو نیام میں کر لیا جائے ہم نے اپنے کئے سزا پائی. علی ان کی التجا قبول کر کے ان کی خطا معاف کر دیتے ہیں اور پھر کسی فرشتہ کے پروں پر بیٹھ کے مدینہ چلے آتے ہیں اور حضور انور نبوی میں حاضر ہو کے یہ سرگذشت خون آلود داستان سنا دیتے ہیں. منجملہ ہزاروں دل کش داستانوں کے سب سے بڑی دلکش داستان جبرئیل اور علی کے تعلقات کی ہے اور یہ ایسی عجیب و غریب کہانیاں ہیں کہ ان سے دل کش شاید کوئی مشرقی کہانی ہو اب آپ نمبروار ملاحظہ فرماتے جائیے. حضرت علی متفکر بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ دوسرے دن عید ہے اور ان کے بچوں کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہیں کہ یکا یک دستک کی آواز آتی ہے. آنے والے شخص کو اندر بلایا جاتا ہے تو یہ تماشا نظر آتا ہے کہ جبرائیل امین کے سر پر کپڑوں کی کشتی ہے اور وہ آ کے اسی ہیت کذائی سے سلام کرتے ہیں. حضرت علی دریافت کرتے ہیں کہ جبرئیل تم کیسے آئے اور

یہ کیا لائے. جبرئیل اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچوں کے لئے کپڑوں بھیجے ہیں. یہ بہشت کے بنے ہوئے اور حوروں کے ہاتھ کے سلے ہوئے ہیں. آپ اس وقت غمگین تھے آپ کا غمگین ہونا اللہ کو رنجیدہ بنا دیتا ہے اس نے فوراً جوڑوں کی تیاری کا حکم دیا اور جب وہ تیار ہو گئے تو مجھے حکم ہوا کہ تو جا اور بچوں کو جا کے دے. چنانچہ کپڑوں کے جوڑوں کی کشتی سر پر رکھ کے میں بہشت سے آیا ہوں یہ سن کے علی نے کپڑے لے لئے اور اپنے بچوں کو وہ کپڑے دیئے بچے ان کپڑوں کو دیکھ کے بہت خوش ہوئے.
دوسرے دن عید تھی کپڑے تو اللہ تعالیٰ نے بھیج دیئے تھے مگر کھانے کو کچھ نہ تھا. بچے ضد کرنے لگے کہ ہمیں سودا سلف لا دو آج عید کا دن ہے. یہ سن کے علی مغموم ہوئے کہ ہاتھ میں پیسہ نہیں کھانے کو تو ہے انہیں سودا کہاں سے لا کے دوں اسی فکر میں سر پکڑے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک دروازہ پر پھر دستک کی آواز آئی. آنے والے کو حسب قاعدہ اندر آنے کی اجازت دی گئی جب وہ مکان میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ جبرئیل ہے. سر پر خوان ہے اس پر خوان پوش پڑا ہوا ہے. بے چارے جبرئیل نے وہ خوان سر پر سے اُتارا اُسے کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ بہشت کے تر و تازہ میوے ہیں. جبرئیل نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ خاص میوے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے آپ کے اور آپ کے بچوں کے لئے بھیجے ہیں. اُسے معلوم ہوا تھا کہ آپ کے بچے ضد کر رہے ہیں کہ آج عید کا دن ہے. ہمیں پھل ترکاری بازار سے لا دو اور آپ بے روپیہ ہونے کی وجہ سے غمگین تھے. چنانچہ مجھے حکم ہوا کہ بہشت کے خاص خاص میوے توڑ کے ابھی لے جا. میں نے فی الفور حکم کی تعمیل کی اور میں یہ میوے لایا ہوں آپ بھی کھایئے اور اپنے بال بچوں کو بھی کھلایئے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز دلکش داستان سنئے آپ کی یعنی حضرت علی کی جوتی ٹوٹ گئی ہے اور آپ اس کے سینے کے فکر میں ہیں. ڈورا اور سوئے کی تلاش میں پریشان ہیں کہ آپ نے آنکھ اُٹھا کے دیکھا تو جبرئیل تو کھڑے ہوئے ہیں ہاتھ میں سوا اور ڈورا ہے علی کہتے ہیں جبرئیل تو نے کیوں تکلیف کی جبرئیل جواب دیتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہوا کہ میرے حبیب کا وصی اس وقت متفکر ہے اور جوتی گانٹھنے کے لئے اس کے پاس سوا اور ڈورا نہیں ہے تو ابھی جا اور اس کی جوتی گانٹھ کے آ. چنانچہ جوتی جبرئیل کو دے دی جاتی ہے اور وہ اُسے گانٹھ کے آسمان پر اڑ کے چلے جاتے ہیں. اور سنئے علی گھر میں آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ چولہا گرم نہیں ہے اپنی بیوی یعنی بیوی فاطمہ

حضرت خاتون محشر سے دریافت کرتے ہیں کہ آج کچھ پکایا نہیں وہ جواب دیتی ہیں کہ چکی پیستے پیستے
میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، آج ان چھالوں میں ایسی تکلیف تھی کہ میں چکی نہ پیس سکی اس
لئے روٹی نہیں پکی۔ علی پریشان ہو کے بیٹھ جاتے ہیں، کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں دستک کی آواز
آتی ہے۔ پردہ ہونے کے بعد دستک دینے والے کو اندر بلایا جاتا ہے، دستک دینے والا جب اندر آتا
ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل ہے۔ حضرت علی متحیر ہو کے دریافت کرتے ہیں کہ جبرئیل تم کہاں۔
جبرئیل جواب دیتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں جا کے آپ کا آٹا تیار کر دوں اور چکی پیس
دوں۔ جبرئیل کو غلہ دے دیا جاتا ہے اور چکی چلادی جاتی ہے۔ چنانچہ پیسنے بیٹھ جاتے ہیں اور آٹا تیار کر
کے چلے جاتے ہیں۔ جب آٹا تیار ہو جاتا ہے اور پردہ ہو چکتا ہے تو علی خاتون محشر سے کہتے ہیں کہ
لو روٹی پکا لو آٹا تیار ہے۔ خاتون محشر ہاتھ دکھا کے کہتی ہیں چھالے ہتھیلیوں میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ نہ
میں چکی پیس سکتی تھی نہ روٹی پکا سکتی ہوں علی یہ سن کے پھر متفکر ہو جاتے ہیں کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں
پھر دستک کی آواز آتی ہے۔ دوبارہ پردہ ہوتا ہے اور دستک دینے والا اندر بلایا جاتا ہے۔ جب وہ اندر
آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل ہیں علی متعجب ہو کے دریافت فرماتے ہیں تم آج اللہ کے پاس کی کیا
خبر لائے جبرئیل دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ سب خیر سلا ہے میں فقط روٹی پکانے آیا ہوں کیونکہ
آپ بہت بھوکے ہیں اور خاتون محشر آپ کی بیوی اور بنت رسول چھالوں کی وجہ سے مریض ہیں۔
لہذا بحکم اللہ تعالیٰ سے میں روٹی پکانے آیا ہوں۔ غرض جبرئیل آگ سلگاتے ہیں ایندھن کم ہوتا ہے تو
لکڑیاں چننے کے لئے جنگل چلے جاتے ہیں ہیں اور حضرت علی کے لئے روٹی تیار کر دیتے ہیں اور
جب اپنے فرض سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک فراٹا بھر کے آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور بچے امام
حسین بچوں میں کھیلتے کھیلتے کہیں دور نکلے چلے جاتے ہیں اور پھر گھر کا رستہ بھول جاتے ہیں یہاں
حضرت علی اور خاتون محشر سخت پریشان ہوتی ہیں اور پھر علی اپنے بچے کو ڈھونڈنے نکلتے ہیں مگر امام حسین
نہیں پاتے اور وہ بادل بہ یاس آہ کے نعرے مارتے ہوئے واپس آ جاتے ہیں۔ گھر میں ایک شور
قیامت ہوتا ہے جب بے تابی اور غم کی حد ہو جاتی ہے تو حضرت علی جو دروازہ کے باہر کھڑے ہوئے
ہیں دیکھتے کیا ہیں کہ جبرئیل انگلی پکڑے ہوئے امام حسین کی آ رہے ہیں حضرت علی اپنے بچہ کو دیکھ کے

خوش ہو جاتے ہیں جبرئیل امام حسین کا ہاتھ میں ہاتھ دے کے آسمان پر پرواز کر جاتے ہیں۔ غرض اسی قسم کی اور بہت سی دلکش کہانیاں جو آپ آگے مصر پور اور نشان کے بالتفصیل ملاحظہ کریں گے۔
آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب کسی شخص میں کوئی انسانی جوہر نہیں ہوتا اور نہ ان سے اس کی زندگی میں کارنمایاں ہوتے ہیں تو اس کے معتقد مجبوراً اسے انسانیت سے خارج کر کے کوئی ایسی روحانی یا اللہ تعالیٰ قوت بنا دیتے ہیں کہ جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا اسی بنا پر خیالی قوت سے صدہا کہانیاں تراش لی جاتی ہیں۔ اور وہ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں کہ دنیا کے کل قصے ان کے آگے گرد ہو جاتے ہیں۔
جن کہانیوں کا نمونہ آپ نے اوپر دیکھ لیا۔ اسی طرح شیعوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت علی کی ذات انسانی صفات سے خالی ہے۔ نہ انہوں نے اپنی زندگی میں ایسے کارنمایاں کئے کہ وہ بیان کرنے کے قابل ہوں تو انہوں نے مجبوراً حضرت علی کو ایک ایسی ہستی تسلیم کیا جس ہستی میں انسانیت کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکے اور جو ہستی اخیر جا کے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے ساتھ ٹکر کھائے ایرانیوں کی چرب زبانی اور داستان گوئی آج تمام دنیا میں مسلم ہے لہذا اس داستان گوئی کی قابلیت سے انہوں نے علی کے بارے میں اپنے تخیل کی بلند پروازی پوری دکھادی اور ایسی دکھادی کہ دنیا کا کوئی خیال یا شخص تخیلہ آئندہ ایسی کہانیاں ایجاد کرنے سے عاجز ہو گی ہم چاہتے ہیں کہ پہلے ان کہانیوں کا انتخاب کر دیں اور پھر باقاعدہ حضرت علی کے سوانح عمری تحریر کریں تا کہ کی بلند پروازی سے بالکل ازادیا ہوا اور اللہ قدروں کے ہم پلہ بنا کے اسی کے مطابق صدہا کہانیاں گھڑ لی ہوں ان کے آگے حضرت امام حسین کی شہادت کی کہانی بنانے میں کیا دقت تھی ہے اور شکل ہی کیا ہے کہ وہ شہادت کی کہانیاں گھڑ دیں۔ بہر حال شہادت حسین کی کہانیوں کا بیان تو اپنے موقع پر آئے گا پہلے آپ ان کہانیوں کو سنئے جو ان کے والد علی کی نسبت بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ نمبروار وہ کہانیاں مصر پور اور نشان کے یہ ہیں۔

ا۔ جنوں کا قتل عام (از بحار الانوار ترجمہ جلد ۹ صفحہ ۳۳۴)

ﷺ (بحار الانوار) ایک ضخیم کتاب ہے جو کئی جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ شیعی مذہب کی معتبر کتابوں میں اس کا شمار ہے جتنی کتابیں اردو فارسی کی اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں سب کو بحار الانوار کا خلاصہ سمجھنا چاہیے۔ یہ اتنی بڑی کتاب ہے کہ اگر اس کا پورا ترجمہ شائع کیا جائے تو بوستان خیال کے برابر ہو جائے اور تعجب نہیں کہ اس سے بھی ضخامت میں بڑھ جائے۔ شیعوں کو اپنی اس عظیم کتاب پر بہت بڑا ناز ہے ان کی مجالس میں اس کتاب

کی روایتیں بڑی دھوم دھام سے پڑھی جاتی ہیں. جن لوگوں نے شیعوں کی تصانیف دیکھی ہیں وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ عموماً کل تصانیف میں بطور شہادت یا بطور سند بحار الانوار کی روایتیں پیش کی گئی ہیں. ایک ایک جلد بہت ہی ضخیم اور طولانی ہے اور ان کل جلدوں میں اسی قسم کی لغو کہانیاں بھری پڑی ہیں اس کتاب کو بغور دیکھنے کے بعد ہر شخص یقین کرے گا کہ حضرت علی کی شیعی مذہب میں ایک ایسی ہستی تسلیم کی گئی ہے جو انسانیت سے بالاتر اور اللہ کی ذات سے ملی جلی ہے حضرت علی کی آگے پیغمبروں کو لاشے محض سمجھا گیا ہے. اور انہیں بالکل بے بس مانا گیا ہے برخلاف حضرت علی کے کہ وہ ہر مقام پر مثل اللہ کے دکھائے گئے ہیں انہیں ایک ایسی ہستی تسلیم کیا گیا ہے جو اللہ کی ہستی سے ٹکر کھاتی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علی کی صورت میں دنیا میں آیا تھا. مقابلے میں خاتم النبیین کی توہین کی گئی ہے اور جا بجا جہاں محمد علی کا ذکر آیا ہے وہاں محمد کو علی کا دوست قرار دیا گیا ہے. سردار کا لفظ خاتم النبیین کی نسبت بہت کم لایا گیا ہے یا بالکل نہیں لایا گیا ہے اب خیال فرمایئے جس فرقہ کے مذہب کی بنیاد ان خیالات فرضیوں پر ہو اس کے دیگر عقائد کا کیا حال ہوگا.

جابر انصاری کہتے ہیں کہ جب علی ابن ابو طالب سے کئی روز تک میری ملاقات نہ ہوئی میں نے انہیں مدینہ میں دیکھا تو مجھے ان سے ملنے کا بہت شوق ہوا اور میں ان کا پتہ لگانے کے لئے ام سلمہ زوجہ نبی کے پاس گیا. دروازہ پر پہنچ کے آواز دی تو انہوں نے دروازہ کی اوٹ آ کے پوچھا کون ہے. میں نے کہا مجھے جابر کہتے ہیں. ام سلمہ نے کہا انصاری بھائی تم کیسے آئے. میں نے کہا میں اپنے سردار علی کی تلاش میں آیا ہوں میں نے کئی روز سے انہیں مدینہ میں نہیں دیکھا آپ بتا سکتے ہیں کہ امیر المومنین علی کہاں گئے ہوئے ہیں ام سلمہ نے جواب دیا جابر امیر المومنین سفر میں ہیں. دریافت کیا گیا ہے کہ کس ملک گئے ہیں ام سلمہ بولیں علی تین دن سے برھات ہیں برھات اس بے آب و گیاہ چٹیل میدان کو کہتے ہیں جہاں درخت اور گھاس وغیرہ کچھ نہ ہو اس پر جابر نے دریافت کیا کہ کس برھات میں گئے ہیں ام سلمہ نے جواب دیا کہ اس کا پتہ تمہیں مسجد نبوی میں ملے گا اور ممکن ہے کہ علی بھی وہیں مل جائیں. میں رسول اللہ کی مسجد میں آیا تو میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو مجسم نور تھا اور وہ سجدہ میں پڑا ہوا تھا ساتھ ہی میں نے ایک نورانی ابر کو بھی دیکھا مگر علی ابن ابی طالب مجھے یہاں نہ دکھائی دیے. میں دل ہی دل میں خیال کرنے لگا کہ کہیں ام سلمہ نے مجھے دھوکا تو نہیں دیا یہاں تو علی کا پتہ بھی نہیں ہے. میں یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ دیکھا وہ نورانی ابر چھٹا اور اس میں سے علی بن ابی طالب سوار ہوئے ان کے ہاتھ میں

برہنہ تلوار تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ نورانی شخص جو سجدہ میں پڑا ہوا تھا علی کی صورت دیکھتے ہی
سروقد کھڑا ہو گیا اور علی کو لپٹ گیا آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا اے امیر المومنین اللہ کا شکر ہے کہ
اس نے تمہارے دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی اور تمہیں فتح نصیب کی اب آپ بتائے کہ مجھ
سے کوئی ضروری کام ہے تو میں تعمیل حکم کرنے کے لئے حاضر ہوں علی نے کہا ہاں مجھے تم سے یہ ضروری
کام ہے کہ تم آسمان کے فرشتوں کو میرا اسلام کہہ دینا اور فتح کی خوش خبری انہیں سنا دینا یہ سن کے وہ
نورانی شخص نورانی ابر پر سوار ہو کے آسمان پر پرواز کر گیا جب میدان صاف ہوا تو میں اپنے سردار علی
کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں نے چند روز سے آپ کو مدینہ میں نہیں
دیکھا اس لئے مجھے آپ سے ملنے کا شوق ہوا تو میں آپ کا پتہ لگانے کے لئے ام سلمہ زوجہ رسول کے مکان
پر گیا تا کہ آپ کا حال ان سے دریافت کروں میں دستک دے کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا وہ باہر آ گئیں
اور دریافت کیا دروازہ پر کون ہے۔ میں نے کہا میں جابر ہوں اس پر انہوں نے کہا اے انصاری بھائی
کس ضرورت سے یہاں آئے ہو میں نے جواب دیا کئی روز سے میں امیر المومنین سے نہیں ملا نہ میں
نے انہیں مدینہ میں دیکھا۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تا کہ امیر المومنین کا پتہ پوچھوں کہ وہ
کہاں گئے ہوئے ہیں انہوں نے کہا جابر تم مسجد کی طرف جاؤ انشاء اللہ وہاں امیر المومنین تمہیں مل
جائیں گے انکی ہدایت کے مطابق میں مسجد میں آیا اور ایک نورانی آدمی کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا جو
ابھی ابر پر سوار ہو کے آسمان پر اڑ گیا ہے۔ پھر میں نے ایک نورانی ابر کو دیکھا مگر امیر المومنین آپ مجھے
نظر نہ آئے تھوڑی دیر کے بعد وہ نورانی ابر پھٹا اور آپ اس میں سے برآمد ہوئے آپ کے ہاتھ میں
تلوار ہے جس سے خون ٹپک رہا ہے اب آپ بتائیے کہ کہاں تشریف لے گئے تھے اور یہ خون آلود
تلوار کیسی ہے۔ امیر المومنین علی ابن ابو طالب نے کہا جابر میں تین دن سے برہات میں تھا۔ میں نے
دریافت کیا آپ برہات میں کیا کر رہے تھے فرمایا اے جابر کیا تم بھول گئے تمہیں خبر نہیں کہ میری
حکومت اور سلطنت تمام آسمان والوں پر اور ان پر جو آسمانوں کے اندر ہیں اور تمام زمین والوں پر اور
ان پر جو زمین کے اندر ہیں پھیلی ہوئی ہے جنوں کے ایک گروہ نے میری حکومت کا انکار کر دیا تھا اس
لئے تیرے دوست محمد نے مجھے یہ تلوار دے کے بھیجا تھا۔ جب میں جنوں میں پہنچا تو ان کے فرقے

فرشتے علیحدہ ہو گئے ایک فرقہ تو ہوا میں اڑ کر کہیں غائب ہو گیا جو مجھے نظر نہ آ سکا ایک فرقہ مجھ پر ایمان لے آیا اسی فرقہ کے حق میں یہ آیت اخیر تک اتری ہے قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ مگر ایک فرقہ نے مجھ سے بغاوت کی اور میرے حق کا انکار کر دیا تو میں نے اس بناء پر ان کے ساتھ قتال کیا اُس تلوار سے جو میرے دوست محمدؐ کی ہے ان سے ایسا لڑا اس ایک ایک کو قتل کر دیا اور کسی کو بھی نہ چھوڑا جابر کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین اللہ کا شکر ہے کہ اس نے لاکھوں جنوں کو آپ سے قتل کرا کے آپ کو ان پر فتح دی مگر یہ تو فرمایئے کہ وہ نورانی شخص جو سجدہ میں پڑا ہوا تھا اور پھر ابر پر سوار ہو کے آسمان پر چلا گیا کون تھا آپ نے ارشاد کیا کہ وہ فرشتہ تھا اور جو اللہ کے نزدیک سب فرشتوں سے زیادہ معزز و محترم ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے میرے سپرد کر دیا ہے۔ یہ اس کا معمول ہے کہ ہر جمعہ کو یہ آسمان سے اترتا ہے اور آسمانی خبروں کی رپورٹ بھی کرتا ہے اور فرشتوں کا سلام بھی پہنچاتا ہے اور پھر میری طرف سے فرشتوں کے سلام کا جواب لے جاتا ہے۔ فقط

۲۔ اصحاب کہف کی شہادت: سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابو بکر، عمر اور عثمان تینوں مل کے حضرت رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ ہر بات میں علی کو ہم پر فضیلت دیتے ہیں اس کا جواب رسول اللہ نے یہ دیا میں علی کو تم پر فضیلت نہیں دیتا بلکہ خود اللہ تعالیٰ فضیلت دیتا ہے اس میں میرا کیا بس ہے۔ تینوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ اس کی کیا دلیل ہے۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا تم لوگ میری بات کا تو یقین نہیں کرتے لہذا میں تم تینوں اور علی کو اصحاب کہف کے پاس بھیجتا ہوں ان کی باتوں کا تو تمہیں یقین آ جائے گا وہ لوگ اس وقت مردہ ہیں۔ تم مع علی کے وہاں جاؤ اور سلمان کو اپنے ساتھ بطور شہادت کے لے جاؤ وہاں پہنچ کے تم انہیں سلام کرو اسی طرح علی بھی انہیں سلام کرے اور پھر دیکھو وہ لوگ کس کے سلام سے زندہ ہوتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی کے سلام سے اللہ انہیں زندہ کر دے اور وہ اس کے سلام کا جواب دے دیں تو وہ سب سے افضل رہے گا۔ چنانچہ یہ سن کے ابو بکر و عمر عثمان اور علی چاروں اس پر راضی ہو گئے۔ جب یہ حجت پوری ہو چکی تو رسول اللہ نے ایک چادر بچھائی اور علی کو اس چادر کے بیچ میں بٹھا دیا اور باقی ابو بکر وغیرہ کو چادر کے گوشوں پر بٹھایا سلمان بھی ایک گوشہ بیٹھ گئے۔ تین گوشوں پر ابو بکر و عمر

عثمان چوتھے گوشہ پر سلمان فارسی اور بیچ میں علی بٹھائے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ نے ہوا کو حکم دیا کو
تو انہیں اصحاب کہف کے پاس پہنچا دے اور پھر واپس اسی طرح صحیح و سالم انہیں یہاں میرے پاس
پہنچا دیجو (سلمان کہتے ہیں) حکم ہوتے ہی ہوا آئی اور چادر کے نیچے بھر گئی اور پھر یکا یک ہم سب کو
لے کے اٹھی اور فضا میں بلند ہوئی ہم اڑتے رہے جب ہم بڑی دیر میں ایک غار کے پاس پہنچے تو ہوا
نے ہم سب کو وہاں اُتار دیا اس وقت حضرت علی نے مجھ سے کہا سلمان یہ وہی کہف یعنی غار اور رقیم
ہے تم ان تینوں سے کہو کہ یہ آگے آگے ہو لیں اگر یہ جائیں تو پھر ہم دونوں آگے چلنے کو تیار ہیں
حضرت علی کے حکم کے بموجب سلمان نے تینوں کا عندیہ لیا کہ آیا وہ آگے آگے ہونا چاہتے ہیں یا
نہیں تینوں نے کہا ہمیں آگے آگے چلنا منظور ہے۔ چنانچہ تینوں چادر پر کھڑے ہو گئے پہلے ہر ایک
نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگ کے آوازیں لگانی شروع کیں اصحاب کہف اصحاب کہف مگر
صدائے برنخاست کا مضمون ہوا خیر زچ اور پریشان ہو کے اور بیچ بیچ کے یہ لوگ بیٹھ رہے۔ پھر
حضرت علی اُٹھے انہوں نے بھی دوگانہ نماز کا ادا کیا اور پھر اسی طرح دعا مانگی اور پھر للکار کے آواز دی۔
اصحاب کہف اصحاب کہف آواز کا دینا تھا کہ ادھر غار میں غل مچنے لگا اور اُدھر جتنے آدمی اس کے اندر
تھے لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرنے لگے ایک شور قیامت برپا ہوا پھر حضرت علی نے فرمایا اے
جوانوں تم اپنے رب پر ایمان لائے تھے اب خوش ہو کہ اللہ نے تمہاری ہدایت اور زیادہ کر دی تم پر
سلام ہو اصحاب کہف نے جواب دیا اے رسول اللہ کے بھائی اور وصی اور امیر المومنین تم پر بھی سلام ہو۔
اصل بات یہ ہے کہ ہم سے اللہ تعالے نے اس بات کا عہد لے لیا ہے کہ ہم اللہ پر اس کے پیغمبر محمد
مصطفےٰ ﷺ پر اور تمہاری ولایت پر قیامت کے دن تک ایمان لائیں۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ ابو بکر عمر و عثمان
مارے خجالت کے سونیوں کے بل گر پڑے اور سلمان سے کہنے لگے اے ابو عبداللہ تم ہمیں واپس لے
چلو۔ میں نے کہا یہ میری قدرت میں نہیں ہے۔ ہوا میرے قبضہ میں نہیں ہے۔ کہ میں اُسے حکم کروں کہ وہ
تم لوگوں کو اڑا کے تمہارے گھر پہنچا دے۔ ناچار تینوں نے حضرت علی سے التجا کی اور کہا اے ابوالحسن تم
ہی ہمیں واپس لے چلو۔ یہ سنتے ہی حضرت علی نے حکم دیا اے ہوا ہمیں رسول اللہ کے پاس پہنچا دے حکم
ہوتے ہی ہوا آئی اسی طرح چادر میں بھری اور ہمیں اُٹھا کے بلند ہوئی اور چشم زدن میں ہم سب کو

رسول اللہ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ رسول اللہ نے ہماری صورت دیکھتے ہی جو کچھ گزرا تھا من وعن بیان کر دیا اور کہا یہ ساری باتیں میرے دوست جبرئیل مجھے سنا گئے ہیں۔ انجریتوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم پر علی کی فضیلت آپ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ (بحار الانوار جلد ۲۶ صفحہ ۳۳۹)

۳۔ فرشتوں کا آسمان پر جھگڑا اور حضرت علی کی سرپنچی: زیاد بن وہب نے عبداللہ ابن مسعود سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں فاطمہ کی خدمت میں گیا اور ان سے دریافت کیا آپ کے شوہر علی کہاں ہیں۔ حضرت خاتون محشر نے فرمایا کہ انھیں جبرئیل آسمان پر لے گئے ہیں۔ میں نے متعجب ہو کے دریافت کیا کہ وہ آسمان پر جا کے کیا کریں گے۔ خاتون محشر نے جواب دیا کہ فرشتوں کی دو جماعتوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا اور جب وہ جھگڑا کسی طرح فیصل نہ ہوا تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ہم آدمیوں میں سے کسی شخص کو اپنا حکم بنانا چاہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا اچھا تو تم علی بن ابو طالب کو اپنا حکم بنا لو۔ (بحار الانوار جلد ۲۶ صفحہ ۳۳۹)

۴۔ حضرت علی پر علیحدہ قرآن نازل ہوتا تھا: عبدالحمید نے اپنے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے دریافت کیا لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ نے حضرت علی کو یمن کا حاکم بنا کے بھیجا تو حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں میں آپ فیصلے کیا کیجئے اس پر علی علیہ السلام کا یہ قول ہے جو مقدمہ میرے پاس آتا تھا تو میں اس میں حکم الٰہی اور حکم رسول کے ساتھ فیصلہ کر دیتا تھا۔ ابو عبداللہ نے کہا واقعی یہ بات لوگ سچ کہتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے حالانکہ اس وقت تک سارا قرآن نازل بھی نہ ہوا تھا اور پھر یہ بات کہ رسول اللہ ان کے پاس نہ تھے کیونکہ علی علیہ السلام یمن میں تھے اور رسول اللہ مدینے میں۔ اس پر ابو عبداللہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو جبرئیل علیحدہ قرآن مجید کی تعلیم کر دیا کرتے تھے (یعنی قرآن کا جو حصہ ابھی تک نازل نہیں ہوا تھا وہ جبرئیل علی علیہ السلام کو بتا دیتے تھے) گویا کہ قرآن ان پر نازل ہو جاتا تھا (بحار الانوار جلد ۲۶ صفحہ ۳۳۳)

۵۔ رسول اللہ کا خط حضرت علی سے جبرئیل لکھوا دیا کرتے تھے: رفاعہ بن موسیٰ ابو عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ علی سے خط لکھواتے لکھواتے جب سو جایا کرتے تھے اور ابھی خط پورا نہ ہوتا تھا تو حضرت علی اس خط کو پورا لکھ لیتے تھے۔ رسول اللہ علی کی گود میں سر رکھے ہوئے

سوتے ہیں اور حضرت علی خط کو پورا کر رہے ہیں۔ جب رسول اللہ جاگتے اور حضرت علی کو خط لکھوانے لگتے تو علی کہتے کہ خط تو میں پورا کر چکا اس پر رسول اللہ حیران ہو کے پوچھتے تھے تم نے بغیر میرے بتائے کس طرح خط پورا کر لیا اس کا جواب حضرت علی یہ دیتے تھے یا رسول اللہ آپ ہی نے تو خط کو پورا کرایا ہے رسول اللہ فرمانے لگتے نہیں وہ خط جبرئیل نے پورا کرایا ([illegible])

۶۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی سے سرگوشی کیا کرتا تھا: حمران بن اعین کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں نے یہ بات سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی سے سرگوشی کیا کرتا تھا ابو عبداللہ نے کہا ہاں یہ بیچ ہے طائف میں اکثر سرگوشی ہوا کرتی تھی صرف جبرئیل اللہ اور علی کے بیچ میں بیٹھ جایا کرتے تھے ([illegible])

۷۔ سرگوشی کی دوسری کہانی: محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ سلمہ بن کہیل نے حضرت علی کے بارے میں مجھ سے ایک بات کہی تھی انھوں نے دریافت کیا وہ کونسی بات تھی میں نے کہا مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ جب رسول اللہ نے اہل طائف کو گھیر لیا تھا اور اسی زمانے میں ایک دن رسول اللہ اور حضرت علی تنہا ایک مقام میں بیٹھے ہوئے تھے تیسرا اور کوئی نہ تھا اس پر آپ کے صحابہ میں سے بعض نے کہا سخت تعجب کی بات ہے کہ ہم تو یہاں تنگی میں مبتلا ہوں اور ہماری بات نہ پوچھی جائے اور وہاں رسول اللہ اس لڑکے سے سرگوشی کریں اسی وقت رسول اللہ نے ارشاد کیا میں علی سے سرگوشی نہیں کر رہا ہوں تمہیں معلوم ہو علی سے تو ان کا پروردگار بغیر واسطہ سرگوشی کر رہا ہے ([illegible])

۸۔ سرگوشی کی تیسری کہانی: ابو رافع کہتے ہیں کہ خیبر کے دن جب رسول اللہ نے حضرت علی کو بلایا (حضرت علی کی سخت آنکھیں دکھتی تھیں) آپ نے اپنا لعاب حضرت علی کی آنکھوں میں لگا کے فرمایا کہ جس وقت تم خیبر کو فتح کر لو تو لوگوں کے بیچ میں کھڑے ہو جانا یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے جو میں نے تمہیں پہنچایا ہے۔ ابو رافع کا بیان ہے یہ سنتے ہی حضرت علی روانہ ہو گئے میں بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا جب صبح ہوئی اور خیبر فتح ہو گیا تو حضرت علی حسب ہدایت اللہ تعالیٰ لوگوں کے بیچ میں جا کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک کھڑے رہے۔ عام عمل بیچ گیا (کہ حضرت علی کے جو ہونٹ ہل رہے ہیں کیا اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کر رہے ہیں) ایک گھنٹہ تک اللہ کریم سے سرگوشی ہوتی رہی پھر شہر کے لوٹنے کا حکم دیا (اللہ

اور علی) میں شیر لوٹنے کے متعلق بحث ہو رہی ہوگی۔ ابو رافع کہتے ہیں جب میں رسول اللہ کی خدمت میں
حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا جس طرح آپ نے حضرت علی کو لوگوں کے بیچ میں کھڑے ہونے کا حکم دیا
وہ اسی طرح کھڑے رہے انھیں دیکھ کے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے سرگوشی کر رہا ہے
رسول اللہ نے فرمایا اے ابو رافع ہاں طائف کے دن تبوک اور عقبہ کے دن اور حنین کے دن اللہ تعالیٰ نے
ان سے سرگوشی کی تھی۔

۹۔ معراج حضرت علی کو رسول اللہ کے ساتھ ساتھ ہوئی تھی: بریدہ اسلمی رسول اللہ
سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی تمھیں اللہ نے ہر مقام پر میرے
ساتھ ساتھ رکھا ہے پھر آپ نے ہر مقام کی تشریح فرمائی۔ معراج کا واقعہ پھر بیان کیا اور کہا میرے پاس
جبرئیل آئے اور رات کو مجھے آسمان پر لے گئے۔ جب میں جبرئیل کے ساتھ آسمان پر پہنچا تو جبرئیل نے
کہا یا رسول اللہ آپ کے بھائی کہاں ہیں میں نے کہا میں انھیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں جبرئیل نے کہا کہ
آپ اللہ سے دعا کریں وہ انھیں یہاں پہنچا دے گا (کیونکہ بغیر علی کے آسمانوں میں گھستا نہیں لگتا)
میں نے یہ سنتے ہی اللہ سے دعا کی اسی وقت تم میرے پاس آ گئے پھر فوراً ہم دونوں کے آگے ساتوں
زمینیں اور ساتوں آسمان کھول دیے گئے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے رہنے والوں کو ان کی عمارتوں کو
اور ہر ہر فرشتہ کے مکان کو دیکھ لیا اور ان میں جتنی چیزیں میں نے دیکھی تھیں سب جوں کی توں تم نے بھی
دیکھ لیں۔ ([illegible])

۱۰۔ محمد اور علی ایک مرتبہ رکھتے ہیں: ابن عباس کہتے ہیں میں نے رسول اللہ
سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزیں مجھے عطا کی ہیں اسی طرح پانچ ہی
چیزیں علی کو بھی عطا ہوئی ہیں مجھے جوامع الکلم عطا کیے ہیں تو علی کو جوامع العلم عطا کیے ہیں۔ مجھے نبی
بنایا ہے تو انھیں وصی بنایا ہے۔ مجھے کوثر عطا کیا تو انھیں سلسبیل دی گئی ہے۔ مجھے وحی عطا کی ہے تو
انھیں الہام (جو بمنزل وحی کے ہے) دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ نے اگر اپنے پاس بلایا تھا تو ان کے لئے
سب آسمانوں اور دروازوں کے پردے کھول دیے کہ انھوں نے (شب معراج میں) مجھے دیکھ لیا
اور میں نے انھیں دیکھ لیا اس کہنے کے بعد رسول اللہ رونے لگے میں نے پوچھا یا رسول اللہ میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ روتے کیوں ہیں۔ فرمایا اے ابن عباس اللہ نے مجھ سے کہا تھا اے
محمدؐ تو نیچے نگاہ کر میں نے پردوں پر نگاہ کی تو وہ پھٹ گئے تھے اور آسمان کے دروازوں کو دیکھا تو وہ کھل
کھل گئے تھے۔ اسی وقت میں نے علیؑ کو دیکھا تو وہ اپنا سر میری طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے ان
سے گفتگو کی اور میرے پروردگار نے مجھ سے گفتگو کی۔ علیؑ نے اسی وقت مجھ سے پوچھا بھائی اللہ نے تم
سے کیا گفتگو کی۔ میں نے کہا اے علیؑ! اللہ نے مجھ سے یہ کہا علیؑ کو میں نے تمہارا وصی اور تمہارا وزیر اور
تمہارا جانشین بنا دیا ہے تم ان سے کہہ دینا۔ میں نے اللہ کے آگے یہ باتیں ان سے کہہ دیں۔ علیؑ نے مجھ
سے کہا اچھا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں (جوں ہی علیؑ کی زبان سے منظوری کے الفاظ نکلے فلک پر خوشی
کے شادیانے بجنے لگے) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ سب مل کے اس کی خوشی کریں۔ (چنانچہ
فرشتوں میں جشن ہونے لگے) آسمان کے دورے میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرا
اس نے مجھے مبارک باد دی۔ اسی اثناء میں نے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اپنا
سر زمین کی طرف جھکائے ہوئے تھے۔ میں نے متعجب ہو کے دریافت کیا کہ یہ حاملین عرش اپنے
سروں کو نیچے کیوں جھکائے ہوئے ہیں۔ جبرئیل نے جواب دیا سوائے ان حاملین کے اور کل فرشتوں
نے دور انبساط سے علیؑ کی طرف دیکھا۔ جب ان حاملین نے اجازت مانگی تو انہیں بھی علیؑ کے منہ کی
طرف ٹکٹکی باندھنے کی اجازت مل گئی چنانچہ وہ بھی اسی طرح علیؑ کا منہ تکنے لگے (اس کے بعد رسول اللہ
فرمانے لگے) جب میں نیچے اترا میں نے یہ خبریں علیؑ کو دیں علیؑ نے کہا مجھے سب کچھ معلوم ہے تو تم مجھ
سے ہی سن لو اس وقت میں سمجھا کہ جہاں کہیں میں گیا ہوں علیؑ ساتھ ساتھ تھے۔ (میں رونے کی یہی وجہ
تھی کہ میری بزرگی علیؑ پر نہیں رہی) ([illegible] صفحہ ۳۲۳)

۱۱۔ چوتھے آسمان کے فرشتوں کا جھگڑا: محمد بن علی اپنے باپ دادوں سے نقل کرتے ہیں
کہ ایک دن رسول اللہ کی خدمت میں جبرئیل آئے اس وقت رسول حضرت ام سلمہ کے مکان پر
تشریف رکھتے تھے۔ جبرئیل نے کہا اے محمدؐ چوتھے آسمان کے فرشتوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہے۔
اور وہ جھگڑا بہت طول کھینچ گیا ہے آپ کو معلوم ہے کہ یہ فرشتے اس ابلیس کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں
جس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے قوم جنات میں قرار دیا ہے

جب جھگڑے کو طول ہوا تو اللہ تعالی نے ان کے نام وحی بھیجی کہ قضیہ حد سے گزر چلا ہے لہذا تمہیں مناسب ہے کہ تم آدمیوں میں سے اپنا کوئی حکم مقرر کرو وہ تم میں فیصلہ کر دیگا انھوں نے کہا اچھا ہم امت محمد میں سے کسی شخص کو حکم بنانا منظور کرتے ہیں پھر اللہ تعالی نے ان سے دریافت کیا کہ تم کس شخص کو فیصلے کے لئے پسند کرتے ہو فرشتوں نے کہا کہ علی بن ابو طالب کو اپنا حکم بنانا پسند کرتے ہیں یہ سنتے ہی اللہ تعالی نے آسمان دنیا کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو فرش اور دو گدے دیکے زمین پر بھیجا وہ فرشتہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کیفیت آپ کی خدمت میں عرض کی رسول اللہ نے علی بن ابو طالب کو بلایا انہیں فرش پر بٹھایا اور دونوں تکیے ان کے دو طرف لگادئے اور دعا کی اے علی اللہ تعالی تمہارے دل کو ثابت رکھے اور تمہاری دلیل تمہاری آنکھوں کے سامنے روشن کردے پھر وہ فرشتہ حضرت علی کو تکیے پر بٹھا کر آسمان پر لے اڑا جب آپ آسمان سے واپس آئے تو رسول اللہ کے پاس آکے آپ نے کہا بھائی اللہ نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہم جس کے چاہتے ہیں مرتبے بڑھا دیتے ہیں۔ ([illegible])

۱۲۔ حضرت علی کی ولایت تسلیم کئے بغیر اللہ پر ایمان لانا فضول ہے: حسن بن یحیی لذبانی کہتے ہیں کہ میں شہر بغداد میں بغداد کے قاضی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس کا نام سماعہ تھا کہ یکایک اس کے پاس اہل بغداد کے بوڑھوں میں سے ایک آدمی آیا اس نے آتے ہی قاضی سے کہا اللہ آپ کو صحیح و سلامت رکھے میں گزشتہ برسوں میں حج کرکے جب کوفہ پہنچا تو وہاں کی مسجد میں گیا تو میں بخارا کے ارادے سے مسجد میں کھڑا ہوا تھا کہ یکایک میرے سامنے ایک عربی النسل چھوٹے سے اور پتلے جسم والے آدمی آئے اور وہ یہ روایت کی کہ آسمانوں میں سب سے زیادہ مشہور سارے جہانوں میں سب سے زیادہ معروف اور آخرت میں سب سے زیادہ ساری دنیا میں بڑے بڑے سرکشوں نے اور بڑے بڑے بادشاہوں نے تیرے نور کو مٹانے اور تیرے ذکر کو بیکار کرنے کی بہت کوشش کی مگر اللہ تعالی نے تیرے ذکر کو بلند کیا اور تیرے نور کی روشنی میں کچھ فرق نہ آنے دیا اگرچہ مشرک اس سے رنجیدہ خاطر ہوتے میں نے اس جماعت سے پوچھا کہ اے اللہ کی بندو وہ کون ہے جس کی تم یہ تعریفیں کرتے ہو انہوں نے کہا وہ امیر المومنین ہیں میں نے دریافت کیا کہ کون سے امیر المومنین انہوں نے کہا علی بن ابو طالب ہیں جن کی ولایت تسلیم کئے بغیر توحید بھی درست و جائز نہیں ہے یعنی جو شخص ان کی ولایت تسلیم نہ کرے گا

اللہ پر اس کا ایمان لانا کتنا افضل ہوا تھا ۔ ([illegible])

۱۳۔ سانپ اور حضرت علیؑ: ابو جعفر کہتے ہیں ایک دن امیر المومنین حضرت علی منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے نا گہاں مسجد کے دروازوں میں ایک دروازہ کے کونہ میں سے ایک بڑا سا سانپ نکلا لوگوں نے اسے مارنا چاہا آپ نے کسی کو بھیجا تا کہ وہ مارنے سے رُک جائیں چنانچہ وہ رُک گئے اور وہ سانپ نکل کر چلا اور منبر تک پہنچ گیا پھر کھڑے ہو کر حضرت علی کو سلام کیا آپ نے اشارہ فرمایا کہ تھوڑے ٹھیر جا تا کہ میں خطبہ سے فارغ ہو جاؤں جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے وہ بولا کہ میں عمرو بن عثمان آپ کی طرف سے جنوں پر آپ کا خلیفہ ہوں اور میرا باپ مر گیا ہے اس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی رائے عالی طلب کروں لہذا اے امیر المومنین میں آپ کے پاس اس لیے آیا تھا کہ میرے حق میں آپ کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا تجھے اللہ سے ڈرنے اور واپس ہو جانے اور جنوں پر اپنے باپ کے قائم مقام ہو جانے کی وصیت کرتا ہوں لہذا تو ان پر میرا خلیفہ رہا۔

۱۴۔ حضرت علی سے سب بڑے جن کے ساتھ زمین میں گھس گئے:

ابو سعید خدری فرماتے ہیں ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ہی آپ کے صحابہ کی بھی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی نا گہاں آپ کی نگاہ ایک زوبعہ پر (زوبعہ کسی جن یا جنوں کے افسر کا نام ہے) پڑی کہ اس نے اڑ کر غبار اڑا رکھا تھا پھر وہ غبار نزدیک ہوتا ہوا اونچا ہوتا رہا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آ گیا اس میں سے ایک شخص نے آنحضرت کو سلام کیا پھر کہا یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے پاس سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں آپ اپنی طرف سے میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیج دیجئے جو ہماری قوم کو ہمکا دے اور ہماری اور ان کے درمیان اللہ کے حکم اللہ کے حکم اور اس کی کتاب کے موافق فیصلہ کر دے کیونکہ وہاں بعضوں نے بعضوں پر ظلم کر رکھا ہے اور آپ مجھ سے پورا عہد و پیمان لے لیجئے کہ میں اُسے صحیح سالم کل واپس پہنچا دوں گا ہاں اگر اللہ کی طرف سے کوئی (ناگہانی) حادثہ پیش آ جائے تو مجبوری ہے رسول اللہ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیری قوم کون ہے وہ بولا کہ میں مسلمان جنوں میں سے قبیلہ بنی کاخ کا ایک ایک جن عرفطہ

ہیں سراغ ہوں اور میرے سارے گھر والے آسمان سے باتیں سنا کرتے تھے جب ہمیں وہاں سے روک دیا اور اللہ نے آپ کو نبی بنا کر بھیج دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کے قول کو سچا سمجھا اور ہماری قوم میں سے بعضوں نے بعضوں کی مخالفت کی اور وہ اسی (عقیدہ و مذہب) پر رہے جس پر پہلے سے تھے اس لئے ہمارے اُن کے درمیان اختلاف ہو گیا وہ عدد اور قوت میں ہم سے زیادہ تھے اس لئے وہ ہمارے پانی اور مویشی کے چرانے کی جگہوں پر غالب آ گئے اور (وہ سب چیزیں ہم سے چھین کر ہمیں تکلیفیں دیں اور ہم کو متفرق کر دیا لہذا آپ میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیج دیجئے جو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے نبی ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ ہمیں تو اپنا منہ کھول کر دکھا تاکہ ہم دیکھیں کہ تیری کیسی شکل ہے اس نے اپنی شکل دکھائی (راوی کہتے ہیں) ہم نے اس کے بدن کو دیکھا کہ اس پر بہت کثرت سے بال تھے اور سر بہت لمبا اور دونوں آنکھیں بھی بہت لمبی اور اس کے منہ میں درندوں جیسے دانت پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس بات پر عہد و پیمان لیا کہ آپ جس شخص کو اس کے ساتھ بھیجیں گے وہ اگلے روز صبح ہی کو واپس پہنچا دے گا۔ جب رسول اللہ ان باتوں سے فارغ ہو گئے تو ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم ہمارے بھائی عرفطہ کے ساتھ چلے جاؤ اور اس کی قوم کے پاس پہنچ کر انہیں دیکھو کہ وہ کس حال اور عقیدہ پر ہیں پھر اُن میں حق کے ساتھ فیصلہ کر دینا انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کہاں ہیں آپ نے فرمایا وہ زمین کے نیچے ہیں ابو بکر نے عرض کیا کہ مجھ میں زمین کے اندر اترنے کی طاقت نہیں اور میں اُن کے اندر کس طرح فیصلہ کروں گا۔ میں اُن کی اچھی طرح بات بھی سمجھ نہیں سکتا۔ پھر آنحضرت حضرت عمر بن خطاب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھی اسی طرح فرمایا جس طرح ابو بکر سے فرمایا تھا انہوں نے بھی ابو بکر ہی کی طرح جواب دیا پھر آپ نے حضرت علی کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ اے علی تم ہمارے بھائی عرفطہ کے ساتھ چلے جاؤ اور اس کی قوم کے پاس پہنچ کر انہیں دیکھو کہ وہ کس حال میں اور عقیدہ پر ہیں اور حق کے ساتھ تم اُن کے اندر فیصلہ کر دینا اسی وقت حضرت علی عرفطہ کے ساتھ (جانے کے لئے) کھڑے ہو گئے اور اپنی تلوار گلے میں ڈال لی اور ان کے پیچھے ہی ابو سعید اور سلمان فارسی بھی ہو لئے وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ وہ ایک جنگل میں پہنچے جب وہ اس جنگل کے بیچ میں پہنچ گئے تو

حضرت علی نے ہمارے طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ نے تمہاری کوشش کا بدلہ دے دیا لہٰذا اب تم واپس چلے جاؤ پھر ہم کھڑے ہو کر انہیں دیکھتے رہے کہ زمین پھٹی اور وہ دونوں اس کے اندر چلے گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی اور ہم واپس چلے آئے اور جس قدر ہمیں حسرت اور ندامت تھی اللہ ہی جانتا ہے اور یہ سب حضرت علی کی وجہ سے افسوس تھا (کہ ہم نے علیحدہ ہو کر چلے گئے) پھر صبح ہوئی تو نبی نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ آ کر کوہ صفا پر بیٹھ گئے اور حضرت علی کو اس قدر دیر ہوئی کہ دن چڑھ گیا اور لوگ بہت کچھ باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ دن ڈھل گیا اور سب یہ کہنے لگے کہ اس جن نے نبی ﷺ کو دھوکا دیا ہے اور اللہ نے ہمیں ابوتراب سے راحت دے دی کہ اسے دفع کر دیا غرض کہ لوگوں نے بہت ہی بات بڑھا دی نبی ﷺ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر وہیں صفا پر جا بیٹھے اور آپ کے صحابہ میں باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا اور لوگ امیر المومنین حضرت علی کی طرف سے ناامیدی ظاہر کرنے لگے آنحضرت نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور آپ نماز کے بعد پھر وہیں صفا پر جا بیٹھے اور حضرت علی کے باعث آپ نے بڑا فکر ظاہر کیا سورج جس وقت غروب ہونے کو ہو گیا تو لوگوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ علی فوت ہو گئے یکا یک کوہ صفا پھٹا اور اس میں سے حضرت علی نکلے آپ کی تلوار میں سے خون ٹپک رہا تھا اور عرفطہ آپ کے ساتھ تھا نبی ﷺ فوراً کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پوچھا کہ اب تک تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس نے روک لیا تھا انہوں نے عرض کیا کہ میں ایک بہت ہی بڑی مخلوق کے پاس پہنچ گیا تھا جو عرفطہ پر ظلم کرتے تھے میں نے انہیں تین باتوں کی طرف بلایا انہوں نے میری رو برو بالکل انکار کر دیا میں نے اول انہیں اللہ پر اور آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانے کے لئے کہا اس کا انہوں نے انکار کیا تو میں نے انہیں جزیہ دینے کے لئے کہا اس کا بھی انہوں نے انکار کر دیا پھر میں نے عرفطہ اور اس کی قوم سے صلح کر لینے کو کہا تاکہ کچھ چراگاہیں عرفطہ اور اس کی قوم کی بھی ہو جائیں اور اسی طرح پانی بھی تقسیم کر لیا جائے انہوں نے اس کا بھی انکار کر دیا جب حجت پوری کر لی تو میں تلوار لے کے ان میں گھس گیا اور فوراً اسی ہزار جنوں کو قتل کر دیا جب انہوں نے اپنے اوپر اس وبال کو دیکھا تو فوراً صلح اور امان چاہنے لگے چنانچہ انہیں امان دی گئی جب وہ سب بھائی بھائی ہو گئے اور اختلاف آپس کا جاتا رہا اور میں اب تک ان ہی کے پاس رہا پھر عرفطہ کی بات

کہہ کر چلا گیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور علی کو جزائے خیر دے۔

۱۵۔ بہشت و دوزخ کی کنجیاں حضرت علی کے پاس رہیں گے: رضا نے اپنے باپ داداؤں سے انہوں نے حضرت علی سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا تو پھر وہ بہشت اور دوزخ کی کنجیاں میرے سپرد کر دے گا اور میں وہ کنجیاں تمہیں دے دوں گا اور تم سے کہہ دوں گا کہ حکم کرو حضرت علی فرماتے ہیں بخدا بہشت کے آٹھ دروازہ ہیں سترہ دروازوں میں سے میری اہل بیت اور جماعت جائے گی اور فقط ایک دروازہ میں باقی سب لوگ جائیں گے (بحارالانوار، صفحہ ۲۹۳)

۱۶۔ حضرت علی اللہ کے منہ میں: ابو جعفر کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی فرماتے تھے کہ میں ہی اللہ کا منہ ہوں اور میں ہی اللہ کا پہلو ہوں اور میں ہی اول ہوں اور میں ہی آخر ہوں اور میں ہی ظاہر ہوں اور میں ہی باطن ہوں اور میں ہی ساری زمین کا وارث ہوں میں ہی ہوں کہ کل اللہ ہوں۔

(بحارالانوار، صفحہ ۲۹۲)

۱۷۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی دنیا میں صرف اس لئے بھیجے گئے تھے کہ علی کی امامت کی شہادت دیں: ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جب مجھے شب معراج آسمانی دنیا پر پہنچایا گیا تو مجھ سے جبرئیل نے کہا اے محمد آسمان دنیا کے فرشتوں پر درود پڑھو آپ کو اس کا حکم ہے چنانچہ میں نے ان پر درود پڑھا اور ایسا ہی قصہ دوسرے اور تیسرے آسمان میں ہوا جب میں ساتویں آسمان میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو دیکھا جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ آپ آگے ہو کر ان سب کو نماز پڑھائیے میں نے کہا اے بھائی جبرئیل میں ان سے ہوں سے آگے کس طرح ہو سکتا ہوں حالانکہ ان میں میرے باپ آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہی حکم ہے کہ آپ انہیں نماز پڑھائیں جب تم انہیں نماز پڑھا چکو تو ان سے پوچھنا کہ وہ اپنے زمانہ میں اور اپنے وقت میں کس لئے بھیجے گئے تھے اور نفخ صور سے پہلے ہی اب کس لئے اٹھائے گئے ہیں چنانچہ جب سب نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت جبرئیل نے ان سے کہا کہ تم کس لئے اے اللہ کے پیغمبرو بھیجے گئے تھے اور کس لئے اب

اٹھائے گئے جو انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اے محمد ہم سب اس لئے بھیجے گئے تھے اور اسی لئے اب اٹھائے گئے ہیں تا کہ تمہاری نبوت اور علی ابن ابی طالب کی امامت کا اقرار کریں۔ (بحار الانوار جلد ۲۰ و ۱)

۱۸۔ رسول اللہ اپنی امت کی مغفرت کے لئے علی کا طفیل ڈھونڈتے ہیں ،

کائنات کی پیدائش کی وجہ تسمیہ: ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں ایک روز رسول اللہ کی خدمت میں گیا میں نے خدمت عالی میں سلام عرض کر کے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے حق دکھا دیجئے تا کہ میں اُسے دیکھوں آپ نے فرمایا اس حجرہ میں جاؤ میں اُس کے اندر گیا تو وہاں علی بن ابی طالب نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ اور رکوع میں یہ کہتے تھے یا الٰہی تو اپنے بندہ محمد کے طفیل میری جماعت کے گناہ گاروں کی مغفرت کر دے میں وہاں سے نکل کر رسول اللہ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو بھی نماز ہی پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ یہ کہتے تھے کہ یا الٰہی تو اپنے بندہ علی کے طفیل سے میری امت کے گنہگاروں کی مغفرت کر دے ابن مسعود فرماتے ہیں مجھے یہ سن کر نہایت ہی پریشانی ہوئی پھر نبی ﷺ نے اپنی نماز مختصر کر دی اور (سلام پھیر کے مجھ سے) فرمایا کہ اے ابن مسعود کیا ایمان لانے کے بعد کافر بن جانا چاہتا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ تو بہ تو بہ لیکن بات یہ ہے میں نے علی کو دیکھا تھا تو وہ آپ کے طفیل سے دعاء کر رہے تھے اور آپ کو دیکھا تو آپ ان کے طفیل سے دعا کر رہے ہیں اب میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں اللہ کے نزدیک افضل کون ہے آپ نے فرمایا اے ابن مسعود بیٹھ جاؤ میں آپ کے سامنے ہی بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے فرمایا یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اور علی کو ایسے نور سے پیدا کیا ہے جسے مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے مقرر اور اس کا اندازہ کر لیا تھا اس وقت تسبیح اور پاکی بیان کرنے والا کوئی نہیں تھا پھر میرا نور پھٹا اور اس سے تمام آسمان اور زمینیں پیدا ہوئیں اور میں اور اللہ سب آسمانوں اور زمینوں سے بزرگ ہیں اس کے بعد علی بن ابو طالب کا نور پھٹا اور اس سے یہ عرش اور کرسی پیدا ہوئے اور علی بن ابو طالب اور اللہ تعالیٰ عرش اور کرسی سے افضل ہیں پھر حسن کا نور پھٹا اور اس سے لوح و قلم پیدا ہوئے اور حسن اور اللہ تعالےٰ لوح و قلم سے افضل ہیں اس کے بعد حسین کا نور پھٹا اور اس سے سب بہشتیں اور حوریں پیدا ہوئیں اور حسین اور اللہ تعالیٰ بہشتوں اور حوروں سے افضل ہیں۔ پھر مشرق و مغرب میں اندھیرا پھیل گیا فرشتوں نے اللہ کی جانب میں یہ شکایت کی (اور

عرض کیا) کہ ہم سے یہ اندھیرا رفع کر دیا جائے اس وقت اللہ تعالےٰ نے ایک کلمہ کہا اور اس سے روح کو پیدا کیا پھر دوسرا اور کلمہ کہا اس کلمہ سے نور کو پیدا کیا پھر اس نور کو اس روح میں ملا دیا اور اس روح کو عرش کی جگہ رکھ دیا جس سے پھر مشرقین اور مغربین تمام روشن ہو گئیں پس وہی روح فاطمہ زہرا ہے کیونکہ (زہرا کے معنی نورانی کرنے اور روشن کر دینے کے ہیں) اور اس کے نور نے تمام آسمانوں کو روشن کر دیا تھا۔ ([illegible])

۱۹۔ علی کے فضائل شمار میں آنے ناممکن ہیں: ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اگر تمام باغ و غیرہ قلم بن جائیں اور سب دریا سیاہی ہو جائیں اور تمام جن حساب کرنے والے اور تمام انسان کاتب ہو جائیں تب بھی علی بن ابو طالب کے فضائل کو شمار نہیں کر سکتے ([illegible])

۲۰۔ علی رسول اللہ سے ہر طرح سے افضل ہیں: ایک راوی نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے (حضرت علی سے) فرمایا اے علی تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں کہ ان جیسی میرے لئے بھی نہیں ہیں اول یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے حالانکہ اس جیسی میرے واسطے نہیں ہے اور تمہارے نطفہ سے تمہارے دو بیٹے ہیں کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں اور خدیجہ جیسی تمہاری ساس ہیں ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے حالانکہ میرا ایسا کوئی خسر نہیں ہے اور جعفر جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسبی نہیں ہے اور فاطمہ بنت اسد ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں حالانکہ ان جیسی میری والدہ نہیں ہیں۔ ([illegible])

۲۱۔ اللہ نے محمد کو علی کے نور کو ساتھ ساتھ پیدا کیا: سلمان کہتے ہیں کہ نبی ﷺ فرماتے تھے کہ میں اور علی اللہ عزوجل کے روبرو نور تھے آدم کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے ہم دونوں اکٹھے اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو یہ نور آدم کے نطفہ میں چلا گیا اور ہم ہمیشہ ایک ہی جگہ رہے یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب کے نطفہ میں آن کر جدا ہو گئے اس نور کا ایک ٹکڑا میں ہوں اور ایک ٹکڑا علی ہے۔ ([illegible])

۲۲۔ کل زمین و دنیا بی بی فاطمہ کے مہر میں ہے: حضرت ابن عباس سے روایت ہے

کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح فاطمہ سے کر دیا ہے اور ساری زمین مہر مقرر کر دیا ہے اب جو شخص اس زمین پر تم سے بغض رکھ کر چلے گا تو وہ حرام طور پر چلے گا۔ ([illegible])

۲۳۔ جنت میں اونٹنیوں کی سواری: انس بن مالک نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی قیامت کے دن بہشت کی اونٹنیوں میں سے ایک لائی جائے گی اس پر تم سوار ہو گے اور تمہاری سواری میری سواری کے ساتھ اور تمہاری ران میری ران کے ساتھ رہے گی یہاں تک کہ تم بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ ([illegible])

۲۴۔ علی کی مدح سرائی کے بیٹے حسن کی زبانی: جب علی کی وفات ہو چکی تو حسن بن علی نے یہ خطبہ پڑھا کہ بے شک اس رات تم سے ایسا شخص جدا ہوا ہے کہ نہ اس کے مرتبہ کو پہلے لوگ پہنچے اور نہ پچھلے پہنچ سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ انہیں لڑائی کے واسطے بھیجا کرتے تھے اس وقت ان کی دائیں طرف جبرئیل ہوتے تھے اور بائیں طرف میکائیل۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے (جنگ) احد کے دن آسمان کی جانب سے ہوا میں سے یہ آواز سنی لاسیف الاذو الفقار ولافتیٰ الا علی۔ اور رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ آواز جبرئیل کی ہے۔ ([illegible])

۲۵۔ نوے ہزار فرشتے ہر وقت علی کی عبادت کیا کرتے تھے: سلیم کہتے ہیں میں نے ابوذر سے کہا کہ تم مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ جو تم نے خود رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی کے بارے میں بہت ہی عجیب حدیث سنی ہو جو آنحضرت ان کے بارے میں فرماتے ہوں انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عرش کے گردا گرد نوے ہزار ایسے فرشتے ہیں کہ بغیر حضرت علی کی عبادت کرنے اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہونے کے اور کوئی ان کے ذمہ تسبیح یا تقدیس وغیرہ پڑھنی نہیں میں نے کہا کچھ اور بیان کیجئے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل میکائیل اور اسرافیل کو حضرت علی کا اطاعت و فرمانبردار کرنے کے لئے خاص کر دیا ہے۔ ([illegible])

۲۶۔ علی کا مرتبہ: امالی الطوسی میں حضرت ابن مسعود سے منقول ہے وہ کہتے ہیں میں نے نبی

ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا اور آپ اُسے بوسہ دیتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ (یا رسول اللہ) آپ کی نسبت حضرت علی کا کیا مرتبہ ہے آپ نے فرمایا جیسا میرا مرتبہ اللہ کی نسبت ہے۔ ([illegible])

۲۷۔ علی رسول اللہ سے افضل ہیں: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ علی کا مرتبہ مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرے سر کا مرتبہ میرے بدن سے ([illegible])

۲۸۔ علی کے رسول اللہ کا کذب (معاذ اللہ): عائشہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے پاس تھے یکایک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آنحضرت نے (مجھ سے) فرمایا کہ اے عائشہ تم اپنے باپ کے لئے اُٹھ کر دروازہ کھول دو میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا وہ آئے اور سلام عرض کر کے بیٹھ گئے آپ نے سلام کا جواب دے دیا مگر رسول اللہ اُن کے لئے ہلے تک نہیں پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا اٹھو اور عمر کے لئے دروازہ کھول دو میں نے اٹھ کر ان کے لئے بھی دروازہ کھول دیا اور میں نے یہ خیال کیا کہ یہ میرے باپ سے افضل ہیں وہ آئے اور سلام عرض کرنے کے بعد بیٹھ گئے رسول اللہ نے ان کے بھی سلام کا جواب دیا لیکن آپ ہلے تک نہیں ابھی وہ تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا اٹھو اور عثمان کے لئے دروازہ کھول دو چنانچہ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا انہوں نے حسب دستور سلام کیا آنحضرت ﷺ نے انہیں جواب دیا اور آپ ان کے واسطے بھی ہلے تک نہیں وہ بیٹھ گئے پھر کسی نے دروازہ پر دستک دی اس وقت نبی ﷺ نے خود اُٹھ کر دروازہ کھولا کہ علی بن ابو طالب اندر آئے آپ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے انہیں بٹھایا اور بہت دیر سرگوشی کرتے رہے پھر وہ چلے گئے اور آپ دروازہ تک ان کے ساتھ گئے جب وہ چلے گئے تب میں نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ آئے آپ نہ کھڑے ہوئے پھر عمر اور عثمان آئے تب بھی آپ نے ان کی کچھ عزت نہ کی اور نہ آپ ان کے واسطے کھڑے ہوئے اور جب علی آئے تو آپ ان کے واسطے فوراً کھڑے ہو گئے اور خود ہی آپ نے اُن کے واسطے دروازہ کھولا آپ نے فرمایا عائشہ جب تمہارے والد آئے تو جبرئیل دروازہ پر کھڑے تھے میں نے کھڑا ہونا چاہا تا کہ میں ہی دروازہ کھولوں لیکن اُنھوں نے مجھے منع کر دیا اور جب علی آئے تو بہت سے

فرشتے اٹھے اور دروازہ کھولنے کی بابت ان میں جھگڑا ہو گیا میں اٹھا اور ان میں صلح کر کے میں نے خود ہی دروازہ کھول دیا اور انہیں اپنے پاس بٹھالیا۔ ([illegible])

مخفف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا بیکار ہے: ابوعبداللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی تم سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ علی امیر المومنین ولی اللہ۔ ([illegible])

۲۹۔ رسول اللہ ﷺ نے علی کو خلافت دینے سے انکار کر دیا: اس پر علی کا حدودبد ربیع زید بن آدم کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے رسول اللہ کے بھائی چارہ کر دینے کا ذکر کیا اس پر حضرت علی نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ جس وقت میں آپ کو دیکھتا ہوں میری روح نکل جاتی ہے اور میری کمر ٹوٹ جاتی ہے آپ نے اپنے صحابہ کے ساتھ تو جو کرنا تھا کر دیا اور مجھے چھوڑ دیا اس کے جواب میں رسول اللہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں نے تمہیں اپنے ہی لئے پسند کیا ہے لہٰذا تم میرے واسطے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے واسطے ہارون تھے فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ہاں تم میرے بھائی اور میرے وارث ہو راوی کہتے ہیں انھوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی کس چیز کا وارث ہوں گا آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے جیسے کہ تم سے پہلے نبیوں کے وارث ہوتے ہیں اور تم میرے ساتھ بہشت کے محل میں بھی ہو گے۔ ([illegible])

۳۰۔ علی کے اچھا ہونے کی شہادت عرش میں سے: حضرت علی کہتے ہیں رسول اللہ فرماتے تھے کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو عرش کے اندر سے کوئی مجھے پکارے گا کہ تمہارے والد ابراہیم خلیل الرحمٰن بہت ہی اچھے تھے اور تمہارے بھائی علی بن ابوطالب بھی بہت ہی اچھے تھے۔ ([illegible])

۳۱۔ علی میں انبیاء کے اوصاف: عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک علی بن ابوطالب آئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص آدم کے علم اور نوح کی حکمت کو اور ابراہیم کی بردباری کو دیکھنا چاہے تو وہ علی بن ابوطالب کو دیکھ لے۔ ([illegible])

۳۲۔ علی اور رسول اللہ ﷺ ساتھ ساتھ پیدا ہوئے تھے: موسیٰ اپنے باپ دادوں

سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت سے پشت در پشت مجھے اور میرے ساتھ میں ایک اور آدمی کو رکھا ہے یہاں تک کہ ہم اپنے باپ کی پشت سے بھی ساتھ نکلے تھے پھر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کے فرمایا کہ پھر اس سے میرا فضل اتنا بڑھ گیا ہے اور یہی درجہ نبوت کا ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے آپ نے فرمایا علی ابن ابوطالب ۔

(بحارالانوار جلد [illegible] صفحہ [illegible])

ایک ہزار نبیوں کی سنت کا خزانہ: ابو جعفر کہتے ہیں کہ حضرت علی میں ایک ہزار نبیوں کی سنت تھی۔ (بحارالانوار جلد [illegible] صفحہ [illegible])

۳۳۔ سکندر کون تھا: یزید بن العجلی نے اپنے نواسے سے نقل کیا وہ کہتا ہے کہ ایک دن حضرت علی منبر پر کھڑے تھے ابن کوا نے اُن کے آگے کھڑے ہو کے پوچھا اے امیرالمومنین مجھے آپ یہ بتائیے کہ سکندر ذی القرنین کوئی نبی تھا یا بادشاہ اور یہ بھی بتائیے کہ اس کا قرن (یعنی سینگ) سونے کا تھا یا چاندی کا حضرت علی نے اس سے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھا اور نہ بادشاہ تھا اور نہ اس کا سینگ سونے کا تھا اور نہ چاندی کا لیکن وہ اللہ کا نیک بندہ تھا وہ اللہ سے محبت رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا تھا وہ اللہ کے لئے نیکی اور بھلائی کرتا تھا اور اللہ اسے بھلائی اور نیکی کا بدلہ دیتا تھا اس کا نام ذی القرنین تو تھا اس لئے تھا کہ اس نے اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی طرف بلایا تھا انھوں نے اُسے ایک زمانہ تک مارا اُس وقت وہ ان سے پوشیدہ ہو گیا پھر وہ اُن کے پاس آیا پھر انھوں نے مارا مگر اسی جیسا تمھارے اندر بھی ایک آدمی ہے۔ (بحارالانوار جلد [illegible] صفحہ [illegible])

۳۴۔ فرشتوں کا حصہ حضرت علی کو: ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ نبی ایک جنگ کے بعد مدینہ کی طرف پھرے اور حضرت علی مکان پر ہی رہ گئے تھے تو رسول اللہ نے مال غنیمت تقسیم کیا اور حضرت علی بن ابوطالب کے دو حصے لگائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے علی بن ابوطالب کو دو حصے دیئے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہی میں رہ گئے ہیں آنحضرت نے فرمایا اے لوگو میں تمھیں اللہ اور اس کے رسول کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے اُس سوار کو نہیں دیکھا جو لشکر کے دائیں طرف سے مشرکوں پر حملہ کر کے انھیں بھگا دیتا تھا اور پھر میرے پاس آ کے کہتا تھا کہ اے محمد آپ کے پاس میرا بھی ایک

حصہ ہے اور وہ میں نے علی ابن ابو طالب کو دیا ہے (لہذا تم میرا حصہ انہیں دے دینا) اور وہ سوار حضرت جبرئیل تھے اور اے لوگو میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے اس سوار کو نہیں دیکھا جو لشکر کے بائیں طرف مشرکوں پر حملہ کرتا تھا اور پھر میرے پاس آ کے یہ کہتا تھا کہ اے محمد تمہارے پاس ایک میرا بھی حصہ ہے اور میں وہ حصہ حضرت علی ابن ابو طالب کو دیتا ہوں یہ سوار میکائیل تھے لہذا اللہ کی قسم میں نے علی کو جبرئیل اور میکائیل ہی کے حصے دیے ہیں یہ سنکر سب لوگوں نے (تعجب سے) اللہ اکبر کہا۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۳۵۔ ہزاروں فرشتوں کا مجرا حضرت علی کو: ابن عباس کہتے ہیں ہم رسول اللہ کے ساتھ کہ جب ہم پانی تلاش کرنے کے لئے چلے پھر حضرت علی کو بلایا تو وہ آ گئے اور (جس وقت چلے) وہ رات جاڑے کی بہت سخت اندھیری تھی تیز ہوا چل رہی تھی حضرت علی اپنی مشک لیکر نکلے جب کنویں کے پاس پہنچے تو آپ کو وہاں ڈول نہ ملا آپ اسی وقت اندر اتر گئے اور اپنی مشک بھر لی پھر بہت سخت ہوا چلی آپ بیٹھ گئے جب وہ ہوا اتر گئی تو آپ کھڑے ہوئے پھر تیز ہوا چلی پھر آپ بیٹھ گئے جب وہ بھی اتر گئی تو آپ کھڑے ہوئے پھر تیز ہوا چلی پھر آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ وہ بھی اتر گئی اس کے بعد آپ آئے نبی ﷺ نے پوچھا کہ اے ابوالحسن تمہیں آنے سے کس نے روک لیا تھا آپ نے عرض کیا کہ تین مرتبہ بہت ہی سخت ہوا چلی اس سے مجھے اندیشہ ہوتا تھا رسول اللہ نے فرمایا اے علی تمہیں خبر بھی ہے یہ کیا چیز تھی انہوں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ اول مرتبہ ہزار فرشتوں کو لیکر جبرئیل آئے تھے انھوں نے آ کے مع سب فرشتوں کے تمہیں سلام کیا تھا پھر ہزار فرشتوں کو لیکر میکائیل آئے تھے انھوں نے اور ان کے ساتھ کے سب فرشتوں نے تمہیں سلام کیا تھا پھر ہزار فرشتوں کو لیے اسرافیل آئے تھے انھوں نے اور ان کے ساتھ سب فرشتوں نے بھی تمہیں سلام کیا تھا۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۳۶۔ جنگ میں دائیں بائیں علی کے فرشتے رہتے تھے: جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں رسول اللہ فرماتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ علی جب کبھی کسی لشکر میں جاتے ہیں تو میں ان کے دائیں طرف ہزار فرشتے لئے ہوئے جبرئیل کو دیکھتا ہوں اور ان کے بائیں طرف ہزار ہی فرشتے لئے ہو میکائیل کو دیکھتا ہوں اور ملک الموت ان کے

آگے ہوتے ہیں اور ایک ایمان پر سایہ کر لیتا ہے یہاں تک کہ ان کی بہت اچھی فتح ہو جاتی ہے۔

۳۷۔ ایک فرشتہ علی کی صورت میں: انس کہتے ہیں رسول اللہ فرماتے تھے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اپنے روبرو عرش کے نیچے دیکھا کہ میں علی بن ابو طالب کے پاس ہوں وہ عرش کے نیچے کھڑے ہوئے اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے ہیں میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل کیا علی بن ابو طالب مجھ سے بھی پہلے آ گئے انھوں نے کہا نہیں اے محمد میں تمھیں بتاتا ہوں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے اوپر علی بن ابو طالب کی بہت ہی تعریف کی تھی اسلئے عرش کو علی بن کا ابو طالب کے دیکھنے کا بہت شوق ہو گیا لہذا اس کی خاطر سے اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے علی بن ابو طالب کی صورت پر یہ ایک فرشتہ پیدا کر دیا ہے تا کہ عرش اس کی طرف دیکھ کر اپنا شوق پورا کر لے اور اے محمد اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کی تسبیح و تقدیس کا ثواب آپکی اہل بیت کی گروہ کے لئے کر دیا ہے۔ ([illegible] ص ۳۲۰)

۳۸۔ علی کی صورت میں فرشتے علی کو دعا دیا کرتے ہیں: طاؤس نے ابن عباس سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ فرماتے تھے جب میں رات کو آسمان پر گیا اور میں اور جبرئیل ساتویں آسمان پر پہنچے تو جبرئیل نے کہا کہ اے محمد یہ میری جگہ ہے پھر مجھے نور میں گرا دیا تا یک میں اللہ کے ایسے فرشتوں سے ملا جو علی کی صورت میں ان ہی کے ہم نام عرش کے نیچے سجدہ میں یہ دعا کر رہے تھے یا الٰہی علی کی اور ان کی اولاد کی اور ان سے محبت کرنے والوں کی اور ان کی جماعتوں کی مغفرت کر دے:

([illegible] ص ۳۲۰)

۳۹۔ علی کی روح ملک الموت نے نہیں قبض کی: ابوذر روایت کرتے ہیں کہ نبی نے مجھ سے فرمایا کہ ابوذر علی میرے بھائی اور میرے داماد اور میری بازو ہیں آ گے ابوذر جب میں رات کو آسمان پر گیا تو میں ایک فرشتہ کے پاس سے نکلا جو نور کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور نور ہی کا تاج اس کے سر پر تھا اس کا ایک پاؤں مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں اس کے آگے ایک تختی تھی جسے وہ دیکھ رہا تھا ساری دنیا اس کی دونوں آنکھوں اور ساری مخلوق اس کے دونوں گھٹنوں کے بیچ میں تھی اس کا ایک ہاتھ مشرق میں پہنچتا تھا اور دوسرا مغرب میں میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہے میں نے اپنے پروردگار جل جلالہ کے فرشتوں میں جسم کے اعتبار سے اس سے بڑا کوئی بھی نہیں دیکھا انھوں نے کہا کہ یہ

عزرائیل ملک الموت ہیں آپ ان کے قریب جا کے انہیں سلام علیک کیجئے چنانچہ میں نے ان کے پاس جا کے کہا اے ملک الموت میرے دوست السلام علیکم انھوں نے کہا اے احمد وعلیکم السلام پھر وہ بولے تمہارے چچا کے بیٹے علی بن ابو طالب کا کیا حال ہے میں نے کہا کیا تم میرے چچا کے بیٹے کو جانتے اور پہچانتے ہو وہ بولے کہ میں کس طرح نہ پہچانوں حالانکہ اللہ جل جلالہ نے سوائے آپ کے اور علی بن ابو طالب کی روح کے تمام مخلوق کی روحیں قبض کرنے پر مجھے مقرر کر دیا ہے اور تم دونوں کو جس طرح اس کی رائے میں ہوگا وفات دیگا۔ ([illegible])

۴۰۔ جبرئیل کا نزول علی کا پر اور آ اللہ کا سلام پہنچانا: ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ نے سات رمضانوں کے روزے رکھے تھے اور آپ کے ساتھ ہی علی بن ابو طالب نے بھی روزے رکھے تھے پھر شب قدر کی ہر رات میں جبرئیل حضرت علی پر اترا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سلام کہا کرتے تھے۔ ([illegible])

۴۱۔ جبرئیل بصورت پرند: منقول ہے کہ ایک دن حضرت علی شہر بصرہ کے منبر پر کھڑے تھے اس وقت آپ نے فرمایا اے لوگو تم مجھ سے میرے گم ہونے (یعنی میری وفات) سے پہلے ہی جو کچھ تمہیں پوچھنا ہے پوچھ لو تم مجھ سے آسمانوں کے راستوں کا حال پوچھو کیونکہ میں آسمانوں کے راستوں کا حال زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں اسی وقت ایک شخص لوگوں کے بیچ میں سے آپ کے روبرو کھڑا ہوا اور آپ سے یہ پوچھا کہ اس وقت میں جبرئیل کہاں ہے۔ حضرت علی نے اول آسمان کی طرف دیکھا پھر مشرق کی طرف نگاہ اٹھائی اس کے بعد مغرب کی طرف دیکھا لیکن جبرائیل کسی جگہ نہ ملے پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بوڑھے تم ہی جبرئیل ہو۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ لوگوں کے بیچ میں سے پرند بن کر اڑ گئے۔

۴۲۔ علی کی صورت فرشتہ کی شمشیر بازی: حسین بن علی کہتے ہیں میں نے اپنے نانا رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس رات کو میرے پروردگار نے مجھے آسمان پر بلایا تھا تو میں نے عرش کے اندر کی جانب ایک فرشتہ کو دیکھا اس کے ہاتھ میں نور کی تلوار تھی وہ اس تلوار سے اس طرح کھیل رہا تھا جس طرح علی بن ابو طالب ذوالفقار سے کھیلا کرتے ہیں اور تمام فرشتوں کو جب علی

بن ابو طالب کے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ اس فرشتہ کی صورت دیکھتے ہیں میں نے (جناب باری میں) عرض کیا اے میرے پروردگار یہ میرے بھائی علی بن ابو طالب میرے چچا کے بیٹے ہیں اللہ نے فرمایا اے محمد یہ ایک فرشتہ ہے علی کی صورت پر میں نے اسے پیدا کر دیا ہے میرے عرش کے نیچے ہی یہ میری عبادت کرتا رہتا ہے اس کی نیکیاں اور اس کی تسبیح و تقدیس کا ثواب قیامت تک علی بن ابو طالب کے لئے لکھا جاتا رہے گا۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۳۲۹)

۴۳۔ ہر رات ستر ہزار فرشتے آسمان پر علی کی زیارت کرتے ہیں: انس کہتے ہیں رسول اللہ فرماتے تھے کہ جس رات کو میں آسمان پر گیا تو میں نے دیکھا یکایک فرشتہ دیکھا کہ وہ نور کے منبر پر بیٹھا ہوا تھا اور سب فرشتے اسے دیکھ رہے تھے میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون فرشتہ ہے انھوں نے کہا آپ اس کے پاس جایئے اور اسے سلام کیجئے میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا پھر دیکھا یک میں اپنے بھائی علی بن ابو طالب سے ملا میں نے کہا اے جبرئیل کیا علی بن ابو طالب چوتھے آسمان پر مجھ سے بھی پہلے آ گئے ہیں انھوں نے کہا اے محمد نہیں بلکہ فرشتوں نے اپنی زیادتی محبت کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے علی کی صورت پر یہ فرشتہ نور کا پیدا کر دیا ہے تمام فرشتے ہر جمعہ کی رات کو اور ہر روز جمعہ کو ستر ہزار مرتبہ اس کی زیارت کرتے ہیں اور وہ سب اللہ کی تسبیح اور پاکی کرتے ہیں اور اس کے ثواب کو علی کے دوستوں کے لئے تحفہ بھیجتے رہتے ہیں (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۳۲۹)

۴۴۔ علی کی ساخت اسرافیل کے ہاتھ سے: مناقب خوارزمی میں منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ آسمانی فرشتوں میں سب سے پہلے علی بن ابو طالب کو بھائی اسرافیل نے بنایا تھا پھر میکائیل نے پھر جبرئیل نے اور آسمان میں سے پہلے ان سے محبت حاملین عرش نے کی اس کے بعد بہشت کے داروغہ رضوان نے کی پھر ملک الموت نے اسی لئے ملک الموت علی بن ابو طالب کے دوستوں پر ایسی شفقت اور نرمی کرتے ہیں جیسے وہ انبیاء علیہم السلام پر نرمی کرتے ہیں (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۳۳۰)

۴۵۔ قرآن کی سورتوں کا بعض حصہ علی پر نازل ہوا تھا: عیسیٰ بن زکریا دہقان امیر المومنین علی بن ابو طالب سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی خدمت بابرکت میں

گیا۔ آنحضرت سورہ مائدہ پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا لکھو چنانچہ میں لکھنے لگا جب آپ اس آیت تک پہنچے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تو آپ نے اس طرح سر جھکایا گویا آپ سو رہے ہیں اور آپ زبان مبارک سے لکھاتے رہے جب آخر سورہ تک لکھا چکے تب آپ کی آنکھ کھلی اور مجھے سے فرمایا کہ جہاں سے مجھے نیند آ گئی تھی پھر تم وہیں سے لکھو میں نے کہا آپ تو برابر لکھواتے رہے یہاں تک کہ آپ نے وہ سورہ بھی ختم کرا دی فرمایا اللہ اکبر تو تمہیں جبرئیل نے لکھوایا ہے پھر حضرت علی بن ابو طالب نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ نے تو مجھے ساٹھ ہی آیتیں لکھوائی تھیں اور جبرئیل نے مجھے چونسٹھ آیتیں لکھوائیں۔ ([illegible])

۳۶۔ **آسمانی سونے کا پیالہ اور حضرت علی:** عبداللہ بن عباس اور حمید الطویل دونوں انس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نماز پڑھا رہے تھے جب آپ نے رکوع کیا تو آپ بہت دیر تک رکوع میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے یہ خیال کیا کہ آپ پر وحی اترنے لگی ہے جب آپ نماز پڑھ چکے اور آپ نے سلام پھیرا تو آپ محراب سے کمر لگا کے بیٹھ گئے اور آواز دی کہ علی بن ابو طالب کہاں ہیں وہ سب سے پچھلی صف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ اسی وقت آپ کے پاس آئے آنحضرت نے پوچھا کہ اے علی تمہیں جماعت مل گئی انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ آج بلال نے بہت جلدی تکبیر کہہ دی میں نے حسن کو آواز دی کہ وضو کے لئے پانی منگوایا پھر میں نے وہاں کسی کو نہ دیکھا ناگہاں کسی نے غیب سے آواز دی کہ اے ابوالحسن تم اپنا داہنا ہاتھ بڑھاؤ میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے سونے کا ایک پیالہ دیکھا جو سبز رومال سے ڈھکا ہوا لٹک رہا تھا پھر میں نے اس کا پانی دیکھا کہ برف سے بہت زیادہ سپید اور شہد سے بہت زیادہ میٹھا اور مشک سے بہت زیادہ خوشبودار تھا میں نے وضو بھی کیا اور وہ پیالہ پیا بھی اور اس کا ایک قطرہ میرے سر پر پڑا اس قطرہ کی ٹھنڈک مجھے اپنے دل پر معلوم ہوئی اور اس رومال سے میں نے اپنا منہ پونچھا جب وہ پانی میں اپنے ہاتھوں پر ڈالتا تھا اس وقت میں نے آدمی کو نہیں دیکھا یا نبی اللہ پھر میں آن کر جماعت میں شامل ہو گیا نبی نے فرمایا کہ وہ پیالہ بہشت کے پیالوں میں سے تھا وہ پانی کوثر کا تھا اور وہ قطرہ عرش کے نیچے کا تھا اور وہ رومال وسیلہ ہے جبرئیل اسے لے کر آئے تھے اور میکائیل نے تمہیں دیا تھا اور جبرئیل میرے گھٹنوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے تھے اے محمد [illegible] یعنی

دیر میں رکوع کرتا تاکہ علی آن کر تمہارے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائیں۔ ([illegible])

۲۷۔ **نارنگی کا آسمانی تحفہ** : تاج الدین کہتے تھے کہ جبرئیل رسول اللہ کے پاس نازل ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک نارنگی تھی انہوں نے آنحضرت سے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور اس نے یہ فرمایا ہے کہ میں تمہارے چچا کے بیٹے علی بن ابو طالب کو یہ تحفہ بھیجتا ہوں تم ان کے سپرد کر دینا چنانچہ آپ نے حضرت علی کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے لیکر بیچ میں سے اس کے دو ٹکڑے کئے اس کے نصف میں سے ایک بہشتی ریشم کا ٹکڑا نکلا جس پر یہ لکھا تھا یہ طالب غالب کی طرف سے علی بن ابو طالب کے لئے تحفہ ہے۔ ([illegible])

۲۸۔ **آسمانی گھوڑا اور حضرت علی**: حضرت علی بن ابو طالب فرماتے ہیں کہ میں سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا آپ سواری پر تھے اور میں پیدل تھا آپ تھوڑی دور چلے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے ابو الحسن جس طرح میں سوار ہوں تم بھی سوار ہو جاؤ ورنہ جیسے تم پیدل چلتے ہو میں بھی پیدل چلوں میں نے کہا نہیں آپ سوار رہیے۔ اور میں پیدل ہی چلوں گا چنانچہ آپ چلتے گئے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے علی جس طرح میں سوار ہوں تم بھی ہو جاؤ ورنہ جیسے تم پیدل چلتے ہو میں بھی پیدل چلوں گا کیونکہ تم میرے بھائی میرے چچا کے بیٹے میری بیٹی کے خاوند میرے بچوں کے باپ ہو میں نے کہا نہیں۔ بلکہ آپ سوار ہی رہیے اور میں پیدل چلوں گا یہاں تک کہ ہم پانی کے ایک چشمہ تک پہنچے آپ نے اپنا پاؤں مبارک رکاب میں سے نکال کر نیچے اترے اور خوب اچھی طرح وضو کیا اور آپ کے ساتھ میں نے بھی وضو کیا پھر آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے آپ کے سامنے برابر میں بھی کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا ابھی میں سجدہ میں تھا کہ آپ نے فرمایا اے علی تم اپنا سر اٹھاؤ اور اللہ کے تحفہ کو دیکھو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا کہ ناگاہ ایک گھوڑا ہے اس پر زین اور لگام کھنچا ہوا ہے آنحضرت نے مجھ سے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے تمہارے واسطے تحفہ ہے تم اس پر سوار ہو جاؤ چنانچہ میں اس پر سوار ہو کر نبی ﷺ کے ساتھ چلا۔ ([illegible])

۲۹۔ **اللہ تعالیٰ کا رقعہ حضرت علی کے نام**: قمر کہتے ہیں میں اپنے آقا حضرت علی بن ابو طالب کی ہمراہ دریائے فرات کے کنارے پر تھا آپ اپنا کرتا اتار کے پانی میں اترے اس کے

بعد ایک موج آئی اور وہ کرتے کو لے گئی پھر یکا یک کسی نے کسی نے غیب سے آواز دی کہ اے ابوالحسن اپنی دائی طرف نگاہ کرو اور جو دیکھو وہ لے لو آپ کی دائیں طرف ایک رومال معلوم ہوا اس میں ایک کرتہ لپٹا ہوا تھا حضرت علی نے اسے لیکر پہن لیا پھر دیکھا کہ اس کی جیب میں ایک رقعہ جس میں یہ لکھا ہوا تھا یہ تحفہ اللہ عزیز الحکیم کی طرف سے علی بن ابوطالب کے لئے ہے یہ کرتہ ہارون بن عمران کا ہے۔(بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۳۳)

۵۰۔ آسمانی پیالے کی خاموشی اور گویائی: امیر المومنین حضرت علی نقل کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بہشت کا ایک پیالہ لائے جس میں بہت سے بہشتی میوے تھے انہوں نے وہ پیالہ نبی ﷺ کو دے دیا اس پیالہ نے آنحضرت کے ہاتھ میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہا پھر آنحضرت نے وہ پیالہ ابوبکر کو دے دیا اس وقت وہ پیالہ خاموش ہو گیا پھر آنحضرت نے وہ امیر المومنین حضرت علی کو دے دیا آپ کے ہاتھ میں اس پیالہ نے سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہا اس کے بعد اس نے یہ بیان کیا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں نبی یا وصی ہی کے ہاتھ میں گفتگو کیا کروں اور کتاب الانوار کی ایک اور روایت میں یوں بھی ہے کہ پھر وہ پیالہ نبی ﷺ کے ہاتھ سے نکل کے آسمان پر چڑھ گیا۔(بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۳۵)

۵۱۔ خضر اور حضرت علی: حارث اعور ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے نخیلہ میں امیر المومنین حضرت علی کے ساتھ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا تھا میں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین یہ کون شخص ہیں، آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی خضر ہیں میرے پاس یہ بات پوچھنے آئے تھے کہ دنیا کب تک باقی رہے گی اور میں نے ان سے یہ پوچھا کہ کس قدر گزر چکی ہے انہوں نے مجھے بتا دیا اگرچہ جو دنیا میں نے پوچھا تھا وہ میں بھی جانتا تھا اور فرمایا کہ پھر ہمارے پاس آسمان سے تر کھجوروں کا ایک طباق آیا ہم دونوں نے کھجوریں کھانی شروع کیں خضر تو گٹھلیاں پھینکتے رہے اور میں اپنے ہاتھ میں جمع کرتا رہا حارث کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین وہ گٹھلیاں مجھے عطا کر دیجئے آپ نے مجھے عطا کر دیں، میں نے انہیں بو دیا چنانچہ ان سے ایسی عمدہ عجیب بوعیا کھجوریں اگیں کہ میں نے ایسی کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۳۵)

۵۲۔ آفتاب اور حضرت علی: جویریہ بن مسہر کہتے ہیں کہ ہم امیر المومنین حضرت علی بن

ابوطالب کے ساتھ سفر طے کر کے عصر کے وقت صراط کے پل پر پہنچے حضرت علی نے فرمایا کہ اس زمین میں لوگوں کو عذاب دیا گیا ہے لہذا یہاں نبی کو اور نبی کے وصی کو نماز پڑھنی نہیں چاہیے۔ اور تم میں سے جو شخص نماز پڑھنی چاہے پڑھ لے اسی وقت لوگ دائیں بائیں متفرق ہو کے نماز پڑھنے لگے میں نے کہا بخدا میں تو آج نماز پڑھنے میں ان شخص کی ہی تقلید کروں گا اور جب تک یہ نماز نہیں پڑھیں گے میں بھی نہیں پڑھوں گا پھر ہم وہاں سے چلے آئے اور سورج نیچے جانے یعنی غروب ہونے کے قریب ہو گیا اور مجھے اس سے نہایت ہی تشویش ہوتی رہی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ہم سب سفر طے کر چکے وہاں پہنچ کر حضرت علی نے فرمایا کہ اے جویریہ آذان دے دو میں نے کہا آپ اب فرماتے ہیں کہ آذان دے دو حالانکہ سورج غروب ہو چکا ہے انہوں نے فرمایا کہ تم آذان دیدو چنانچہ میں نے آذان دے دی پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تکبیر کہو میں نے تکبیر کہی جب میں نے قدقامت الصلوٰۃ کہا تو میں نے آپ کو دونوں ہونٹوں کو ہلتے ہوئے دیکھا اور کچھ کلمات سنے گویا وہ عبرانی زبان کے کلمات تھے اسی وقت سورج لوٹ کر اوپر چڑھ آیا یہاں تک کہ وہ اسی طرح ہو گیا جیسا وہ عصر کے وقت ہوتا ہے آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی جب ہم فارغ ہوئے تو سورج اپنی اسی جگہ چلا گیا اور ستارے جگمگانے لگے۔ ([illegible])

۵۳۔ حضرت علی اور سورج کی باتیں: ابن جعفر اپنے باپ داداؤں سے انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کی ہے کہ آپ نے حضرت علی بن ابوطالب سے فرمایا کہ اے ابوالحسن تم کچھ سورج سے پوچھو وہ تم سے گفتگو کرے گا حضرت علی نے اس سے فرمایا اے اللہ کے فرمانبردار بندے السلام علیکم سورج نے کہا اے امیرالمومنین وامام متقین وعلیکم السلام اے علی تم اور تمہاری جماعت بہشت میں جاؤ گے اے علی سب سے پہلے زمین سے محمد نکلیں گے اور ان کے بعد تم اور سب سے پہلے محمد زندہ ہوں گے ان کے بعد سب سے پہلے انہیں لباس پہنایا جائے گا ان کے بعد تمہیں پھر حضرت علی سجدہ کرنے کے لئے زمین پر گر پڑے اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ان ہی کے اوپر نبی بھی گر پڑے اور فرمایا کہ اے میرے بھائی اے میرے پیارے اپنا سر اٹھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ساتوں آسمانوں والوں پر فخر کرتا ہے۔ ([illegible])

۵۴۔ حضرت علی اور سورج کی دوبارہ گفتگو اور علی کی ذات پر اللہ کو فخر:

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو ہم آٹھ ہزار آدمی نکل کر چلے جب ہمیں شام ہوئی تو ہم دس ہزار مسلمان ہو گئے پھر رسول اللہ نے ہجرت موقوف کر دی یعنی یہ فرمایا کہ مکہ معظمہ فتح ہونے کے بعد ہجرت ضروری نہیں رہی روای کہتے ہیں پھر ہم قبیلہ ہوازن کے پاس پہنچے نبی ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب سے فرمایا کہ اے علی تم اٹھو اور اللہ عزوجل کے حضور اپنی کرامت و بزرگی دیکھو (کہ کس قدر ہے یعنی) جب سورج طلوع ہو تو تم اس سے گفتگو کرو ابن عباس فرماتے ہیں اللہ کی قسم مجھے اس روز سوائے علی بن ابو طالب کے اور کسی پر حسد نہیں ہوا میں نے اپنے بھائی فضل سے کہا تم بھی چلو ہم علی بن ابو طالب کو دیکھیں وہ سورج سے کس طرح گفتگو کریں گے چنانچہ جب سورج طلوع کر آیا تو حضرت علی بن ابو طالب نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے اللہ کے نیک بندے اپنے پروردگار کی فرمانبرداری میں ہمیشہ رہنے والے السلام علیکم سورج نے آپ کو یہ کہہ کر جواب دیا کہ اے رسول اللہ کے بھائی اور آپ کے وصی اور اللہ کی مخلوق میں اس کی حجت وعلیکم السلام اسی وقت حضرت علی شکرانہ کا سجدہ کرنے کے لئے منہ کے بل گر پڑے پھر اللہ کی قسم میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے کھڑے ہو کر ان کا سر پکڑا انہیں کھڑا کرتے تھے اور ان کا منہ پونچھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے میرے پیارے کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تم نے اپنے رونے کے باعث سارے آسمان والوں کو رلا رکھا ہے اور اللہ تعالے تمہارے باعث حاملین عرش سے فخر کرتا ہے۔

۵۵۔ حضرت علی کا مردہ کو زندہ کرنا: امام صادق فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی مخزوم کی حضرت علی سے رشتہ داری تھی۔ ایک روز ان میں کا ایک جوان ان کے پاس آیا اور کہا اے ماموں میرا ایک بھائی مر گیا ہے جس کی وجہ سے مجھے نہایت ہی غم ہے آپ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس کی صورت دکھا دوں اس نے کہا ہاں فرمایا تو مجھے اس کی قبر کے پاس لے چل (جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے اول وہاں کچھ دعا کی پھر فرمایا اے فلانے اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا اسی وقت وہ مردہ اچانک قبر پر بیٹھ گیا اور یہ الفاظ کہتا تھا وید وید سالا جس کے معنی سیدنا لبیک لبیک کے ہیں امیر المومنین نے پوچھا کہ یہ کیسی کہاں کی بولی ہے کیا تو عربی ہو کر نہیں مرا تھا وہ بولا ہاں لیکن میں فلاں فلاں

کی ولایت پر مرا تھا اس لئے میری بولی روز جیوں کے بولی جیسی ہو گئی۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۳۳۳)

۵۶۔ حضرت علی کے مصلے کے نیچے تمام دنیا کی چیزیں ہوتی تھیں:

علی بن حسین نے اپنے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی یہ آواز دیا کرتے تھے کہ جس شخص کی رسول اللہ کے ذمہ کوئی وعدہ ضمانت یا قرض ہو تو وہ میرے پاس آ جائے (تاکہ ادا کر دوں) پھر جو شخص کوئی قرض یا ضمانت طلب کرنے آتا تھا تو آپ مصلے اٹھاتے اور اسکے نیچے سے وہی چیز لیکر اُسے دیتے تھے ایک روز خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول سے یعنی عمر نے ابوبکر سے کہا کہ اس نے دنیا میں اس قدر شرف حاصل کر لیا اور ہمیں کچھ بھی شرف نہیں ہوا لہذا کیا حیلہ کرنا چاہیے انہوں نے کہا شاید جس طرح وہ منادی کرتے ہیں ہم بھی اسی طرح کریں تو ہمیں یہ شرف حاصل ہو جائے جیسا انہیں حاصل ہے کیونکہ وہ اس وقت رسول اللہ کی طرف سے آپ کا قرض ادا کرتے ہیں چنانچہ ابوبکر نے اسی طرح منادی کی پھر حضرت علی کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا اور دیکھو کہ یہ اپنے اس کرتوت پر نادم ہوں گے جب اگلا روز ہوا تو ایک دیہاتی آیا ابوبکر مہاجرین اور انصار کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے دیہاتی نے پوچھا تم میں رسول اللہ کا وصی کون ہے کسی نے ابوبکر کی طرف اشارہ کر دیا اس نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ کے وصی اور خلیفہ تم ہی ہو انہوں نے کہا ہاں تو کیا چاہتا ہے وہ بولا کہ مجھے اسی اونٹنیوں دو جن کے رسول اللہ ضامن ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ وہ کیسی اونٹنیاں تھیں اس نے کہا کہ اسی اونٹنیاں سرخ جن کی آنکھیں کالی ہوں رسول اللہ مجھے دینے کے لئے ضامن ہو گئے تھے اس وقت ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ اب کیا کریں انہوں نے کہا دیہاتی لوگ تو جاہل ہوتے ہیں لہذا اس سے یہ پوچھو کہ جو کچھ تو کہتا ہے تیرا گواہ کون ہے چنانچہ ابوبکر نے اس سے گواہ طلب کیے اس نے کہا کہ جس چیز کے رسول ضامن ہوں کیا آپ مجھ جیسا (جاہل) شخص گواہ تلاش کرتا ہے خدا تم رسول اللہ کے وصی خلیفہ ہی نہیں ہو پھر سلمان اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ اے دیہاتی تو میرے ساتھ چل تاکہ میں تجھے رسول اللہ کا وصی بتا دوں وہ دیہاتی اُن کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ وہ حضرت علی کے پاس پہنچے دیہاتی نے حضرت علی سے پوچھا کہ رسول اللہ کے وصی تم ہی ہو انہوں نے فرمایا ہاں تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ میرے واسطے سرخ اسی اونٹنیوں کے ضامن ہوئے تھے جن کی آنکھیں

کالی ہوں اب آپ وہ اونٹنیاں دلوایئے حضرت علی نے اُس سے پوچھا تو اور تیرے گھر والے سب
مسلمان ہو گئے یہ سنتے ہی دیہاتی آپ کے ہاتھوں پر اوندھا گر پڑا اور انہیں بوسے دیکر یہ کہا میں
گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے وصی اور خلیفہ ہیں کیونکہ میرے اور آنحضرت کے بیچ میں یہی شرط ٹھیری تھی
اور ہم سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا اے حسن تم اور سلمان اس دیہاتی کے ساتھ فلانے
جنگل میں جاؤ اور یا صالح، یا صالح کہہ کر پکارنا جب تمھیں کوئی جواب دے تو تم کہنا کہ امیر المومنین
نے تمھیں سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ جو اسی اونٹنیوں کے اس دیہاتی کے لئے ضامن ہوئے
تھے وہ دے دیجئے سلمان کہتے ہیں ہم اس جنگل کی طرف روانہ ہوئے جب وہاں پہنچ گئے تو امام حسن
نے اسی طرح پکارا کسی نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ کے بیٹے میں حاضر ہوں انہوں نے حضرت علی
کا پیغام اُسے سنا دیا وہ بولا بہت اچھا میں کرتا ہوں ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ یکا یک زمین میں نکیل دار
اونٹنیاں ہماری طرف آنی شروع ہوئیں۔ امام حسن نے نکیل پکڑا اُس دیہاتی کو دے دی پھر وہاں سے
اونٹنیاں نکلتی رہیں یہاں تک کہ اسی طرح کی پوری اسی ہو گئیں (مدینۃ المعاجز صفحہ ۱۴۳)

۵۷۔ علی ۔ سیاہ کوے اور یہودی کا خزانہ: رضا نے اپنے باپ دادوں سے نقل کی ہے
وہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں اُن کے پاس آیا اور کہا اے ابو بکر السلام
علیک انہوں نے اپنی گردن نیچی کر لی۔ کسی نے اس لڑکے سے کہا تو نے خلیفہ کو سلام کرنے کی طرح
کیوں نہیں سلام کیا یعنی اے امیر المومنین السلام علیکم کیوں نہ کہا پھر ابو بکر نے اُس سے پوچھا کہ تیرا
کیا کام ہے وہ بولا کہ میرا باپ یہودی تھا اسی حالت میں وہ مر گیا ہے اور اس نے بہت سا خزانہ اور
مال چھوڑا ہے لیکن کہیں گڑا ہوا ہے مجھے نہیں ملتا پتہ اگر تم اُسے ظاہر کر دو اور نکال دو تو میں تمہارے
ہاتھ پر مسلمان ہی نہیں ہو جاؤں بلکہ تمہارا غلام بن جاؤں گا اور اس مال میں سے ایک تہائی تمہارا اور
اور ایک تہائی انصار اور مہاجرین کا اور ایک تہائی میرا یہ سنتے ہی ابو بکر نے اس سے کہا اے خبیث کیا
اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی غیب کو جان سکتا ہے پھر ابو بکر یہ کہتے ہیں چل دیئے اس کے بعد یہ یہودی لڑکا
عمر کے پاس پہنچا انہیں سلام کر کے یہ کہا کہ میں ابو بکر کے پاس ایک مسئلہ پوچھنے کو گیا تھا لیکن میں نے
وہاں تکلیف اٹھائی اور اب بھی میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں پھر اس نے سارا قصہ بیان کر دیا انہوں نے

بھی وہی کہا کہ کیا کوئی اللہ تعالے کے سوا بھی غیب کو جان سکتا ہے پھر وہ یہودی حضرت علی کے پاس گیا
آپ مسجد میں تھے عرض کیا اے امیر المومنین السلام علیکم یہ ابوبکر اور عمر نے بھی سن لیا پھر لوگوں نے
اُسے مارا اور یہ کہا کہ اے خبیث تو نے خلیفہ اوّل کو اس طرح کیوں نہیں سلام کیا جس طرح علی کو کیا ہے
حالانکہ خلیفہ تو ابوبکر ہی ہیں یہودی نے کہا خدا میں نے ان کا امیر المومنین نام جب ہی رکھا ہے جب
میں نے اپنے باپ دادوں کی کتابوں توراۃ میں دیکھ لیا پھر امیر المومنین نے اُس سے کہا کہ تو جو کچھ
کہتا ہے اسے پورا کرے گا وہ بولا ہاں میں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور جس قدر آدمی یہاں موجود
ہیں سب ہوں کو گواہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر آپ نے ایک سفید کاغذ منگا کر کچھ اس پر
لکھا اور اس سے پوچھا کہ تو بھی اچھی طرح لکھ سکتا ہے اُس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تو اپنے ساتھ
چند تختیاں لے کر ملک یمن کی طرف جا اور وہاں حضر موت میں برہوت کا جنگل پوچھنا جب تجھے اُس
جنگل میں شام ہو جائے تو تو اسی جگہ بیٹھ جائیو کیونکہ تیرے پاس سیاہ چونچوں والے کوے شور مچاتے
ہوئے آئیں گے جب وہ بیٹھ گئیں تو اپنے باپ کو پکارنا اور کہنا اے فلانے میں محمد کے وصی کا قاصد
ہوں لہذا تو مجھ سے گفتگو کر چنانچہ تیرا باپ تجھے جواب دے گا اور تو اس سے اُن ہی خزانوں کو جنہیں
چھوڑ گیا ہے پوچھنے میں دیر نہ کرنا اور اس وقت اور اس ساعت میں جو جواب وہ تجھے دے تو اپنی تختیوں
میں لکھ لینا پھر جب تو اپنے ملک خیبر میں آئے تو جو جگہ تیری تختیوں میں لکھی ہوئی ہو اس کے موافق
عمل کرنا چنانچہ یہودی ملک یمن کے جنگل میں پہنچا اور جہاں حضرت علی نے حکم کیا تھا اسی جگہ بیٹھ گیا
یکا یک اُس کے پاس سیاہ کوے شور مچاتے ہوئے آئے یہودی نے آواز دی اُس کے باپ نے فوراً
جواب دیا اور یہ کہا کہ تیرا بھلا ہو تجھے اس وقت میں اس جگہ کون لے آیا کیونکہ یہ جگہ تو دوزخیوں کی ہے
اس نے کہا میں تیرے پاس تیرے خزانوں کو پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ تو نے وہ خزانے کہاں کس جگہ
رکھے ہیں اُس نے کہا کہ فلانے باغ کی فلاں جگہ کی فلانی دیواریں ہیں یہ سب اس لڑکے نے لکھ لیا
پھر اس نے کہا کہ تو دین محمد کی پیروی کرنا اور کوے سب چلے گئے یہ یہودی اپنے ملک خیبر کی طرف پھرا
اور اپنے غلاموں اور نوکروں اور کھودنے والوں کو لے کر چلا اور جہاں تختیوں میں لکھا ہوا تھا اُسے تلاش
کیا چنانچہ اس نے ایک خزانہ چاندی کے برتنوں کا نکالا اور ایک سونے کے برتنوں کا نکالا پھر وہ ایک

قافلہ کو لے کر حضرت علی کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں اس بات کا گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور تم محمد کے وصی اور ان کے بھائی ہو اور جیسا تمہارا نام امیر المومنین ہے سچ ہے یہ ایک قافلہ درہموں کا ہے اور یہ دوسرا اشرفیوں کا ہے اللہ نے اور اللہ کے رسول نے جہاں تمہیں صرف کرنے کا حکم دیا ہو آپ اسے صرف کر دیجئے۔

(معارف ذوالجلال و صفحہ ۲۳۲)

۵۸۔ پتھر سے اونٹنیاں نکلیں: منقول ہے کہ بہت سے نصارا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ اگر آپ ہماری رو برو ایک پتھر میں سے سیاہ سو اونٹنیاں ایسی کہ ہر ایک کے ساتھ بچہ ہوں نکال دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کے ضامن ہو گئے اور وہ لوگ یہ کہہ کر اپنے شہروں کو چلے گئے پھر رسول اللہ کے وفات کے بعد وہ مدینہ منورہ میں آئے اور نبی ﷺ کا پوچھا کسی نے ان سے کہا کہ ان کی وفات ہو گئی انہوں نے کہا ہم اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ جب کوئی نبی دنیا سے جاتا ہے تو وہ اپنا وصی ضرور چھوڑ جاتا ہے لہذا تمہارے نبی محمد کا وصی کون ہے لوگوں نے ابوبکر کو بتا دیا (کہ وہ وصی ہیں) یہ لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ محمد کے ذمہ ہمارا قرض تھا انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا چیز تھی انہوں نے بیان کیا کہ سو اونٹنیاں ہیں کہ ہر اونٹنی کے ساتھ ایک بچہ اور سب کی سب سیاہ ہوں ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ نے تو کوئی ترکہ نہیں چھوڑا جس میں یہ پورا کر دیا جائے ان میں سے ایک نے دوسرے سے اپنی زبان میں کہا کہ بس محمد کا کام تو سب جھوٹا ہی تھا سلمان بھی وہاں موجود تھے اور یہ ان کی زبان سمجھتے تھے انہوں نے ان سے کہا کہ محمد ﷺ کا وصی میں تمہیں بتاؤں گا چنانچہ یہ حضرت علی کے پاس لے گئے وہ مسجد میں جاتے تھے یہ سب ان کے پاس گئے اور ان کے رو برو دو زانو ہو کر سب بیٹھ گئے اور عرض کیا تمہارے نبی کے ذمہ ہمارا قرض تھا یعنی ان کے ذمہ خاص صفت والی سو اونٹنیاں تھیں علی نے اسی وقت پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو انہوں نے کہا ہاں حضرت علی نے اگلی ہی روز صبح کا ان سے وعدہ کر لیا پھر آپ ان مردوں اور منافقوں کی طرف گئے وہ یہ گمان کرتے تھے کہ علی کی بھی فضیحت ہوئی ہوگی جب آپ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے دو رکعت پڑھیں اور آہستہ سے دعا مانگی پھر آپ نے رسول اللہ کی چھڑی لے کر ایک پتھر پر ماری وہاں سے ایسی

آواز آئی جیسی اونٹنیوں کی بچہ جننے کے وقت ہوتی ہے اور ابھی ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ یکا یک پتھر پھٹا اور اس میں سے ایک اونٹنی کا سر نکلا اور اس کی نکیل لگی ہوئی تھی آپ نے اپنے صاحبزادے حسن سے فرمایا اسے پکڑ لو پھر اس میں سے سو اونٹنیاں نکلیں ہر ایک کے ساتھ ایک بچہ سب ہوں کا سیاہ رنگ تھا اسی وقت سب نصاریٰ مسلمان ہو گئے اس کے بعد عرض کیا کہ صالح نبی کی فقط ایک اونٹنی تھی جس کے باعث ایک بہت بڑی قوم تباہ ہو گئی لہذا اے امیر المومنین آپ دعا کیجئے تاکہ یہ سب اونٹنیاں اور ان کے بچے اسی پتھر کے اندر چلی جائیں تا کہ ان میں سے کوئی چیز امت محمد کے تباہی کے لئے سبب نہ ہو جائے حضرت علی نے دعا کی چنانچہ جس طرح وہ نکلی تھیں سب کی سب اسی کے اندر چلی گئیں ([illegible])

۵۹۔ آسمانوں کے عجیب و غریب نام اور مردہ عورت کا زندہ کرنا: سلمان فارسی کہتے ہیں کہ ایک انصاری عورت جسے ام فروہ کہتے تھے ابوبکر کی بیعت توڑنے پر اور حضرت علی سے بیعت کرنے پر لوگوں کو ابھارا کرتی تھی اس کی خبر ابوبکر کو ہو گئی انہوں نے اسے بلوا کر کہا کہ اے اللہ کی دشمن جس بات پر سب مسلمانوں نے اتفاق کر لیا ہو کیا تو ان کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے لئے لوگوں کو برانگیختہ کرتی ہو بھلا میری امامت کی بابت تو کیا کہتی ہے وہ بولی کہ تو امام نہیں ہے انہوں نے پوچھا پھر میں کون ہوں اس نے کہا تو اپنی ہی قوم کا امام امیر و حاکم ہے جنہوں نے تجھے حاکم بنایا ہے اور تیرا اعزاز کرتے ہیں اور جو امام اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے خاص ہو اس پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے اور امیر اور امام پر یہ چند باتیں خاص لازم ہیں کہ وہ ظاہر و باطن کو اور جو مشرق و مغرب میں برائی بھلائی ہوتی ہے تمام جانتا ہو اور جب وہ دھوپ میں یا چاند کی چاندنی میں کہیں کھڑا ہو جائے تو اس کا سایہ نہ گرے اور امامت بت پرستوں کے لئے یا جو پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہو گئے ان کے لئے جائز نہیں ہے اور اے ابن ابی قحافہ تو کن لوگوں میں سے ہے انہوں نے کہا میں اس امت کے لوگوں میں سے ہوں جنہیں اللہ نے اپنے بندوں میں سے پسند کر لیا ہے اس نے کہا تو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اگر تو ان لوگوں میں سے ہوتا جنہیں اللہ نے پسند کر لیا تو اللہ تعالے تیرا ذکر اپنی کتاب میں کرتا جیسا کہ اس نے تیرے سوا اوروں کا ذکر کیا ہے اگر تو سچا امام ہے تو بتا کہ آسمان دنیا کا اور دوسرے تیسرے چوتھے پانچویں، چھٹے اور ساتویں کا کیا نام ہے ابوبکر جواب نہ دے سکے بلکہ یہ کہا کہ ان کا نام وہی اللہ جانتا

تھے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اس نے کہا اگر عورتوں کو سکھانا جائز ہوتا تو میں تجھے سکھا دیتی. انہوں نے اس سے کہا کہ اے اللہ کی دشمن بتا تو ہر ہر آسمان کا نام بتا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا وہ بولی کیا تو مجھے قتل کرنے سے ڈراتا ہے آ اللہ کی قسم مجھے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ تجھ جیسے کے ہاتھ سے میں قتل ہو جاؤں لیکن ہاں میں بتائے دیتی ہوں آسمان دنیا کا نام ایلول ہے دوسرے آسمان کا نام ربعول تیسرے کا نام سحقوم چوتھے کا نام ذیلول پانچویں کا نام ماتن چھٹے کا نام ماجیر اور ساتویں کا نام ایوث ہے ابو بکر اور جو ان کے ساتھ تھے سب حیران رہ گئے ان سب ہوں نے اس سے پوچھا کہ تو علی کی بابت کیا کہتی ہے اس نے کہا کہ سب اماموں کے امام اور سب وصیوں کے وصی جنہوں نے اپنے نور سے آسمان و زمین کو روشن کر دیا اور جن کی حقیقت پہچانے بدون توحید بھی پوری نہیں ہوتی میں ان کے حق میں کیا کہہ سکتی ہوں لیکن تو نے ان کی بیعت توڑ دی اور اپنا دین بیچ دیا ہے ابو بکر نے کہا اسے قتل کر دو کیونکہ یہ مرتد ہو گئی ہے. چنانچہ وہ قتل کر دی گئی اور حضرت علی وادی قرنی میں اپنے مکان میں تھے جب انہوں نے ام فروہ کے قتل ہو جانے کی خبر سنی تو آپ اس کی قبر پر گئے دیکھا کہ اس کی قبر پر چار پرند سپید دیکھے جن کی چونچیں سرخ تھیں اور ہر ایک کی چونچ میں انار کا ایک دانہ تھا وہ جانور قبر کے اندر آتے جاتے تھے پھر ان پرندوں نے حضرت علی کو دیکھ کر اپنی بولی میں کچھ ان سے کہا حضرت علی نے انہی آواز سے انہیں جواب دیا جو ان ہی کی بولی کے مشابہ تھی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے میں کروں گا پھر آپ نے ام فروہ کی قبر پر کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ اے مرنے کے بعد جانوں کو زندہ کرنے والے اور اے سوکھی ہڈیوں میں جان ڈال دینے والے ہمارے واسطے ام فروہ کو زندہ کر دے اور جنہوں نے تیری نافرمانی کی ہے ان کے واسطے اسے باعث عبرت کر دے اسی وقت ناگہاں کسی نے غیب سے آواز دی کہ اے امیر المومنین اپنے حکم کو پورا کرے کہ اتنے میں ام فروہ سندس سبز کی چادر اوڑھے ہوئے قبر سے باہر نکل آئی اور عرض کیا اے میرے آقا ابن ابی قحافہ نے تیرے نور کو بجھانا چاہا تھا لیکن اللہ نے منظور نہ کیا بلکہ اسے چمکانا ہی چاہا یہ خبر ابو بکر اور عمر نے بھی سن لی پھر وہ حیران رہ گئے سلمان نے ان دونوں سے کہا کہ اگر ابو الحسن یعنی علی اس بات پر اللہ کی قسم کھالیں کہ وہ اگلے پچھلوں سب ہوں کو زندہ کر دیں تو وہ ضرور کر دیں گے اور ام فروہ کو امیر المومنین نے اس

کے خاوند کے پاس بھیج دیا اس کے بعد اس کے دو لڑکے پیدا ہوئے اور حضرت علی سے چھ مہینے پیچھے تک دو زندہ رہی۔ (بحار الانوار، جلد ۹ صفحہ ۲۷۲)

۶۰۔ کٹا ہوا ہاتھ پھر جڑ گیا: منقول ہے کہ ایک حبشی حضرت علی کی خدمت میں آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں نے چوری کی ہے لہذا آپ مجھے اس سے پاک کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ شاید تو نے کوئی غیر محفوظ چیز چرائی ہوگی اور آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اس سے یہ اشارہ تھا کہ اس پر چوری کی حد گویا واجب نہیں ہے اس نے پھر کہا اے امیر المومنین میں نے تو محفوظ ہی مال چرایا ہے لہذا آپ مجھے سزا دیکر پاک کر دیجئے آپ نے فرمایا شاید تو نے مقدار نصاب سے کم مال چرایا ہوگا اور آپ نے اس طرف سے منہ پھیر لیا اس نے پھر کہا کہ اے امیر المومنین میں نے مقدار نصاب کے برابر مال چرایا ہے لہذا آپ مجھے یہیں سزا دے کر عذاب اخروی سے بری کر دیجئے جب اس نے تین مرتبہ اقرار کر لیا تو امیر المومنین نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا وہ راستہ میں آپ کی بہت ہی تعریفیں کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ امیر المومنین امام المتقین سید الوصیین نے میرا ہاتھ کاٹا ہے اس کی یہ آواز حسن اور حسین نے سن لی وہ اسے دیکھ کر پھر حضرت علی کی خدمت میں آئے اور دونوں نے عرض کیا کہ ہم نے راستہ میں ایک حبشی کو آپ کی تعریف کرتے ہوئے دیکھا امیر المومنین نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اسے میرے پاس لے آؤ جب وہ آ گیا تو پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا اب بھی تو میری تعریف کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین بے شک آپ نے مجھے پاک کیا ہے اور آپ کی محبت میرے دل میں پہنچ کر میری ہڈیوں اور میرے گوشت میں بس گئی ہے اگر آپ میرے ٹکڑے بھی کر دیں گے تب بھی میرے دل سے آپ کی محبت نہیں جائے گی اسی وقت امیر المومنین نے اس کے واسطے دعا کی اور کٹے ہوئے عضو کو اسی جگہ رکھ دیا اسی وقت وہ جیسا تھا ویسا ہی تندرست ہو گیا۔ (بحار الانوار، جلد ۹ صفحہ ۲۷۲)

۶۱۔ شیر نے آدمیوں سے علی کا پتہ ان ہی کی زبان میں دریافت کیا:

بعض کوفیوں سے منقول ہے کہ ایک شیر کوفہ میں گھس گیا تھا وہاں اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے امیر المومنین حضرت علی کو بتا دو لوگوں نے اسے لے جا کر حضرت علی کو بتا دیا جب شیر نے انہیں دیکھا تو بہت ہی آہستگی اور خوشامد سے ان کی طرف چلا گیا آپ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیر کے فرمایا کہ

باہر چلا جا اسی وقت شیر نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنی دم زمین پر ڈال دی اور دائیں بائیں اس نے کسی طرف التفات نہیں کیا یہاں تک کہ شہر سے باہر چلا گیا۔ ([illegible])

۶۲۔ پرندہ، جراب، سیاہ سانپ اور حضرت علی: ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ رات حضرت علی نے وضو کرنے کے لئے اپنی جراب نکالی اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیج دیا اس نے آپ کی ایک جراب اٹھالی حضرت علی اس کے پیچھے پھرتے رہے لیکن وہ صبح تک اڑتا رہا پھر اس نے وہ جراب ڈال دی یکایک اس میں سے سیاہ سانپ نکلا۔ ([illegible])

۶۳۔ علی کی تیتر سے باتیں: موسیٰ بن جعفر الکاظم کہتے ہیں کہ حضرت علی مکہ میں کوہ صفا پر دوڑ رہے تھے یکایک زمین پر پھرتا ہوا ایک تیتر ملا جب وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے السلام علیک تیتر نے کہا یا امیر المومنین وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امیر المومنین نے اس سے پوچھا اے تیتر تو یہاں کیا کرتا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین میں اس جگہ اتنے برس سے رہتا ہوں اللہ کی تسبیح اور اس کی پاکی بیان کرتا ہوں اور جیسی کہ چاہیے اس کی عبادت کرتا ہوں امیر المومنین نے فرمایا اے تیتر وہ کوہ صفا ہے نہ یہاں کوئی کھانے کی چیز اور نہ پینے کی لہٰذا تو کہاں سے کھاتا ہے اس نے جواب دیا اے امیر المومنین قسم ہے آپ کے رشتہ کی جو رسول اللہ سے ہے جب مجھے بھوک لگتی ہے تو میں تمہاری جماعت اور تمہارے دوستوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اس سے میری شکم پری ہو جاتی ہے اور جب مجھے پیاس لگتی ہے تو تمہارے دشمنوں اور لڑنے والوں پر اللہ سے بددعا کرتا ہوں اس سے میری پیاس جاتی رہتی ہے۔ ([illegible])

۶۴۔ بھیڑیا اور علی۔ جبرئیل کا وعظ بھیڑیوں کے آگے بھیڑیوں کی بیعت:

عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں امیر المومنین کے پیچھے جا رہا تھا یکایک مجھے ایک بھیڑیا بڑے بالوں والا ملا جو دوڑا ہوا آ رہا تھا یہاں تک کہ وہ اسی جگہ پہنچ گیا جہاں امیر المومنین اور ان کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین تھے پھر اس نے اپنے دونوں رخساروں کو زمین پر رگڑنا شروع کیا اور اپنے ہاتھ سے حضرت علی کی طرف اشارہ کیا آپ نے یہ دعا کی یا الٰہی اس بھیڑیے کی زبان کو گویا کر دے تاکہ یہ مجھ سے گفتگو کرے اللہ نے اس کی زبان کو گویا کر دیا یکایک بھیڑیے نے

بہت شیریں زبان سے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین السلام علیک آپ نے فرمایا وعلیک السلام تو کہاں سے آیا ہے وہ بولا کہ میں فاجروں اور کافروں کے شہر سے آیا ہوں آپ نے پوچھا اور کہاں جانا چاہتا ہے اُس نے کہاں میں انبیاء وصالحین کے شہروں میں جاتا ہوں آپ نے پوچھا کس لئے جاتا ہے اس نے کہا تا کہ میں آپ کی بیعت میں دوسری دفعہ داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا گویا تم ہم سے پہلے بھی بیعت ہو چکے ہو اُس نے کہا کہ آسمان کی طرف ایک پکارنے والے نے ہمیں بہت زور سے پکار کے کہا کہ تم سب جمع ہو جاؤ چنانچہ ہم سب بنی اسرائیل کی ایک گھاٹی کے پاس جمع ہو گئے وہاں سپید نیزے اور سرخ جھنڈے گڑے ہوئے تھے اور سرخ سونے کا ایک منبر بچھا ہوا تھا اس پر حضرت جبرائیل کھڑے ہوئے اور انہوں نے بہت فصیح ایک خطبہ پڑھا جس سے سب ہوں کے دل ڈر گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر انہوں نے فرمایا کہ اے وحشیوں کی جماعت اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بلا لیا چنانچہ وہ چلے گئے ہیں اور انہوں نے اپنا خلیفہ بندوں پر علی بن ابو طالب کو کر دیا ہے اور تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم ان سے بیعت ہو جاؤ سوائے ایک بھیڑیے کے سب ہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا ہے اور فرمانبردار ہیں اور اُس بھیڑیے نے تمہارے حق کا اور تمہاری معرفت کا انکار کر دیا ہے حضرت علی نے فرمایا اے بھیڑیے تیرا ناس ہو جائے شاید تو جن ہے اُس نے کہا کہ میں تو نہ جن ہوں نہ انسان ہوں بلکہ میں ایک شریف بھیڑیا ہوں آپ نے فرمایا تو بھیڑیا ہو کر شریف کیوں کر ہو سکتا ہے اُس نے کہا میں شریف اس لئے ہوں کہ میں بھی آپ کی جماعت میں سے ہوں اور مجھے میرے باپ نے یہ بتایا تھا کہ میں اُس بھیڑیے کی اولاد میں سے ہوں جسے اولاد یعقوب نے شکاری کہہ دیا تھا یعنی سبھوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ کل ہمارے بھائی کو اسی نے کھایا تھا حالانکہ یہ اس پر فقط تہمت ہی تھی.

([illegible])

۶۵۔ حضرت علی نے ایک لڑکی کے ٹکڑے سے مچھلیاں پیدا کر دیں.

مچھلیوں کی شہادت ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کوفہ میں تھے کہ یکایک آپ کو یہودیوں نے گھیر لیا اور یہ کہا کہ وہ شخص تم ہی ہو جس کا یہ گمان ہے کہ جری مچھلی ہم میں سے تھی یعنی یہود کی ایک گروہ تھی پھر وہ مسخ کر دی گئی آپ نے اُن سے فرمایا ہاں۔ پھر آپ نے زمین پر ہاتھ مار کے ایک

لکڑی اٹھائی اور اسے بیچ میں سے چیر کر اس کے دو کر دیئے اور کچھ اس پر پڑھ کر تھوکا اور اسے فرات میں پھینک دیا اسی وقت ایک مچھلیاں ایک دوسرے پر سوار ہو کر بہت شدت سے یہ پکارتی ہوئی امیر المومنین کی طرف آئیں کہ ہم بنی اسرائیل کی جماعت تھیں ہم پر تمہاری ولایت پیش کی گئی تھی لیکن ہم نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسخ کر کے مچھلی بنا دیا۔ [illegible]

۶۶۔ ایک پرندہ حضرت علی کے ہاتھ پر بیٹھ کر فصیح عربی بولنے لگا: جابر انصاری کہتے ہیں میں جنگل میں امیر المومنین کے ساتھ تھا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ راستے سے ایک طرف کو ہو گئے ہیں اس لئے میں بھی آپ کے پیچھے ہی چلا گیا پھر میں نے دیکھا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اے جانور تو نے بہت اچھا کیا میں نے پوچھا اے میرے مولا کونسا جانور ہے آپ نے فرمایا کہ وہ اوپر اڑ رہا ہے کیا تم اسے دیکھنا اور اس کی باتیں سننا چاہتے ہو میں نے کہا اے مولا ہاں آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کچھ دعا پڑھی تو ایک دو جانور زمین کی طرف اترا اور امیر المومنین کے ہاتھ پر بیٹھ گیا آپ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیر کے یہ فرمایا کہ اللہ کے حکم سے بول اور میں علی بن ابو طالب ہوں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو عربی زبان میں گویا کر دیا اس نے کہا اے امیر المومنین السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت علی نے اسے جواب دیا اور یہ پوچھا کہ تو اس چٹیل میدان میں کہاں سے کھاتا پیتا ہے کیونکہ یہاں نہ گھاس ہے نہ پانی ہے اس نے عرض کیا اے میرے مولا جب مجھے بھوک لگتی ہے تو میں تمہاری اہلبیت کو یاد کر لیتا ہوں اس سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے اور جب مجھے پیاس لگتی تو میں تمہارے دشمنوں پر تبرا کر دیتا ہوں اس سے میری پیاس جاتی رہتی ہے۔ حضرت علی فرمایا تجھے برکت ہو پھر وہ اڑ گیا۔ [illegible]

۶۷۔ ایک اونٹ اور حضرت علی: اصفہانی ایک آدمی سے سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں صفین میں علی بن ابو طالب کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ لشکر شام کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ آیا اس کے اوپر ایک سوار اور بوجھ لدا ہوا تھا اس نے اپنے اوپر سے سب پھینک دیا اور صفوں کو چیرتا ہوا حضرت علی کے پاس پہنچا اور اپنا ہونٹ ان کے سر اور مونڈھے کے بیچ میں رکھا اور اپنی گردن ہلاتا رہا حضرت علی نے فرمایا اللہ کی قسم یہ میرے اور رسول اللہ کے درمیان ایک علامت

ہے (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۶۸۔ ایک کتے کی شہادت حضرت علی کے حق میں: ابو ہریرہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی نماز کے بعد آنحضرت ہماری طرف مڑ کر بیٹھ گئے اور ہم سے باتیں کرنی شروع کیں پھر ایک انصاری آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ فلانے ذمی کے کتے نے میرا کپڑا پھاڑ دیا اور میری پنڈلی میں کاٹ لیا اس لئے میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے رہ گیا اور جب دوسرا دن ہوا تو ایک اور صحابی آیا اس نے بھی یہی عرض کیا یا رسول اللہ فلانے ذمی کے کتے نے میرا کپڑا پھاڑ دیا اور میری پنڈلی میں کاٹ لیا اس لیے میں آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا حضور انور نے فرمایا کہ جب وہ کتا کاٹنے والا ہے تو اُسے قتل کر دینا واجب ہے چنانچہ آنحضرت کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس آدمی کے مکان پر پہنچے اُس نے بہت جلدی سے دروازہ کھولا یا اس نے پوچھا دروازے پر کون ہے انہوں نے کہا تمہارے دروازے پر پیغمبر کھڑے ہیں لہذا اور دروازہ کھول دو راوی کہتے ہیں وہ فوراً آیا اور اپنا دروازہ کھول کر نبی ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ میرے پاس کس لئے تشریف لائے ہیں کیونکہ میں آپ کے دین پر بھی نہیں ہوں لیکن اب چونکہ آپ میرے پاس آئے ہیں اس لئے میں آپ کے فرمان کو پورا کروں گا آنحضرت نے فرمایا کہ میں اپنی ایک ضرورت کے باعث تیرے پاس آیا ہوں تو اپنے کتے کو باہر نکال کیونکہ وہ کاٹتا ہے اُسے قتل کر دینا واجب ہے اُس نے فلانے آدمی کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور پنڈلی میں کاٹ کھایا اور ایسا ہی اُس نے آج بھی کیا ہے۔ اسی وقت آدمی کتے کے پاس گیا اور اسکے گردن میں رسی باندھ کر اُسے کھینچتا ہوا لایا اور رسول اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا جب اس کتے نے حضور انور کو دیکھا تو بحکم الٰہی بہت ہی فصیح زبان سے یہ عرض کیا یا رسول اللہ السلام علیکم آپ کس لئے تشریف لائے ہیں اور کیوں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تو نے فلانے اور فلانے کے کپڑے پھاڑ دیئے اور ان دونوں کی پنڈلیوں میں کاٹ کھایا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ جن کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ لوگ منافق ہیں آپ کے چچا کے بیٹے علی بن ابو طالب سے بغض رکھتے ہیں اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو میں ہرگز ان کے پیچھے نہ پڑتا لیکن انھوں نے علی کی ذلیل

کرنے کو جائز کر رکھا ہے اور انھیں بڑا کہتے ہیں اسلئے مجھے حمیت پدری اور نخوت عربی آ گئی میں نے اُن کے ساتھ ایسا کیا راوی کہتے ہیں. جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتے سے یہ باتیں سنیں تو آپ نے اس کے مالک سے فرمایا کہ اس کا خبر گیراں رہا کرے اور اس کے حق میں اُسے آپ نے کچھ وصیت بھی کی پھر حضور انور چلنے کے لئے کھڑے ہوئے یکایک وہ کتے والا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ابھی آپ کہاں تشریف لے جاتے ہیں حالانکہ میرے کتے نے یہ گواہی دی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے چچا کے بیٹے علی اللہ کے دوست ہیں. پھر جس قدر لوگ اس مکان میں تھے سب مسلمان ہو گئے. (بحارالانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۶۹۔ حضرت علی کے ہاتھ پھیرنے سے خشک درخت پھلدار ہو گیا اور اُس کا پھل اسی وقت کھایا گیا۔ حارث کہتے ہیں کہ ہم امیر المومنین کی ہمراہ چل کر عاقول کے جنگل میں پہنچے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پتّوں تک بھی خشک ہو کر گر چکے تھے فقط اس کا تنہ باقی رہ گیا تھا حضرت علی نے اس پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے پھر سبز اور پھلدار ہو جا یکایک اسی وقت اُس کی شاخیں لہلہانے لگیں. اور اس پر امرود لگ آئے ہم نے وہ امرود توڑ کے کھائے اور اپنے ساتھ بھی لائے جب اگلا روز ہوا اور ہم چلے تو وہ سبز ہی تھا اور اس پر امرود لگے ہوئے تھے. (بحارالانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۷۰۔ حضرت علی نے بہشت اور دوزخ پیدا کر دی:۔ ذمیلہ جو حضرت علی کی صحبت یافتہ لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس آپ کے دوستوں میں سے چند آدمی آئے اور عرض کیا موسیٰ علیہ السلام کا وصی بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا لہذا آپ بھی اگر ہمیں کچھ دکھا دیں تو ہمارا اطمینان ہو جائے گا آپ نے فرمایا کہ تم عالم کے علم کی برداشت نہیں کر سکتے اور نہ اس براہین اور آیات کی قوت رکھتے ہو فقط اس کا سوال ہی کرتے ہو پھر آپ ان لوگوں کو مجوسیوں کے مکانوں کی طرف لے گئے اور ایک اونچی جگہ انہیں چڑھا کے آپ نے آہستہ سے کچھ دعا کی پھر فرمایا کہ تو اپنا پردہ ہٹا دے یکایک ایک طرف بہشتیں اور نہریں موجود ہو گئیں اور ایک طرف دوزخ اور آگ معلوم ہونے لگی اس وقت کچھ لوگوں نے جادو جادو کہہ دیا اور دوسرے اس کی تصدیق کر کے ثابت قدم رہے. (بحارالانوار جلد

(صفحہ ۱۲۹)

۷۱۔ حضرت علی انار کا درخت اور دوست دشمن کی پہچان: حسین علی کہتے ہیں کہ ہم ایک روز امیر المومنین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہیں انار کا ایک خشک درخت کھڑا ہوا تھا کہ یکایک آپ کے پاس بہت سے وہ لوگ آئے جو آپ سے بغض رکھتے تھے اور آپ کے پاس وہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے جو آپ سے محبت رکھتے تھے ان سبھوں نے سلام کیا آپ نے انہیں بیٹھنے کے لئے حکم دیا پھر آپ نے فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک نشانی دکھاتا ہوں تا کہ وہ تمہارے اندر اس طرح مشہور رہے جس طرح بنی اسرائیل میں موسیٰ کا معجزہ مائدہ تھا پھر فرمایا کہ تم اس درخت کو دیکھو وہ اس وقت تک خشک تھا پھر یکایک اس کے تنے میں پانی جاری ہو گیا اور وہ سبز ہو کر اس پر پتے آ گئے پھر انار لگ کر ہمارے سروں پر لٹکنے لگے پھر حضرت علی نے اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم ہاتھ بڑھاؤ اور انہیں توڑ کے کھاؤ ہم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر انہیں توڑا اور ایسے انار کھائے کہ ایسے شیریں اور عمدہ کبھی نہیں کھائے تھے پھر حضرت علی نے ان لوگوں سے فرمایا جو آپ سے بغض رکھتے تھے کہ تم بھی اپنے ہاتھ بڑھا کے انہیں لے لو انہوں نے اپنے ہاتھ اونچے کئے تو وہ انار اوپر چڑھ گئے اور وہ لوگ کچھ نہ توڑ سکے تو انہوں نے پوچھا اے امیر المومنین یہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیوں نے جب ہاتھ بڑھائے تو انہوں نے توڑ کے کھا بھی لئے اور جب ہم نے ہاتھ بڑھائے تو وہ ہمارے ہاتھ نہ آئے آپ نے فرمایا کہ جنت کا بھی یہی حال ہوگا کہ میرے دوست اور مجھ سے محبت رکھنے والے جنت لے لیں گے اور میرے دشمن اور مجھ سے بغض رکھنے والے لوگ رہ جائیں گے پھر ان لوگوں نے باہر نکل کر کہا کہ یہ علی ابن ابو طالب کا تھوڑا سا جادو تھا۔ ([illegible])

۷۲۔ عمر فاروق، علی اور زمین کا گرا ہوا پانی خود بخود پیالہ میں آ گیا:
منقول ہے کہ عمر کے زمانہ میں ان کے پاس ایک قیدی لایا گیا عمر نے اسے اسلام لانے کے واسطے فرمایا اس نے بالکل انکار کر دیا انہوں نے اس کے قتل کرنے کا حکم کر دیا اس نے کہا کہ تم مجھے پیاسا قتل نہ کرو اسی وقت لوگ پیالہ بھرا ہوا اس کے پاس لائے اس نے عمر سے کہا مجھے اس قدر امن مل جائے کہ میں پانی پی لوں انہوں نے فرمایا ہاں اس نے وہ سب پانی زمین پر گرا دیا پانی سب زمین میں

جذب ہو گیا عمر نے کہا کہ اسے قتل کر دو کیونکہ اس نے دھوکہ دیا ہے حضرت علی بن ابو طالب نے فرمایا کہ اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسے تم امن دے چکے ہو انہوں نے پوچھا کہ پھر اب میں اسے کیا کروں انھوں نے فرمایا تم اسے کسی مسلمان آدمی کے ہاتھ ایک غلام کی قیمت پر بیچ دو انہوں نے کہا کہ اس کی خواہش کسی کو ہے حضرت علی نے کہا اس کی خواہش مجھے ہے عمر نے کہا کہ یہ تمہارا ہی رہا۔ چنانچہ امیر المومنین نے اسے لے لیا اور وہی پیالہ آپ کے ہاتھ میں تھا آپ نے کچھ دعا پڑھی یکایک وہ سب پانی اس پیالہ میں جمع ہو گیا اور وہ شخص یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔(بحارالانوار جلد [illegible])

۷۳۔ دریائے فرات کی شہادت علی کی خلافت پر: صادق کہتے ہیں کہ جب حضرت علی جنگ صفین سے فارغ ہوئے تو آپ دریائے فرات کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور آواز دی کہ اے جنگل میں کون ہوں اسی وقت سارا جنگل تھرا گیا اور فرات کی موجیں چھنے لگیں بہت سے لوگ وہاں موجود تھے سبھوں نے فرات میں یہ آواز سنی اشهد ان لا اله الا الله وا شهدان محمدرسول ﷺ الله وان عليا ولي الله امیر المومنین حجۃ اللہ علی خلقہ۔

(بحارالانوار جلد [illegible])

۷۴۔ دریائے فرات کی مچھلیاں اور علی سے ان کی باتیں: ابو عبداللہ سے منقول ہے کہ علی علیہ السلام جب جنگ صفین سے چلے آپ نے فرات کے کنارے پر کھڑے ہو کر اپنے ترکش میں سے بہت سے تیر نکالے اور ایک اس میں سے ذرا لاٹھی نکالی اور اسے فرات میں مار کر فرمایا کہ پھٹ جا اسی وقت فرات کے بارہ چشمے ہو گئے ہر چشمہ ایک ٹیلہ جیسا تھا اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے پھر آپ نے چند کلمات ایسے پڑھے کہ لوگوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے اسی وقت بہت سی مچھلیاں اپنے سر اونچے کئے ہوئے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے آپ کی طرف آ گئیں اور یہ کہا اے زمین پر اللہ کی حجت اے اللہ کے چشمہ اس کے بندوں میں تجھ پر سلام ہو تو نے صفین میں اپنی قوم کو ایسا ہی ذلیل کیا ہے جیسا ہارون بن عمران نے اپنی قوم کو ذلیل کیا تھا آپ نے لوگوں سے فرمایا تم نے سن بھی لیا سبھوں نے کہا ہاں فرمایا یہ تمہارے رو برو میرا معجزہ ہے تم اس پر گواہ رہنا۔(بحارالانوار جلد [illegible])

۷۵۔ علی کی ولایت پر کنکریوں نے شہادت دی: سلمان کہتے ہیں کہ ہم نبی

ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک علی بن ابوطالب آئے حضور انور نے انہیں کچھ کنکریاں دیں وہ کنکریاں ان کے ہاتھ میں کچھ دیر بھی نہیں ٹھہریں کہ یہ بول اٹھیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ رضیت باللہ ربا و محمد نبیا و بعلی بن ابی طالب ولیا (ترجمہ) اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے محمد اس کے پیغمبر ہیں میں اللہ کے رب ہونے پر اور محمد کے نبی ہونے پر اور علی بن ابوطالب کی ولی ہونے پر راضی ہوں پھر آنحضرت نے فرمایا کہ صبح کو تم میں سے جو شخص اللہ اور علی بن ابوطالب کی ولایت پر راضی ہوگا وہ اللہ کے خوف اور عذاب سے امن میں رہے گا۔ (بحارالانوار جلد ۴۱ صفحہ ۱۵۰)

۷۶۔ علی سے زمین نے بات نہیں کی: تمیم بن حذیم کہتے ہیں کہ جس وقت ہم بصرہ سے چلے تو ہم حضرت علی کے ساتھ تھے اور ابھی ہم چل رہے تھے کہ یکا یک زمین ہلنے لگی حضرت علی نے اس پر اپنا ہاتھ مار کر اس سے فرمایا۔ کہ تجھے کیا ہوا پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہم سے فرمایا یاد رکھو اگر اس میں زلزلہ ہوتا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے تو یہ زمین فوراً مجھے جواب دیتی لیکن وہ زلزلہ اصل میں نہیں تھا۔ (بحارالانوار جلد ۴۱ صفحہ ۱۵۰)

۷۷۔ علی نے کنکریوں کو جواہر بنادیا: ثمالی کسی سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے صحابیوں کے کوفہ کی مسجد میں تھے آپ سے ایک شخص نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اس بات کا بہت ہی تعجب ہے کہ اور لوگوں کے پاس تو دنیا کا مال و اسباب اس کثرت سے ہے اور تمہارے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا اے فلانے کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ دنیا کو ہم چاہتے ہیں لیکن دنیا ہمیں ملتی نہیں پھر آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری یکا یک وہ سب جواہر ہو گئیں آپ نے فرمایا یہ کیا ہیں اس نے کہا یہ بہت ہی عمدہ جواہر ہیں فرمایا اگر ہم چاہیں تو یہ ہو سکتا ہے پھر آپ نے انہیں پھینکا تو وہ جیسی تھیں ویسے ہی کنکریاں ہو گئیں۔ (بحارالانوار جلد ۴۱ صفحہ ۱۵۰)

۷۸۔ علی، عمر فاروق، کمان، اژدہا اور مال مشرق: سلمان سے روایت ہے کہ علی بن ابوطالب نے عمر کی طرف سے یہ بات سنی کہ وہ آپ کی جماعت کا کچھ (برا) ذکر کرتے ہیں حضرت علی مدینے کے باغوں کے کسی راستہ میں ان سے ملے آپ ہاتھ میں عربی کمان تھی آپ نے فرمایا اے عمر میں نے تمہاری نسبت یہ بات سنی ہے کہ تم میری جماعت کا ذکر کرتے ہو۔ انہوں نے کہا تم اپنا راستہ لو

حضرت علی نے کہا کہ تم مجھے ایسا عاجز سمجھتے ہو اسی وقت آپ نے وہ کمان زمین پر پھینک دی تا کہاں وہ کمان اونٹ کے برابر سانپ بن گئی اور وہ اپنا منہ کھول کر عمر کی طرف چلی تا کہ انہیں نگل لے عمر چیخے کہ اللہ اللہ اے ابوالحسن میں کسی چیز میں زیادتی نہیں کروں گا اور حضرت علی کے روبرو بہت عاجز کرنے لگے انھوں نے اس سانپ پر اپنا ہاتھ مارا وہ اسی وقت جیسی کمان تھی ویسے ہی ہو گئی اور عمر خوف زدہ ہو کر اپنے گھر کی طرف چلے گئے سلمان کہتے ہیں جب رات ہوئی تو حضرت علی نے مجھے بلا کے فرمایا کہ عمر کے پاس جاؤ ان کے پاس مشرق کی طرف سے مال آ رہا ہے اور ابھی کسی کو خبر نہیں اور انہوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اس مال کو خود ہی دبا لیں گے لہذا تم ان سے کہنا کہ علی نے تمھیں یہ کہا کہ تمہارے پاس جو مشرق کی طرف سے مال آتا ہے وہ جن لوگوں کا ہے تم انہیں ہی تقسیم کر دینا اور خود نہ دبا لینا سلمان کہتے ہیں میں نے عمر کے پاس یہ پیغام پہنچا دیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے اس شخص نے پریشان کر دیا انہیں اس کی کہاں سے خبر ہو گئی میں نے کہا کہ کیا ان پر ایسی باتیں پوشیدہ رہ سکتی ہیں عمر نے سلمان سے کہا کہ جو میں تجھ سے کہوں تو ضرور اسے قبول کرنا بے شک علی جادوگر ہیں اور مجھے تم پر ان سے اندیشہ ہے بہتر یہ ہے کہ تم ان سے علیحدہ ہو جاؤ اور ہماری جماعت میں شامل ہو جاؤ (سلمان کہتے ہیں) میں نے کہا کہ یہ تم نے بہت ہی بڑی بات کہی (علی جادوگر نہیں ہیں) بلکہ وہ اسرار نبوت کے وارث ہیں میں نے جو کچھ ان کی باتیں دیکھی ہیں مجھ سے زیادہ اور کسی نے نہیں دیکھیں انہوں نے فرمایا کہ تم ان کے پاس جاؤ ان سے کہنا کہ ہم تمھارے حکم کے تابعدار ہیں میں حضرت علی کے پاس واپس آیا آپ نے فرمایا کہ جو باتیں تم دونوں کے بیچ میں ہوئی ہیں۔ میں بتا دیتا ہوں میں نے کہا بیشک آپ مجھ سے زیادہ ان باتوں کو جانتے ہیں پھر جو باتیں ہمارے بیچ میں ہوئی تھیں سب آپ نے بتا دیں پھر فرمایا کہ سانپ کا رعب ان کے دل میں ان کے مرنے تک رہے گا۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۵۹)

۹۷۔علی نے انبیاء بنی اسرائیل کے پتھر کا پتہ بتا دیا اور جو پتھر ایک ہزار آدمیوں سے نہ سرکا اسے ایک ہاتھ سے اٹھا کے پلٹ دیا: ۔سعید بن عاص کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین کے ساتھ تھا کہ آپ کوفے سے نکل کر اس جگہ پر پہنچے جسے لوگ نخلہ کہتے

تھے جو کوفہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں پچاس نفر یہودی آپ کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ امام علی بن ابو طالب تم ہی ہو آپ نے فرمایا میں ہی ہوں انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں ایک ایسے پتھر کا ذکر ہے جس پر چھ نبیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اور وہ یہیں ہیں ہم اسے تلاش کر تے ہیں لیکن ہمیں نہیں ملتا آپ ہمیں وہ پتھر بتائے حضرت علی نے فرمایا کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ عبداللہ بن خالد کہتے ہیں کہ وہ لوگ امیر المومنین کے پیچھے ہو لئے یہاں تک کہ انہوں نے ایک جنگل طے کر لیا وہاں پر ایک ریتے کا ایک بہت بڑا پہاڑ معلوم ہوا علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہوا اللہ کے اسم اعظم کے طفیل سے اس پتھر سے ریت اڑا دے پھر ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا کہ ریت اڑ گیا اور وہ پتھر ظاہر ہو گیا حضرت علی نے فرمایا کہ وہ تمہارا پتھر ہے انہوں نے کہا کہ جیسا جس نے سنا ہے اور اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اس پتھر پر چھ نبیوں کے نام ہونے چاہئیں اور ہمیں اس پر وہ نام نظر نہیں آتے آپ نے فرمایا وہ نام اس کی اس جانب میں ہیں جو زمین پر لگی ہوئی ہے لہذا تم اسے الٹ لو چنانچہ ایک ہزار آدمی جو وہاں موجود تھے انہوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ اسے الٹ نہ سکے علی نے فرمایا کہ تم سب اس سے علیحدہ ہو جاؤ پھر اپنا ایک ہاتھ اس طرف بڑھا کر اسے پلٹ دیا اس وقت انہوں نے اس پر چھ ان نبیوں کے نام دیکھے جو صاحب شریعت تھے یعنی آدم نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور محمد ﷺ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۵۶)

۸۰۔ علی نے اپنے ستر دوستوں کو بہشت و دوزخ کی سیر کرائی جن میں سے ایک مسلمان رہا باقی انہتر کافر ہو گئے:

ابو جعفر کہتے ہیں کہ علی کے دوستوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر آپ ہمیں ان چیزوں میں سے کچھ دکھا دیں جو آپ کو رسول اللہ سے پہنچیں ہیں تو ہمارا اطمینان ہو جائے آپ نے فرمایا اگر تم میری عجائب میں سے کوئی بات دیکھو گے تو تم سب کافر ہو جاؤ گے اور جادوگر کذاب اور کاہن کہو گے انہوں نے کہا ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ بے شک آپ رسول اللہ کے وارث ہوئے ہیں اور ان کا علم سب آپ کے پاس آ گیا ہے آپ نے فرمایا کہ عالم کا علم بہت سخت ہوتا ہے سوائے مومن کے اس کی کوئی برداشت نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ ایمان کی وجہ سے دل کا امتحان لیتا ہے اور اپنی روح سے اس کی تائید کیا کرتا ہے لیکن اگر تم

دیکھنا ہی چاہتے ہو تو میں اپنے بعض عجائب اور جو مجھے اللہ نے علم دیا ہے تمھیں دکھائے دیتا ہوں چنانچہ
ستر آدمی جو آپ کی جماعت میں اپنے دلوں میں سب لوگوں سے بہتر تھے پیچھے ہو لئے پھر علی نے فرمایا
کہ میں کوئی چیز تمھیں اسوقت دکھاؤں گا کہ تم مجھ سے عہد و پیمان کر لو تا کہ پھر تم میری وجہ سے کافر نہ ہو
جاؤ اور مجھے تنگی میں نہ ڈالو اللہ تعالیٰ کی قسم تمھیں وہی چیزیں دکھاؤں گا جو مجھے رسول اللہ نے سکھائی
ہیں غرض کہ آپ نے ان سے عہد و پیمان اس سے بھی سخت لیا جو اللہ اپنے رسولوں سے لیتا ہے پھر
فرمایا تم اپنے منہ میری طرف پھیر لو تا کہ جو میں چاہتا ہوں وہ دعا پڑھ لوں پھر لوگوں نے آپ سے چند
دعائیں ایسی سنیں کہ ان جیسی انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنیں تھیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم اپنے منہ میری
طرف پھیر لو انہوں نے پھیرا تو یکایک ایک طرف بہشتیں اور نہریں اور محلات تھے اور ایک طرف
دوزخ بھڑک رہی تھی یہاں تک کہ ان لوگوں کو بہشت اور دوزخ کے دیکھنے میں کچھ شک نہ رہا اور ان
میں جو بہت ہی اچھا بیان کرنے والا تھا اس نے کہا کہ یہ تو بہت ہی بڑا جادوگر ہے غرض کہ سوائے دو
آدمیوں کے سب کے سب کافر ہو گئے جب آپ ان دو آدمیوں کو لیکر پھرے تو ان سے فرمایا کہ تم نے
ان کی باتیں سن لیں اور میں نے جو ان سے عہد و پیمان لئے تھے وہ دیکھے اور ان کے کافر ہو جانے کو
دیکھا یاد رکھو خدا کی قسم کل قیامت میں اللہ کے روبرو حجت رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ نہ
میں کاہن ہوں اور نہ جادوگر ہوں نہ کوئی مجھ سے یہ باتیں پہچان سکتا ہے اور نہ مجھے کسی کی پرواہ ہے لیکن
یہ اللہ کا اور اس کے رسول کا علم ہے اللہ تعالیٰ نے یہ علم اپنے رسول کو پہنچایا تھا اور اللہ کے رسول نے وہ
علم مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے وہ علم تمھارے تک پہنچا دیا اور جب تم مجھ سے پھر گئے تو گویا اللہ ہی سے
پھر گئے غرض کہ آپ اسی قسم کی باتیں کرتے کوفہ کی مسجد تک آ پہنچے وہاں چند دعائیں پڑھیں اسی وقت
یکایک مسجد کی کنکریاں سب موتی اور یاقوت بن گئے پھر آپ نے ان دونوں سے پوچھا کہ تم انہیں کیا
دیکھتے ہو دونوں نے عرض کیا کہ یہ موتی اور یاقوت ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے ان سے بھی
کسی بڑی چیز کے کر دینے کی اپنے رب کی قسم کھاؤں تو وہ میری قسم کو پوری ہی کر دے گا (یعنی وہ میر
ے کہنے کے موافق ہی ہو جائے گی) اس وقت ان دونوں میں بھی ایک کافر ہو گیا فقط ایک ثابت قدم
رہا آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر تو ان موتیوں میں سے کوئی اٹھائے گا تب بھی نادم ہوگا

اور اگر نہ اٹھائے گا تب بھی محروم ہوگا لیکن اُسے حرص نے نہ چھوڑا اس لئے اس نے ایک موتی اٹھا کر اُسے جیب میں رکھ لیا جب صبح ہوئی اور اُسے اس نے دیکھا تو وہ نہایت ہی سپید موتی تھا کہ لوگوں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا پھر اس شخص نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں نے فقط یہ ایک ہی موتی اٹھایا تھا آپ نے پوچھا ایک ہی کیوں اٹھایا تھا اس نے کہا میں یہ چاہتا تھا کہ یہ جان لوں کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تو اسے اسی جگہ رکھ دے جہاں سے تو نے اسے اٹھایا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں بہشت دے دے گا اور اگر تو اسے وہاں نہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کے عوض دوزخ میں ڈالے گا اسی وقت وہ آدمی کھڑا ہوا اور اسے اسی جگہ رکھ آیا کہ جہاں سے اس نے اُٹھایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے ویسی ہی کنکری بنادی جیسی وہ پہلے تھی۔ (مدینۃ المعاجز جلد ۱ صفحہ [illegible])

۸۱۔ علی۔ راہب: پتھر اور شفاف پانی: ایک جماعت نے نقل کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام صفین کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ کے ساتھیوں کو بہت ہی سخت پیاس لگی اور جو پانی ان کے پاس تھا سب ختم ہوگیا انہوں نے دائیں بائیں ہر چند پانی تلاش کیا مگر پانی کا نشان تک بھی نہ ملا امیر المومنین نے اُنھیں راستہ سے علیحدہ کرلیا اور تھوڑی دور چلے تھے کہ جنگل کے بیچوں بیچ ایک مکان نظر آیا علی لوگوں کو اس طرف لے گئے یہاں تک کہ اس مکان کے صحن میں پہنچ گئے وہاں آپ نے حکم دیا کہ کوئی اس مکان کے رہنے والے کو آواز دے کہ وہ ہمارے پاس آئے لوگوں نے اُسے آواز دی وہ نکل کر آیا امیر المومنین نے اس سے فرمایا کہ تیرے اس مکان کے قریب کہیں پانی بھی ہے جس سے یہ لوگ اپنی حاجت روائی کرلیں اس نے کہا ہائے افسوس میرے اور پانی کے بیچ میں چھ میل سے بھی زیادہ فاصلہ ہے اور میرے پاس بالکل بھی پانی نہیں اگر ایک دفعہ پانی پیا ہوا مجھے ایک مہینے تک کافی نہ ہوا کرتا تو پیاس میں پیاسا ہی مر جاتا امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم نے سن لیا یہ راہب یعنی تارک الدنیا کیا کہتا ہے انہوں نے عرض کیا لیکن کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ جس طرف اس راہب نے پانی بتایا ہے ہم جائیں شاید ہمیں پانی مل جائے اور ہم میں قوت بھی جانے کی ہے امیر المومنین نے فرمایا تمہیں اس کی کچھ ضرورت نہیں آپ نے اپنی اونٹنی کی گردن قبلہ کی طرف موڑی اور لوگوں کو ایک جگہ بتائی جو راہب کے مکان سے قریب ہی تھی اور فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو اسی وقت اُن

میں سے کچھ لوگ اُس جگہ آئے اور اُسے کدالوں سے کھودا وہاں بہت بڑا پتھر چمکتا ہوا ظاہر ہوا لوگوں
نے عرض کیا اے امیر المومنین اس جگہ ایک پتھر ہے۔ جس پر کدال کام نہیں دیتی آپ نے فرمایا کہ یہ
پتھر پانی ہی کے اوپر ہے اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو تمہیں پانی مل جائے گا لوگوں نے اس کے اکھیڑ
نے کی ہر چند کوشش کی سب لوگ جمع ہو گئے اور اُسے ہلانا چاہا مگر کسی سے کچھ نہ ہوا حالانکہ سبھوں نے
بہت تکلیف اٹھائی جب علی نے انہیں دیکھا کہ وہ سب جمع ہو کر پتھر اکھیڑنے میں اپنی کوشش ختم کر چکے
ہیں تو آپ اپنے پاؤں کو زین سے ایک طرف پھیر کر زمین پر اتر گئے پھر اپنی دونوں آستینیں چڑھائیں
اور اس پتھر کے نیچے آپ نے اپنی انگلیاں رکھ کر اُسے ہلایا پھر ایک ہی ہاتھ سے آپ نے اُسے اکھیڑ دیا
جب وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو لوگوں کو سپید پانی معلوم ہوا وہ اس کی طرف دوڑے اور سبھوں نے اس میں
سے پانی وہ پانی ایسا شیریں اور عمدہ تھا کہ اُن لوگوں نے اپنے کسی سفر میں اس سے زیادہ ٹھنڈا اور صاف پا
نی نہیں پیا تھا حضرت علی نے اُن سے فرمایا کہ خوب پی کر سیراب ہو جاؤ جب سب پی چکے آپ اسی پتھر
کے پاس آئے اور اُسے ایک ہاتھ سے اُٹھا کر اسی جگہ رکھ دیا جہاں وہ پہلے رکھا تھا پھر آپ نے حکم دیا
اس کے نشان کو مٹی سے مٹا دیا جائے اور یہ سب قصہ راہب اپنی مکان کے اوپر سے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا
جب اس نے یہ سب کچھ اچھی طرح دیکھ لیا تو پکارا تھا کہ آئے لوگو میرے پاس ٹھیرو لوگوں نے اس کے
پاس ٹھیرنے سے انکار کیا پھر وہ امیر المومنین کے روبرو کھڑا ہوا اور عرض کیا اے شخص تم کوئی نبی یا پیغمبر ہو
آپ نے فرمایا میں نہیں اس نے کہا کہ پھر کوئی مقرب فرشتہ ہو آپ نے کہا نہیں اس نے پوچھا کہ تم کو
ن ہو۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ خاتم النبیین رسول اللہ کا وصی ہوں وہ بولا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائے امیر
المومنین نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور یہ فرمایا کہ دونوں کلمے پڑھے چنانچہ اس نے یہ پڑھا اشھد ان لا الہ
الا اللہ وحدہ لا شریک و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ و اشھد انک وصی رسول
اللہ و احق الناس بالامر من بعدہ اس کے بعد امیر المومنین نے اس سے اسلام کی شرطیں لیں پھر
آپ نے پوچھا کہ تو اب تک ہمارا مخالف بنا ہوا تھا اب تجھے اسلام کی کس نے رغبت اور محبت دیدی
اُس نے کہا اے امیر المومنین میں تمہیں بتاتا ہوں یہ مکان اصل میں فقط اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس پتھر
کو ہٹانے والے اور اس کے نیچے سے پانی نکالنے والے کی تلاش کی جائے اور مجھ سے پہلے بہت سے عالم

گزر چکے ہیں کسی کو اس کا پتہ نہیں لگا اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہم اپنی کتابوں میں دیکھتے تھے اور اپنے علماء سے سنتے تھے کہ اس جگہ ایک چشمہ ہے اس کے اوپر ایک پتھر رکھا ہوا ہے لیکن اس کی جگہ سوائے نبی کے یا نبی کے وصی کے اور کسی کو معلوم نہیں اور جو شخص اللہ کا ولی ہو اور لوگوں کو حق کی طرف بلائے تو اس کے پاس اس پتھر کو پہچاننے کی کوئی نشانی ہونی چاہیے اور اس کے اکھیڑنے کی اس میں طاقت بھی ہو اور ایک روایت میں یوں بھی ہے اس راہب نے عرض کیا اے امیر المومنین میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میرے دادا نے مجھ سے بیان کیا جو حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے تھے کہ اس رہتے کے نیچے ایک ایسے پانی کا چشمہ ہے جو برف سے زیادہ سپید ہے اور ہر ایک میٹھے پانی سے زیادہ میٹھا ہے لیکن سوائے نبی کے یا نبی کے وصی کے اس کی کسی کو خبر نہیں ہو سکتی اور جب میں نے دیکھا کہ تم یہ سب کر چکے ہو تو جس کا بات کا ہم انتظار کر رہے تھے وہ پوری ہو گئی اور اس سے میری مراد حاصل ہو گئی اس لئے آج میں تمہارے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہوں اور تمہارے طفیل سے مومن اور تمہارا غلام ہوتا ہوں جب امیر المومنین نے یہ سنا آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی تر ہو گئی اور فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس کی کتابوں میں میرا پہلے ہی سے ذکر ہے پھر فرمایا جو کچھ یہ تمہارا مسلمان بھائی کہتا ہے سنو سب ہی نے اس کی باتیں سنیں پھر سب لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے اور وہ راہب حضرت علی کے ساتھیوں میں آپ کے آگے تھا جب اہل شام سے مڈبھیڑ ہوئی تو جو لوگ شہید ہوئے تھے ان کے ساتھ وہ بھی شہید ہو گیا اس روایت میں حضرت علی کے کئی قسم کے معجزے ہیں ایک تو علم غیب یعنی آپ غیب کو جانتے تھے دوسرے یہ کہ آپ میں ایسی قوت تھی کہ وہ بھی خرق عادت ہی تھی تیسرے یہ کہ وہ مخلوق میں سے خاص طور پر ممتاز تھے اور اللہ کی پہلی کتابوں میں ان کی بشارت بھی ثابت اور محقق تھی۔ ([illegible])

۸۲۔علی کے ہاتھ میں لوہا بھی نرم ہو جاتا تھا: خالد بن ولید کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے زرہ کے حلقے پرو رہے تھے میں نے کہا کہ یہ تو داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا آپ نے فرمایا کہ اے خالد جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا تو ہمارے لئے کیوں نہ ہوتا۔ ([illegible])

۸۳۔ جو کی دو سوکھی روٹیوں میں دنیا بھر کی چیزوں کا مزا: منقول ہے کہ نخلستان میں عامر بن سعد کا ایک باغ تھا وہاں علی علیہ السلام نے ایک انصاری کو میوہ کے چھلکے کھاتے ہوئے دیکھا اس نے وہ چھلکے کوڑی کے اوپر سے اٹھائے تھے آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تاکہ وہ شرمندہ ہو جائے پھر آپ اس کے گھر آئے اور جو کی دو روٹیاں اُسے دیں اور فرمایا کہ جب تجھے بھوک لگا کرے اس میں سے کھایا کریوں کہ اللہ تعالے اس میں برکت دے گا اس نے اس کا امتحان کیا تو گوشت، چربی، حلوے، تر کھجوریں، تربوز، جاڑوں کے میوے اور گرمیوں کے پھل غرض کہ سب چیزوں کا مزا اس نے اُن روٹیوں میں پایا یہ حال دیکھ کر اس شخص کے اوسان باختہ ہو گئے وہ اوندھے منہ گر پڑا حضرت علی نے اُسے کھڑا کر کے پوچھا تیرا کیا حال ہے وہ بولا کہ میں منافق تھا محمد ﷺ کے فرمانے میں شک کیا کرتا تھا اب اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے سے آسمانوں وغیرہ کے پردے ہٹا دئے اور جن چیزوں کا تم دونوں مجھ سے وعدہ کرتے تھے اور ڈراتے تھے وہ سب چیزیں دکھا دیں اور میرا وہ شک جاتا رہا۔

۸۴۔ علی، چھڑی، دریائے فرات کا اُتار: حسن بن ذکردان فارسی کندی نقل کرتے ہیں کہ جب کوفہ کے لوگوں نے دریائے فرات کے چڑھ آنے کی حضرت علی سے شکایت کی تو آپ نے ایک چھڑی اُس میں ماری اور یہ فرمایا کہ اے ابو خالد ٹھیر! اسی وقت فرات ایک ہاتھ کم ہو گیا آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ بس تمہیں اتنا کافی ہی انہوں نے عرض کیا کہ اور کم کر دیجئے آپ نے ایک مصلے بچھا کر اس پر دو رکعت پڑھیں اس کے بعد پانی پر پھر چھڑی ماری لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین بس یہ ہمیں کافی ہے آپ نے فرمایا آللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو فرات کو خشک کر کے تمہیں اندر کی کنکریاں دکھا دوں۔ (کمد جلد دو صفحہ ۲۵۵)

۸۵۔ زمین کا چھپا ہوا خزانہ اور حضرت علی: عمار بن یاسر کہتے ہیں میں ایک دن امیر المومنین کی خدمت میں گیا میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین مجھے تین دن روزے رکھتے ہوئے اور بھوکے مرتے ہوئے ہو گئے ہیں میرے پاس اتنی بھی کوئی چیز نہیں کہ میں کھالوں اور یہ مجھے چوتھا دن ہے علی نے فرمایا اے عمار تم میرے ساتھ آؤ پھر آپ جنگل کی طرف نکلے اور میں آپ کے پیچھے تھا۔

یکا یک آپ ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور وہاں کھودا چنانچہ وہاں ایک کنواں درہموں کا بھرا ہوا ظاہر ہوا آپ نے ان درہموں میں سے فقط دو درہم لے لئے۔ ان میں سے بھی ایک مجھے دے دیا اور دوسرا آپ نے لیا۔ عمار کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین اگر آپ اس میں سے اس قدر مال لے لیتے کہ پھر آپ کو حاجت نہ رہتی اور اس میں سے صدقہ بھی دیتے تو اس میں کوئی حرج نہ تھا آپ نے فرمایا اے عمار آج کے واسطے ہمیں یہی کافی ہے پھر آپ نے اس کنوئیں کو ڈھک دیا اور دونوں واپس چلے آئے۔ راوی کہتے ہیں پھر عمار علیحدہ ہو کر تھوڑی دیر آپ سے غائب ہو گئے پھر لوٹ کر امیر المومنین کی خدمت میں گئے آپ نے فرمایا اے عمار میرا تم پر یہ خیال ہے کہ تم وہی خزانہ ڈھونڈنے کے لئے پھر گئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا اللہ کی قسم میں اسی جگہ کے قصد سے گیا تھا کہ میں اس خزانہ میں سے کچھ اور لے آؤں لیکن میں نے اس کا وہاں نشان بھی نہ دیکھا آپ نے فرمایا اے عمار جب اللہ سبحانہ تعالیٰ یہ جان لیتا ہے کہ ہمیں دنیا کی خواہش نہیں ہے تو وہ اس خزانہ کو ظاہر کر دیتا ہے اور جب وہ جل جلالہ یہ جان لیتا ہے کہ تمہیں اس کی خواہش ہے تب وہ اسے تم سے دور کر دیتا ہے (

بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۵۵۵)

۸۶۔ حضرت علی کی زمین سے باتیں کرنی: اسماء بنت عمیس کہتی ہیں میں نے اپنی سیدانی حضرت فاطمہ سے سنا ہے آپ فرماتی تھیں کہ ایک مرتبہ رات کو علی نے مجھ سے صحبت کی اور مجھے میرے بچھونے ہی پر پریشان کر دیا اسماء کہتی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اے سارے جہانوں کی عورتوں کی سیدانی تمہیں انہوں نے کس بات سے پریشان کر دیا تھا فرمایا تھا میں نے زمین سے سنا کہ وہ علی سے باتیں کرتی ہے اور علی اس سے باتیں کرتے ہیں جب صبح ہوئی تب میں نے گھبرا کر اپنے والد رسول اللہ سے بیان کیا یہ سنتے ہی وہ بہت ہی دیر تک سجدہ میں پڑے رہے اس کے بعد آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ اے فاطمہ تمہیں خوشی کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے خاوند کو اپنی ساری مخلوق پر فضیلت دیدی اور ان کی بابت زمین کو یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی خبریں مشرق سے مغرب تک جو روئے زمین پر چلے سب ان سے بیان کر دیا کرے (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۵۵۵)

۸۷۔ روٹی کے سوکھے ٹکڑے نے کئی بہروپ بدلے: مشارق الانوار میں

حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی امیرالمومنین کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی مہمان نوازی کی اور جو کی ایک خشک روٹی اور ایک پیالہ پانی کا آپ نے اسے دیا پھر آپ نے خود ہی اس روٹی کا ایک ٹکڑا پانی میں ڈالا اور اس آدمی سے فرمایا کہ اسے کھاؤ اس نے اس سے نکالا تو وہ دیکھا ایک بھنے ہوئے پرندے جانور کی ران تھی پھر آپ نے اور ٹکڑا ڈالا اور فرمایا کہ اسے کھاؤ اسے نکالا تو وہ دیکھا ایک حلوے کا تر لقمہ تھا اس آدمی نے عرض کیا اے میرے آقا یہ کیا وجہ ہے کہ آپ میرے واسطے خشک ٹکڑے رکھتے ہیں اور وہ مجھے قسم قسم کے کھانے معلوم ہوتے ہیں امیرالمومنین نے فرمایا ہاں یہ ظاہر ہے اور وہ باطن ہے اور ہمارا کام سب اسی طرح ہے۔ (بحارالانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۸۸۔ بی بی فاطمہ علی اور حسنین بڑے کیمیا گر تھے:

منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ کے پاس چاندی آتی تھی تو آپ کو سوائے تلوار اور زرہ اور چکی کے کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا اس کے علاوہ آپ کے پاس اکسیر کا بھی ایک ذخیرہ تھا ایک مرتبہ آپ نے تانبے کا ایک ٹکڑا لیکے اسے گرم کیا اور اکسیر ڈالا اکرا سے سونا بنا لیا۔ جب امیرالمومنین آئے تو انہوں نے آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے یہ چاندی تو اچھی بنائی لیکن اگر اسکے جسم کو پگھلا لیتی تو اسکا رنگ بہت عمدہ ہو جاتا اور اس کی قیمت بہت بڑھ جاتی کسی نے کہا اے سید کیا تم بھی یہ علم جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہم ہاں اور اسے تو یہ لڑکا بھی جانتا ہے اور آپ نے امام حسین کی طرف اشارہ کیا وہ آئے اور انہوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح امیرالمومنین نے فرمایا تھا پھر امیرالمومنین نے فرمایا کہ ہم تو اس سے بھی بڑی کیمیا جانتے ہیں اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو ایک سونے کی ایک گول اور زمین کے خزانے ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت بی بی فاطمہ سے فرمایا کہ اس سارے سامان کو رکھ لو چنانچہ وہ رکھ لیا گیا۔ (بحارالانوار جلد ۹ صفحہ [illegible])

۸۹۔ حضرت علی اپنی قوت سے قلعے کے قلعے ہلا دیتے تھے:

ابو رافع کہتے ہیں کہ جب حضرت علی قلعہ قموص کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگ آپ کو تیر اور پتھر مارنے لگے مگر آپ حملہ کر کے اس کے دروازے کے قریب پہنچ گئے اور اسے اکھیڑ کے اپنے پیچھے چالیس ہاتھ پرے پھینک دیا کتاب الدرجات میں منقول ہے کہ حضرت علی نے مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد ان

لوگوں پر حملہ کیا تھا وہ سب بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے پھر آپ قلعہ کے دروازے کی طرف بڑھے اور اس کی زنجیر پکڑی جس کا وزن چالیس سیر تھا اور اس دروازہ کو ہلایا جس کی وجہ سے سارا قلعہ ہل گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے جو اس کے اندر تھے اسے زلزلہ سمجھا پھر آپ نے دوسری دفعہ ہلا کر اُسے جڑ سے اکھیڑ دیا اور اُسے چالیس ہاتھ پرے ہوا میں اُڑا دیا۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خیبر کا قلعہ بھی ایسا ہی ہلا دیا تھا جس کی بابت صفیہ کہتی ہیں میں کھڑکی میں ایسی بیٹھی تھی جیسے دلہن بیٹھا کرتی ہیں۔ پھر میں اوندھے منہ گر پڑی میں نے زلزلہ ہی خیال کیا پھر کسی نے کہا کہ یہ علی نے قلعہ ہلایا ہے وہ اس کا دروازہ اکھیڑنا چاہتے ہیں۔ ([illegible])

۹۰۔ دروازہ کا پل: ارشاد میں منقول ہے حضرت جابر کہتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن حضرت علی نے دروازہ اس قدر اوپر اٹھایا کہ لوگوں نے اس کے اوپر چڑھ کر خیبر فتح کر لیا اور بعد جنگ کے لوگوں نے آزمائش کے لئے اسے اٹھانا چاہا لیکن چالیس آدمی بھی اٹھا نہیں سکے۔ ([illegible])

۹۱۔ حضرت علی زمین سے معلّق چلتے تھے: تاریخ الطبری میں منقول ہے ابورافع کہتے ہیں کہ حضرت علی کی بائیں طرف کی ڈھال گر پڑی تھی آپ نے ایک دروازہ اکھیڑ کے اُسے ڈھال بنا لیا اور جب آپ فارغ ہو گئے تو ایک بہت بڑی مخلوق اُسے ہلا بھی نہیں سکی۔ روض الجنان میں منقول ہے کہ آنحضرت کے بعض صحابہ نے حضور انور سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں حضرت علی کے حملہ کرنے اور تیر مارنے کی طاقت پر تعجب نہیں ہے بلکہ ہمیں تعجب ان کی دلیری اور ایک ہاتھ پر ہے آنحضرت نے کچھ کلمے فرمائے جن کا مطلب یہ تھا کہ اے لوگو تم ان کے ہاتھ کی طرف دیکھتے رہے اور تم نے ان کے پاؤں کی طرف نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں میں نے اسی وقت ان کے پاؤں کی طرف نگاہ کی تو وہ دونوں مجھے معلّق معلوم ہوئے میں نے کہا یہ اور بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ ان کے دونوں پاؤں ہوا پر رکھے ہوئے ہیں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ ہم ہوا پر نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں حضرت جبرئیل کی دونوں بازؤوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ ([illegible])

۹۲۔ حضرت علی کے قول کے مطابق دنیا ختم ہو چکی ہے: باقر کہتے ہیں کہ حضرت علی اپنے ساتھیوں کو لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا

اگر میں تم سے یہ کہوں کہ دنیا جب تک ختم نہیں ہوگی کہ اس جگہ ایک نہر کھودی جائے گی اور اس میں پانی جاری ہوگا کیا تم میری اس بات کو سچی سمجھو گے انہوں نے پوچھا اے امیر المومنین کیا ایسا ہوگا آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اللہ کی گویا میں اب یہاں ایک نہر دیکھ رہا ہوں جس میں پانی بہتا ہے اور کشتیاں چلتی ہیں اور لوگ اس سے نفع اٹھاتے ہیں پھر جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ (مدینۃ المعاجز جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

۹۳۔ حضرت علی نے مرنے کے بعد بھی شرف الدولہ کو مار ڈالا اور ابو طالب کی اولاد: کو بچا دیا ابو علی الحسن بن عبد العزیز ہاشمی کہتے ہیں کہ کوفہ میں عباسیوں اور ابو طالبیوں میں بہت اختلاف اور فساد ہو رہا تھا یہاں تک کہ سترہ عباسی قتل ہو گئے اس بات پر خلیفہ قادر بہت ہی غصہ ہوا اور اس نے ابو علی کو کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہاں ابو طالبیوں کی بیخ کنی کر دے اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ ایسا ایسا کرے بغداد سے یہ خبر پرندوں کے ذریعے سے عباسیوں کے پاس پہنچی وہ قادر کا حکم سن کے بہت پریشان ہوئے اور بنی خفاجہ سے مدد چاہی اسی اثناء میں ایک عباسیہ عورت نے خواب میں دیکھا کہ سمندری گھوڑے پر ایک سوار آسمان سے اترا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اس عورت نے پوچھا کہ یہ کون سوار ہے کسی نے اس سے کہا کہ یہ امیر المومنین علی بن ابو طالب ہیں ان کا یہ ارادہ ہے کہ جن لوگوں نے طالبین (یعنی ابو طالب کے لوگوں) کو قتل کرنے کا قصد کیا ہے یہ انہیں قتل کر دیں۔ اس کے بعد اس عورت نے یہ خبر لوگوں سے بیان کی اور اس کا یہ خواب سارے شہر میں پھیل گیا پھر ایک پرندہ جانور بغداد کی طرف سے ایک خط لیکر اترا جس کا یہ مضمون تھا کہ سلطان شرف الدولہ یہ قصد کر کے سوے تھا کہ وہ کوفہ پر چڑھائی کرے گا جب نصف رات گزری تو وہ یکایک مر گیا اور سب لشکر تتر بتر ہو گیا اور قادر بھی پریشان ہے۔ (مدینۃ المعاجز جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

۹۴۔ علی کے بُرا کہنے کے عوض حضور انور کی چُھری سے ایک شخص ذبح کیا گیا: احمد بن محمد سجستی کہتے ہیں میں علم پڑھنے کے لئے اپنے مکان سے چلا اور بصرہ میں پہنچ کے محمد بن عباد کی خدمت میں گیا میں نے ان سے عرض کیا کہ میں مسافر آدمی ہوں بہت دور سے آپ کی خدمت بابرکت میں فقط علم حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو میں نے کہا میں سجستان کا رہنے والا ہوں انہوں نے فرمایا کہ خارجیوں کے شہر کے۔ میں نے

کہا کہ اگر میں خارجی ہوتا تو آپ سے علم پڑھنے ہرگز نہ آتا انہوں نے فرمایا میں تمہیں ایک بہت اچھی بات سناتا ہوں جب تم اپنے شہر میں جاؤ تو تم ان لوگوں سے یہ بیان کرنا کہ میرا ایک ہمسایہ تھا اُس نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ مر گیا اور اُسے کسی نے کفن دیکر دفن کر بھی کر دیا وہی شخص کہتا ہے کہ میں نبی کے حوض کوثر پر گیا تو حوض کی پٹیوں پر حضور انور جلوہ افروز تھے حسن اور حسین دونوں آپ کی امت کو پانی پلا رہے تھے پھر میں نے ان سے پانی مانگا لیکن مجھے پانی پلانے سے دونوں نے انکار کر دیا میں نے پکارا یا رسول اللہ میں تو آپ کی امت میں ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو علی کے بھی پاس جائے گا تو وہ بھی تجھے پانی نہیں پلائیں گے اُسی وقت میں رونے لگا اور میں نے کہا کہ میں تو حضرت علی کی جماعت میں ہوں آنحضرت نے فرمایا کہ تیرا ایک ہمسایہ ہے وہ علی پر لعنت کیا کرتا ہے اور تو اُسے منع نہیں کرتا میں نے کہا میں غریب آدمی ہوں مجھ میں منع کرنے کی طاقت نہیں ہے اور وہ بادشاہ کے مقربوں میں سے کہتا ہے کہ پھر نبی نے ایک چھری نکالی اور مجھے دے کر فرمایا کہ جا اُسے ذبح کر دے میں چھری لیکر اس کے گھر آیا اور اس کا دروازہ کھلا ہوا دیکھ کر میں اندر چلا گیا اور اسے سوتا ہوا پا کر میں ذبح کر دیا اور پھر میں نبی کی خدمت میں چلا گیا اور میں نے حضور انور سے عرض کیا کہ میں اُسے ذبح کر آیا ہوں اور یہ چھری اُسی خون میں بھیگی ہوئی ہے آپ نے فرمایا یہ چھری لاؤ پھر آپ نے امام حسین سے فرمایا کہ اسے پانی پلا دو اور جب صبح ہوئی تو میں رونے کی آواز سن میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کسی نے کہا کہ فلانا آدمی اپنے بچھو نے پر ذبح کیا ہوا ملا ہے تھوڑی ہی دیر کے بعد شہر کے حاکم نے سب ہمسایوں کو گرفتار کر لیا پھر میں اُس کے پاس گیا میں نے کہا اے حاکم تو اللہ سے ڈر کیونکہ یہ سب لوگ بری اور بے خطا ہیں میں نے اپنے خواب کا سارا قصہ اُس سے بیان کیا اس نے ان سبھوں کو چھوڑ دیا۔ ([illegible])

۹۵۔ حضرت علی نے اپنی اولاد کا قرضہ آسمان سے آکے پیسہ ادا کیا:

کوفہ میں ایک شخص جس کی کنیت ابو جعفر قمی راو آلِ اللہ میں بہت ہی نیک معاملہ آدمی تھا اور علوی لوگوں میں سے جو کوئی اُس کے پاس کچھ مانگنے آتا تھا تو فوراً اُسے دیدیتا تھا اور اپنے بیٹے سے یہ کہتا تھا کہ اسے بیٹے تو یہ لکھ دیا کر کہ یہ وہ خرچ ہے جو علی ابن ابو طالب نے لیا ہے اور ایک زمانہ تک اسی طرح کرتا رہا پھر اس پر ایسا وقت آیا کہ وہ فقیر ہو گیا اُس نے اپنے حساب کتاب کو جانچا پھر اس کے قرضداروں

میں سے جو لوگ زندہ تھے ان کے پاس تقاضے کے لئے آدمی بھیجنے لگا اور جو مر گیا تھا اس پر حضرت علی کا نام چڑھا دیا پھر ایک روز وہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی اس کے پاس سے نکلا اس نے کہا تمھارے قرض کی بابت علی بن ابوطالب نے کیا کیا اس آدمی کو اس بات سے بہت ہی سخت رنج ہوا اور یہ اپنے گھر میں چلا آیا جب اندھیری رات ہو گئی تو اس نے نبی ﷺ حسن اور حسین کو اپنے آگے آگے جاتے ہوئے دیکھا ان دونوں صاحبزادوں سے حضور انور نے پوچھا کہ تمھارے والد نے قرضے کی ادائگی میں کیا کیا اسی وقت آپ کے پیچھے ہی سے حضرت علی نے خود ہی جواب دیا یا رسول اللہ میں بھی موجود ہوں آپ نے فرمایا تم اس شخص کا حق کیوں نہیں دیتے علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حق اس کا لایا ہوں نبی نے فرمایا اسے دیدو چنانچہ آپ نے سپید اون کی ایک تھیلی مجھے دی اور فرمایا یہ تیرا حق ہے تو اسے لے لے اور میری اولاد میں جو کوئی چیز تجھ سے مانگنے آئے اسے تو منع نہ کرنا کیونکہ اس کے بعد کبھی تجھ پر تنگی نہ آئے گی وہی شخص کہتا ہے جس وقت میری آنکھ کھلی تو وہ تھیلی میرے ہاتھ میں تھی میں نے اپنی بی بی کو پکار کر اس سے کہا کہ یہ لے میں نے اسے وہ تھیلی دیدی اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں اس نے مجھ سے کہا کہ اے مرد اللہ سے ڈر فقر و فاقہ تمہیں اس بات پر نہ آمادہ کردے کہ تم کسی کا مال بلا حق لے لو اگر تم کسی سوداگر کو دھوکا دیکر یہ مال لائے ہو اسے اسی کو واپس دیدو وہی شخص کہتے ہیں میں نے اصلی راز اس سے بیان کر دیا وہ بولی کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے علی بن ابوطالب کا حساب دکھاؤ میں نے بہی کھاتہ لاکر کھولا تو اس میں قدرت الٰہی سے حضرت علی کے نام پر پھر کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں دیکھی۔

([illegible])

۹۶۔ حضرت علی کے بُرا کہنے والے کا عجیب طریقے سے منہ کالا ہوا:

شیخ فاروقی کہتے ہیں میں نے ملک شام میں ایک آدمی کو دیکھا اس کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا تھا اور وہ اُسے ڈھانکے رکھتا تھا میں نے اُس سے اس کا سبب پوچھا اس نے کہا میں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا ہے کہ جو شخص مجھ سے اس تکلیف کو پوچھے گا میں اُسے فوراً بتادوں گا میں علی بن ابوطالب کی شان میں بہت ہی سخت گو اور بُرا کہنے والا تھا ایک مرتبہ رات کو میں سویا ہوا تھا کہ ایک خواب میں میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے پوچھا کہ کیا علی بن ابوطالب کی شان میں تو ہی گستاخی کیا کرتا ہے میں نے کہا

ہاں اُس نے کچھ میرے چہرہ پر مارا اور یہ کہا خدا سے سیاہ کردے اسی وقت یہ ایسا سیاہ ہو گیا جیسا آپ تو دیکھتا ہے۔ ([illegible])

٩٧۔ علی کے نام پر پانی پلانے سے خضر نے ایک لونڈی کی آنکھیں روشن کر دیں

اعمش کہتے ہیں میں نے ایک اندھی لونڈی کو پانی پلاتے ہوئے دیکھا وہ پانی پلاتی جاتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ علی بن ابو طالب کی محبت کے طفیل سے پیو کہتے ہیں پھر میں نے جب اسے مکہ پانی پلاتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں روشن تھیں اس وقت وہ یہ کہتی تھی کہ اس شخص کی محبت کی طفیل سے پیو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بینائی دیدی میں نے اس سے کہا اے لونڈی میں نے تجھے مدینہ منورہ میں اندھی دیکھا تھا تو پانی پلاتی ہوئی یہ کہتی تھی کہ میرے آقا امیر المومنین علی بن ابو طالب کی محبت کے طفیل سے پیو اور آج تو بینا ہے لہذا تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا میرا باپ تجھ پر قربان ہو میں نے ایک آدمی دیکھا اُس نے مجھ سے یہ کہا اے لونڈی تو علی بن ابو طالب کی لونڈی ان سے محبت رکھنی والی ہے۔ میں نے کہا ہاں اسی وقت اُس نے یہ دعا کی یا الٰہی اگر یہ لونڈی سچی ہے تو اس کی بینائی پھر سے دیدے پھر اللہ کی قسم فوراً اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بینائی دیدی میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا میں خضر ہوں۔ میں بھی علی بن ابو طالب ہی کی جماعت سے ہوں۔ ([illegible])

٩٨۔ علی نے ایک شخص کے کان میں پورا قرآن مجید پڑھ کے پھونک دیا

اصبغ سے روایت ہے کہ علی ایک جنگلی آدمی کے پاس سے نکلے آپ نے اس سے فرمایا کیا اے جوان اگر تو قرآن شریف پڑھتا رہتا تو تیرے واسطے بہتر تھا وہ بولا کہ میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس میں سے کچھ مجھے اچھی طرح پڑھا دیں آپ نے فرمایا میرے پاس آ۔ وہ آپ کے قریب ہوا آپ نے اُس کے کان میں بہت آہستہ سے کوئی بات کہی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سارے قرآن شریف کو اس کے دل میں منقش کر دیا اور سب قرآن اُسے یاد کرا دیا۔ ([illegible])

٩٩۔ چمن میں ایک گلاب کے درخت پر حضرت علی خلیفہ رسول اللہ لکھے ہوئے ہیں

محمد بن سنان کہتے ہیں صادق کی خدمت میں گیا انہوں نے مجھ سے فرمایا وہ درواز ہ پر اور

کون ہے میں نے کہا ایک یمن کا آدمی کھڑا ہے انہوں نے فرمایا اُسے اندر بلا لو جب وہ اندر آیا تو ابو عبداللہ نے اُس سے پوچھا کیا تم لوگ یمن میں ہمیں جانتے ہو وہ بولا اے سید ہاں انہوں نے پوچھا تم ہمیں کس طرح جانتے ہو اس نے کہا اے رسول کے صاحبزادے ہمارے ہاں ایک درخت ہے جس پر تمام سال گلاب کے پھول آتے رہتے ہیں اور ہر دن میں دو رنگ ہوتے ہیں جب صبح کا وقت ہوتا ہے تو ہم اس پر یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور شام کے وقت ہم اس پر یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں لا الہ الا اللہ علی خلیفہ رسول اللہ (بحار الانوار جلد [illegible] صفحہ [illegible])

۱۰۰۔ حضرت علی نے پیٹ ہی میں سے اپنی ماں کو بت پرستی کیلئے نہیں جانے دیا:

منقول ہے کہ ابو طالب نے اپنی بی بی فاطمہ بنت اسد سے کہا (اس وقت حضرت علی کی بہت چھوٹی عمر تھی) کہ میں نے علی کو بت توڑتے ہوئے دیکھا ہے اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں قریش کے بوڑھوں کو خبر ہو جائے وہ بولیں کہ واہ میں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات سناتی ہوں میں وہاں گئی تھی جہاں کافروں کے بت گڑے ہوئے ہیں علی اُس وقت میرے پیٹ میں ہی تھا اُس نے اپنے دونوں پاؤں میرے پیٹ میں اس سختی سے اڑا دئے کہ مجھے اس جگہ کے پاس ہی نہ جانے دیا جہاں وہ بت تھے حالانکہ میں بتوں کے لئے نہیں گئی تھی بلکہ عبادت خداوندی کے لئے خانہ کعبہ کا طواف کرنے گئی تھی (بحار الانوار جلد [illegible] صفحہ [illegible])

۱۰۱۔ کہانی حضرت علی قضائے حاجت. درختوں کی یلغار. معاویہ. عمر اور یزید کو علی کے حکم سے فرشتے آسمان پر سے کھینچ لائے وغیرہ وغیرہ

علی بن محمد کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین جنگ صفین سے پھرے اور لوگوں نے وہ پانی پی لیا جو اس پتھر کے نیچے سے نکلا تھا جسے حضرت علی نے ہلایا تھا تو آپ قضائے حاجت کے لئے بیٹھ گئے آپ کے لشکر میں سے کسی منافق نے کہا کہ میں آج علی کی برائیاں اور جو اس سے ظاہر ہوگا دیکھوں گا تا کہ میں اس کا جھوٹ اپنے دوستوں کے آگے ظاہر کر سکوں کیونکہ یہ تو نبی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے اسی وقت علی نے قنبر سے فرمایا اے قنبر تم اُس درخت کے پاس اور جو اس کے مقابلہ میں ہے جاؤ حالانکہ ان درختوں کے بیچ میں تین میل سے بھی زیادہ فاصلہ تھا اور ان دونوں کو پکار کے کہو کہ محمد کا وصی تمہیں یہ حکم کرتا

ہے کہ تم دونوں مل جاؤ قنبر نے عرض کیا اے امیر المومنین شاید میری آواز ان دونوں تک پہنچ جائے علی نے فرمایا بے شک وہ ذات جس نے تمھاری آنکھ کی بینائی کو آسمان تک پہنچا دیا حالانکہ تمھارے اور آسمان کے درمیان پانسو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے اس سے امید ہے کہ وہ تمھاری آواز کو ان دونوں تک پہنچا دے گا۔ پھر قنبر گیا اور اس نے آواز دی اسی وقت ایک درخت دوسرے کی طرف اس طرح دوڑا جس طرح دو دوست دوڑا کرتے ہیں جو ایک دوسرے سے بہت دنوں علیحدہ رہے ہوں اور انہیں ملنے کا شوق بہت ہی زیادہ ہو غرض کہ دونوں مل گئے لیکن پھر بھی لشکر کے بعض منافقوں نے یہ کہا کہ علی جادوگری میں اپنے چچا کے بیٹے رسول اللہ کی برابری کرتا ہے۔ حالانکہ نہ یہ رسول ہے اور نہ کوئی امام ہے بلکہ یہ دونوں جادوگر ہیں لیکن ہم اس کے پیچھے جائیں تاکہ اس کے عیب دیکھیں پھر اللہ عزوجل نے اُن کی طرف سے یہ خبر حضرت علی کے کانوں تک پہنچا دی انہوں نے باواز بلند فرمایا کہ قنبر منافق یہ گمان کرتے ہیں کہ میں ان سے درختوں ہی کے ساتھ پردہ کر سکتا ہوں تم پھر اُن کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ کا وصی تمھیں یہ حکم کرتا ہے کہ تم دونوں اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ قنبر نے موافق آپ کے ارشاد کے کہا اُسی وقت دونوں درخت اکھڑے اور ہر واحد دوسرے سے جدا ہو کر اس طرح بھاگا جیسے نامرد بہادر جوان سے بھاگا کرتا ہے اس کے بعد علی گئے اور آپ نے بیٹھنے کے واسطے اپنا کپڑا اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے سب منافقوں کو اندھا کر دیا وہ کوئی چیز نہ دیکھ سکتے تھے اور جب اُنھوں نے آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا تو وہ پھر اسی طرح دیکھنے لگے جیسے پہلے دیکھتے تھے پھر انہوں نے آپ کی طرف نگاہ کی پھر وہ اندھے ہو گئے غرض یہ کہ جب وہ آپ کی طرف دیکھتے اندھے ہو جاتے تھے اور جب آپ کی طرف سے نظر پھیرتے تھے بینا ہو جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت علی کھڑے ہو گئے اور واپس چلے آئے اور یہ ہر ایک منافق سے اسی، اسی مرتبہ ہوا تھا اس کے بعد حضرت علی کے فضلہ دیکھنے کے لئے جانے لگے اسی وقت اپنی اپنی جگہ سب بندھ گئے آگے بھی نہ دیکھ سکے جب وہ لوٹنا چاہتے تو انہیں لوٹنے کی قدرت نہ ہو جاتی اور اُن کا یہ حال ۱۰۰ سو دفعہ ہوا یہاں تک کہ پھر کوچ کیلئے پکار دیا گیا اور سب چلنے جو وہ چاہتے تھے انہیں اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوا لیکن اس واقعہ سے ان کی سرکشی اور گمراہی اور زیادہ ہو گئی۔ اور کفر و عناد میں زیادہ غلو ہو گیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا تم یہ تعجب

کی بات دیکھو کہ اس کے پاس یہ آیتیں اور معجزے ہیں لیکن یہ پھر بھی معاویہ اور عمرو اور یزید کے سامنے مجبور ہے اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ بات اُن کی طرف سے حضرت علی کے کانوں تک پہنچادی علی نے فرمایا اے فرشتو معاویہ عمرو اور یزید کو میرے پاس لاؤ پھر ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ ایک ایک فرشتہ ایک ایک کو پکڑے ہوئے لئے چلا آتا ہے. پھر فرشتوں نے ان تینوں کو حضرت علی کے دربار میں لا حاضر کیا کہ ان میں ایک امیر معاویہ اور دوسرے عمرو اور تیسرا یزید تھا علی نے فرمایا آؤ تم انہیں دیکھو اب اگر میں چاہوں تو ان تینوں کو قتل کردوں لیکن میں نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ابلیس کو ڈھیل دیدی ہے بے شک وہ شخص جسے تم اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں دیکھتے ہو وہ عاجز اور ذلیل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کا امتحان ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اور اگر تم علی پر طعن کرتے ہو تو تم سے پہلے بھی کافر اور منافق اللہ تعالیٰ کے رسول پر طعن کر چکے ہیں انہوں نے بھی یہ کہا کہ بھلا جو شخص ایک رات میں سارے آسمانوں اور ساری بہشتوں میں ہو آئے اُسے اس کی کیونکر ضرورت ہوگی کہ وہ بھاگ کر اور غار میں پڑے اور گیارہ دن میں مکہ سے مدینہ منورہ پہنچے حالانکہ یہ سب باتیں اللہ کی طرف سے ہیں جب وہ چاہتا ہے اپنی قدرت تمہیں دکھادیتا ہے تاکہ تم اللہ کے نبیوں کو سچا سمجھو جب وہ چاہتا تمہارا اسی چیز سے امتحان لیتا ہے جو تمہیں بُری معلوم ہو تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اور اس کی حجت تم پر ظاہر اور روشن ہو جائے.

(مدینۃ المعاجز جلد ۲ ص ۱۸۸)

۱۰۲۔ عباس عمِ رسول سے رسول اللہ کا عمامہ وغیرہ نہ اٹھ سکا: جابر انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عباس علی کے پاس نبی کی میراث لینے کے لئے آئے حضرت علی نے اُن سے فرمایا کہ رسول اللہ کے پاس وارث ہونے کے قابل کوئی چیز نہ تھی سوائے ایک خچر دُلدُل اور آپ کی تلوار ذوالفقار اور زرہ اور آپ کے عمامہ کے انہوں نے فرمایا مجھے ضرور ملنا چاہئے کیونکہ میں ان کا چچا اور سب لوگوں سے زیادہ حقدار اور وارث ہوں اُسی وقت امیر المومنین کھڑے ہو گئے بہت سے آدمی آپ کے ساتھ تھے آپ مسجد میں گئے اور زرہ اور عمامہ اور تلوار اور خچر کو وہاں حاضر کرنے کا حکم دیا چنانچہ سب چیزیں وہاں پہنچادی گئیں پھر آپ نے حضرت عباس سے فرمایا اے چچا اگر تم ان میں سے

کسی چیز کو بھی لیکر اٹھ کھڑے ہو تو سب تم ہی کو دے دوں گا کیونکہ نبیوں کی میراث ان کے وصیوں کے
واسطے ہوتی ہے۔ سارے جہان کے واسطے نہیں ہوتی۔ اور نہ اُن کی اولاد کے لئے ہوتی ہے اگر تم
کھڑے نہیں ہو سکو گے تو پھر اس میں تمھارا کوئی حق نہیں ہوگا انہوں نے فرمایا ہاں بہت اچھا چنانچہ
امیرالمومنین نے اپنے ہاتھ سے انہیں زرہ پہنادی اور عمامہ اور تلوار ان کے اوپر ڈالدیا پھر فرمایا اے چچا
تلوار اور عمامہ لیکر اٹھو لیکن ان میں اٹھنے کی طاقت نہ رہی پھر آپ نے اُن سے تلوار لے لی اور فرمایا کہ
عمامہ لیکر اٹھو کیونکہ یہ ہمارے نبی کی ایک نشانی ہے انہوں نے اُٹھنا چاہا لیکن اٹھنے کی ان میں طاقت نہ
رہی بلکہ حیران و پریشان رہ گئے پھر حضرت علی نے ان سے فرمایا کہ اے چچا یہ خچر دروازہ پر کھڑا ہے
خاص میرے اور میری اولاد کے لئے ہے اگر تم میں اس پر سوار ہونے کی طاقت ہو تو سوار ہو جاؤ عباس
باہر آئے اور ان کے ساتھ ہی عدوی بھی تھا اس نے ان سے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا اُن چیزوں
میں تو تمہیں علی نے دھوکا دیدیا ہے۔ خچر کی بابت تم اپنے تئیں دھوکے میں نہ ڈالنا جب تم رکاب میں
پاؤں رکھو تو اللہ کو یاد کرنا اور بسم اللہ پڑھنا اور یہ آیت پڑھ لینا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۔ راوی کہتے ہیں جب خچر نے عدوی کو حضرت عباس کے ساتھ آتے ہوئے
دیکھا تو فوراً بھاگ گیا اور ایسی آواز سے چیخا کہ ہم نے کبھی اس سے ایسی آواز نہیں سنی تھی عباس بیہوش
ہو کر گر پڑے اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور اُسے پکڑنے کا حکم ہوا لیکن کسی کو اس کے پکڑنے کی
قدرت نہ ہوئی پھر علیؑ نے اس خچر کا ایسا نام لیکر پکارا کہ ہم نے کبھی وہ نام نہیں سنا تھا اسی وقت وہ عاجزی
اور انکساری کرتا ہوا آ گیا آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھ کر چھلانگ ماری اور اس کے اوپر سوار ہو
گئے اور پھر خود نیچے اتر کر امام حسن اور امام حسین کو بلایا اور انہیں سوار ہونے کے واسطے حکم دیا اور زرہ اور
عمامہ اور تلوار پہنی اور اسی خچر پر سوار ہو کر آپ اپنے مکان تک آئے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے
فلانے یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔ ([illegible])

۱۰۳۔ علی گھوڑے پر سوار ہو کے ہوا پر اڑتے تھے: منقول ہے کہ حضرت علی ایک
گھوڑے پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑے اور آپ کے ساتھی آپ کو دیکھ رہے تھے آپ نے فرمایا
اگر میں چاہوں تو ابن ابی سفیان کو تمھارے پاس اٹھا لاؤں۔ ([illegible])

۱۰۴۔ عمر فاروق علی، رسول اللہ کی زیارت اور کمان کا اژدہا بننا: صادق کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے عمر بن خطاب کی طرف سے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات سنی آپ نے سلمان کو ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ تم ان سے یہ کہنا کہ میں نے تمہاری طرف سے ایسی ایسی باتیں سنی ہیں اور یہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے روبرو تم پر ناراض ہوں لہذا مناسب ہے کہ میرے حق میں سوائے بھلی بات کے اور کوئی نہ کہی جائے کیونکہ تم نے میرا حق دبالیا ہے اور میں نے صبر کرلیا تاکہ جو تقدیر میں ہے پورا ہو جائے۔ چنانچہ سلمان اٹھ کر گئے اور یہ خبر انہیں سنائی اور حضرت علی کی بہت سی فضیلتیں وغیرہ ذکر کیں۔ عمر نے کہا کہ میں امیر المومنین علی کی اس سے بھی زیادہ فضیلتیں جانتا ہوں اور میں ان کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں۔ سلمان نے ان سے کہا کہ تم نے جو ان کی باتیں قابل تعریف دیکھی ہیں ان میں سے کوئی مجھے سناؤ۔ عمر نے کہا اے ابو عبداللہ ایک روز میں اور وہ لشکر کا سامان کرنے میں تنہا تھے پھر وہ میرے پاس سے چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں پھر میرے پاس آ گئے اور ان کے کپڑوں پر اور دوپٹہ پر بہت غبار پڑا ہوا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہاں گئے تھے فرمایا کہ فرشتوں کی ایک جماعت آ رہی تھی اور ان ہی میں رسول اللہ بھی تھے یہ سب شہر جیون کا ارادہ رکھتے تھے اس لئے میں گیا تھا تاکہ آنحضرت کو سلام عرض کرآؤں اور یہ غبار پیدل دوڑنے کی وجہ سے مجھ پر پڑ گیا ہے۔ عمر نے کہا مجھے اس عجیب امر کے باعث ایسی ہنسی آئی کہ میں اوندھا گر پڑا اور میں نے ان سے کہا کہ نبی کی تو وفات ہو کر آپ کی ہڈیاں بھی پرانی ہو گئیں ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ میں ابھی آپ سے مل کر اور سلام کر کے آیا ہوں یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے اور یہ تو ہو نہیں سکتا۔ اسی وقت علی مجھ پر غصہ ہو گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا اے ابن خطاب کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو میں نے کہا کہ آپ غصہ نہ ہو جائیے کیونکہ یہ ایسی بات ہے کہ کبھی ہو نہیں سکتی انہوں نے فرمایا کہ اگر تم خود بھی اس طرح دیکھ لو تو اسکا انکار نہ کرسکو یہاں تک کہ جو تم نے کہا ہے اور دل میں رکھا ہے اللہ سے معافی چاہو اور جو تمہارا خیال ہے اس سے توبہ کرو میرا حق چھوڑ دو میں نے کہا ہاں میں یہ سب کرلونگا انہوں نے فرمایا تم کھڑے ہو جاؤ چنانچہ وہ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ ہی میں بھی کھڑا ہوا ہم مدینہ کی طرف آئے پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم آنکھیں بند کرلو میں نے دونوں آنکھیں بند کرلیں۔ پھر انہوں نے فرمایا

کہ آنکھیں کھولو میں نے ایسا ہی کیا پکا یک میں رسول اللہ کے پاس موجود تھا اور آپ کے ساتھ بہت سے فرشتوں کی ایک جماعت تھی جب میں نے خوب دیکھ لیا تب اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے دیکھ لیا میں نے کہا ہاں فرمایا پھر اب تم اپنی دونوں آنکھیں بند کرلو میں نے بند کر لیں۔ پھر فرمایا کھولو میں نے کھولیں تو نہ آنحضرت تھے اور نہ آپ کا کوئی نشان تھا سلمان کہتے ہیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ تم نے علی کی اس واقعہ کے سوا کوئی اور بھی عجیب بات دیکھی ہے انھوں نے فرمایا ہاں وہ ایک روز میرا ہاتھ پکڑ کے جبانہ کی طرف لے گئے اور ہم راستہ میں باتیں کرتے جاتے تھے ان کے ہاتھ میں ایک کمان تھی جب ہم جبانہ میں پہنچ لئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے وہ کمان پھینک دی پکا یک وہ کمان ایک بہت بڑی ایسی اژدہا بن گئی جیسی موسیٰ کی اژدہا ہوتی تھی اور وہ منہ کھول کر مجھے نگلنے کے لئے آئی جب میں نے یہ واقعہ دیکھا تو خوف کے مارے میرے ہوش اُڑ گئے اور میں علیحدہ ہو گیا اور مجھے ان کے سامنے ہنسی آ گئی میں نے کہا اے علی بن ابو طالب احسن رہو اور میرے تمھارے درمیان جو خوبی ہے اسے یاد کرو جب انھوں نے یہ بات سنی تو ہنس کر بھاگے اور فرمایا کہ تم نے بہت ہی نرم کلام کیا اور ہم چونکہ اہلبیت ہیں تھوڑی ہی بات پر رضا مند ہو جاتے ہیں پھر آپ نے اُس اژدہا پر ہاتھ مارا اور اپنے ہاتھ سے اُسے پکڑ لیا پھر پکا یک وہ ویسی ہی کمان بن گئی جیسی کہ وہ ان کے ہاتھ میں پہلے تھی پھر عمر نے کہا اے سلمان ان باتوں کو ہر ایک سے چھپاتا تھا فقط تم سے یہ کہدی ہیں اور وہ ویسی بہت ہیں۔ ایسی عجیب باتوں کے وہ پشت اور پشت در پشت ہوتے چلے آئے ہیں۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایسی ہی باتیں دکھایا کرتے تھے اور جاہلیت کے زمانہ میں ابو طالب اور عبداللہ بھی اسی قسم کے واقعات دکھایا کرتے تھے۔ اور علی کی فضیلت اور کثرت علم اور بزرگی کا میں بھی انکار نہیں کرتا (۱)

(بحارالانوار جلد ۹ ص ۱۹۲، ۱۹۳)

۱۰۵۔ علی بہشت دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں علی کی جماعت میں سے:

کوئی شخص کیسا ہی گناہ کرے اس پر عذاب نہیں ہوتا عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ امیرالمومنین مسند قضا پر بیٹھے ہوئے تھے پکا یک ایک آدمی آپ کے پاس آیا جس کو لوگ صفوان اکحل کہتے تھے اس نے آپ سے عرض کیا کہ میں آپکی جماعت کا آدمی ہوں اور میرے ذمے بہت ہی گناہ ہیں لہذا میں یہ

چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ان گناہوں سے دنیا ہی میں پاک کر دیں تا کہ آخرت میں۔ میں ایسا ہو کر جاؤں کہ میرے ساتھ کوئی گناہ نہ ہو امام نے پوچھا کہ تیرے سب گناہوں میں کونسا بڑا گناہ ہے وہ بولا کہ میں لڑکوں سے بدفعلی کیا کرتا ہوں. آپ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ تیرے ایک تلوار ذوالفقار ماردوں یا تیرے اوپر دیوار گرا دوں یا تجھے آگ میں پھینک دوں کیونکہ جو شخص یہ گناہ کرے اس کی یہی سزا ہے اس نے کہا اے میرے آقا مجھے آگ ہی میں جلا دیجئے تا کہ میں آخرت کی آگ سے بچ جاؤں علی نے فرمایا اے عمار ایک ہزار لکڑیوں کے گٹھے جمع کر لو. تا کہ ہم کل اسے آگ میں جلا دیں. پھر آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ تو جا اور جو تیرا روپیہ کسی کے ذمہ ہو یا کسی کا تیرے ذمہ ہو اس کی وصیت کر دے راوی کہتے ہیں وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا اور اس نے جو اس کا کسی کے ذمہ تھا یا کسی کا اس کے ذمہ تھا سب کی وصیت کر دی اور اپنا سب مال اپنی اولاد کو بانٹ دیا اور سب حقداروں کا حق دے دیا اور رات کو امیر المومنین حضرت علی بن ابو طالب کے اس حجرہ میں رہا جو نوح کے مکان میں جامع کوفہ کی مشرقی جانب تھا. جب امیر المومنین نے صبح کی نماز پڑھ لی تو آپ نے فرمایا کہ اے عمار کوفہ میں پکار دو کہ تم سب لوگ باہر آ جاؤ اور امیر المومنین کے حکم کو دیکھو کیونکہ وہاں کے لوگوں میں سے ایک جماعت نے یہ کہہ دیا تھا کہ حضرت اپنی جماعت اور اپنے دوستوں میں ایک آدمی کو کس طرح جلا دیں گے اور اگر اب وہ واقعی اسے آگ میں جلانا چاہتے ہیں تو بس ان کی امامت باطل ہو گئی امیر المومنین نے یہ بات سن لی تھی عمار کہتے ہیں پھر امام نے اس آدمی کو پکڑا اور اس کے اوپر ایک ہزار گٹھے لکڑیوں کے ڈال دیئے پھر آپ نے اسے گندھک وغیرہ دے دی اور فرمایا کہ اس سے اپنے تئیں جلا لے اور تو میری جماعت میں سے اور میرے دوستوں میں سے اور میرے پہچاننے والوں میں ہو گا تو تجھے بالکل آگ نہیں جلائے گی اور مخالفوں اور جھٹلانے والوں میں سے ہو گا تو تیرے گوشت کو آگ کھا لے گی اور تیری ہڈیاں توڑ دے گی چنانچہ اس آدمی نے اپنے اوپر آگ جلا کر ان لکڑیوں کو جلایا اور وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا لیکن آگ نہ ان کپڑوں میں لگی اور نہ دھواں اُن کے پاس گیا پھر امام نے فرمایا کہ ہماری جماعت ہم ہی میں سے ہے اور بہشت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا میں ہی ہوں میرے واسطے اس بات کی رسول اللہ نے بھی بہت سے موقعوں میں گواہی دی ہے۔ ([illegible])

۱۰۵۔ گھوڑوں پر ہوا اور پانی کی سیر فرشتوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ چالیس ہاتھ کی اونٹنی کا درخت میں سے نکلنا پھر ایک سو دس ہاتھ کی جوہر ساخت کی اونٹنی کی پیدائش: ۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ ہم اپنے آقا امیرالمومنین کے ساتھ تھے میں نے ان سے عرض کیا اے امیرالمومنین میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تمھارے کچھ معجزے دیکھوں اُنھوں نے فرمایا ان شاءاللہ میں دکھاؤں گا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے مکان میں چلے گئے اس کے بعد آپ مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور آپ سفید قبا پہنے ہوئے اور سفید ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے پھر آپ نے آواز دی کہ اے قنبر اس گھوڑے کے پاس آ جاؤ وہ آ گیا پھر آپ نے اور ایک مشکی گھوڑا نکالا پھر مجھ سے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ تم سوار ہو جاؤ سلمان کہتے ہیں میں سوار ہو گیا پھر کیا یک معلوم ہوا کہ اس گھوڑے کے پہلو پر دو پر لگے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں پھر امام نے بہت زور سے اُسے آواز دی وہ ہوا میں اُڑ گیا اور میں فرشتوں کے بازوؤں کا کھڑکا اور عرش کے نیچے ان کا سبحان اللہ پڑھنا سنتا تھا پھر ہم دونوں ایک بہت بڑے موج زن دریا کے کنارے پر پہنچے امام نے اُس کی طرف ذرا تیکھی نگاہ کی اسی وقت دریا کا وہ جوش تھم گیا میں نے آپ سے عرض کیا اے میرے آقا یہ دریا فقط تمہارے ایک دیکھنے کی وجہ سے تھم گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے سلمان یہ اس بات سے ڈر گیا کہ میں اس کے حق میں کوئی حکم نہ کروں پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے پانی کے اوپر اوپر لے گئے اور دونوں گھوڑے ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے تھے کوئی انھیں ہانکتا بھی نہ تھا پھر اللہ کی قسم نہ ہمارے پاؤں پانی میں بھیگے اور نہ گھوڑوں کے سُم بھیگے سلمان کہتے ہیں ہم دریا سے پار اُتر گئے اور ایک جزیرہ میں پہنچے جہاں کثرت سے درخت پھل پرند جانور اور نہریں تھیں۔ اور ایک بہت بڑا درخت وہاں معلوم ہوا حضرت علی نے ایک چھڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس پر ماری وہ اُسی وقت پھٹ گیا اور اس میں سے ایک ایسی اونٹنی نکلی جس کی لمبائی اسی ہاتھ تھی اور وہ چوڑی چالیس ہاتھ تھی اور اس کے پیچھے بچے تھے حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس کا دودھ پیو سلمان کہتے ہیں میں اس کے پاس گیا اور میں نے اُس کا دودھ پیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور اس کا دودھ شہد سے زیادہ میٹھا اور جھاگوں سے زیادہ نرم تھا آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اے سلمان یہ

اچھی ہے میں نے عرض کیا اے میرے آقا ہاں اچھی ہے آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمھیں اس سے بھی اچھی دکھاروں میں نے کہا اے امیرالمومنین ہاں اسی وقت میرے مولیٰ امیرالمومنین نے آواز دی کہ اے حسنا باہر آ۔ سلمان کہتے ہیں آپ کے یہ فرماتے ہی ایک اونٹنی نکلی جو ایک سو دس ہاتھ لمبی تھی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی اور اس کا سر سرخ یاقوت کا تھا اور اس کا سینہ عنبر اشہب کا تھا اور چاروں پاؤں سبز زبرجد کے اور اسکی مہار زرد یاقوت کی اور دایاں پہلو سونے کا اور بایاں پہلو چاندی کا حضرت علی نے فرمایا کہ اے سلمان تم اس کا دودھ پی لو سلمان کہتے ہیں میں نے اس کا تھن پکڑا یکایک وہ خالص صاف شہد تھا میں نے پوچھا اے میرے سردار یہ کس کے واسطے ہے آپ نے فرمایا کہ تمھارے واسطے اور باقی میرے دوستوں کی تمام جماعت کے واسطے ہے پھر آپ نے اس اونٹنی سے فرمایا کہ تو اس پتھر کی طرف لوٹ جا چنانچہ وہ اسی وقت لوٹ گئی اور آپ مجھے ایک اور جزیرہ میں لے گئے یہاں تک کہ ہم ایک بہت بڑے درخت کے پاس اترے جس پر کھانا رکھا ہوا تھا اس میں سے مشک کی (خوشبو) مہک رہی تھی اور ایک پرندہ بہت بڑے کرگس کی شکل وہاں بیٹھا ہوا تھا سلمان کہتے ہیں کہ وہ جانور اڑا اور حضرت علی علیہ السلام کو سلام کر کے وہ اپنی اسی جگہ جا کر بیٹھ گیا میں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین یہ کھانے کا خوان کیسا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ میری جماعت کے لوگوں کے لئے قیامت کے دن تک اسی جگہ رکھا رہے گا میں نے پوچھا اور وہ جانور کیسا تھا آپ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے قیامت تک کے لئے اس کھانے پر یہ مقرر ہے میں نے کہا کہ یہ اکیلا ہے آپ نے فرمایا کہ ہر روز اس کے پاس ایک مرتبہ خضر علیہ السلام آتے ہیں پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک اور دریا پر لے گئے اس دریا سے اتر کے ایک بہت بڑے جزیرہ میں پہنچے وہاں ایک محل تھا جس میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ سفید چاندی کی لگی ہوئی تھی اور اس کے اوپر زرد عقیق لگا ہوا تھا اور اس محل کے ہر ستون پر فرشتوں کی ستر ستر صفیں تھیں وہ سب آئے اور آپ کو سلام کیا آپ نے انھیں اجازت دیدی وہ پھر اپنی اپنی جگہ چلے گئے سلمان کہتے ہیں پھر امیر المومنین اس محل میں تشریف لے گئے وہاں بہت سے درخت، پھل، نہریں، اور پرند جانور اور ہر رنگ کی گھاسیں تھیں امام اس محل میں چلتے رہے یہاں تک کہ آخر تک پہنچ گئے پھر آپ ایک چبوترہ پر کھڑے ہوئے جو اسی باغ میں تھا اسکے بعد آپ محل پر

چڑھے وہاں سرخ سونے کی ایک کرسی بچھی ہوئی آپ اس پر بیٹھ گئے اور ہم نے محل کے اوپر دیکھا کہ ایک سیاہ دریا ہے اور اس کی ایسی بڑی موجیں اٹھتی ہیں جیسے بڑے مضبوط پہاڑ ہوتے ہیں آپ نے اس کی طرف ذرا سختی سے دیکھا اسی وقت اس کا جوش فرو ہو گیا میں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین اس دریا کا جوش تمہارے دیکھنے کی وجہ سے فرو ہو گیا؟ آپ نے فرمایا یہ اس بات سے ڈر گیا ہے کہ میں اس کے حق میں کوئی حکم نہ کر دوں اے سلمان تم جانتے ہو یہ کونسا دریا ہے میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا یہ وہی دریا ہے جس میں فرعون اور اس کی جماعت غرق ہوئی تھی یہاں ایک شہر تھا حضرت جبرئیل نے اسے اپنے بازو پر اٹھا کر اس دریا میں ڈال دیا تھا اور وہ نیچے ہی کو جا رہا ہے. قیامت تک کو جاتا ہی رہے گا. میں نے پوچھا اے امیر المومنین کیا اب ہم چھ فرسنگ آ گئے آپ نے فرمایا اے سلمان اب ہم تین لاکھ فرسنگ چل چکے ہیں اور میں ساری دنیا کے گرد دس مرتبہ گھوم چکا ہوں میں نے کہا اے سید یہ کس طرح ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ذوالقرنین تو زمین کے مشرق و مغرب میں پھر کر سد یاجوج اور ماجوج تک پہنچ گیا تھا اور پھر یہ مجھ پر کیا مشکل ہے حالانکہ میں تو امیر المومنین اور رب العالمین کا خلیفہ ہوں اے سلمان میں ہی وہ عالم ربانی ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے سب سختیوں کو آسان کر دیا ہے اور دور کی زمین کو لپیٹ دیا سلمان کہتے ہیں پھر میں نے آسمان میں ایک بہت بلند چیخ سنی اور میں نے آدمی کوئی نہیں دیکھا وہ یہ کہتا تھا تو نے سچ کہا اور تو بہت ہی سچا ہے پھر آپ اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے آپ کے ساتھ میں بھی سوار ہو گیا آپ نے ان گھوڑوں کو آواز دی وہ دونوں ہوا میں اڑنے لگے پھر ہم کوفہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور جس وقت ہم واپس آ گئے ہیں اس وقت تین گھڑی رات گئی تھی پھر آپ نے فرمایا اے سلمان لوگوں پر بہت ہی افسوس ہے جو ہمارا حق پہچاننے کا ہے۔ وہ نہیں پہچانتے. ہماری ولایت کا انکار کرتے ہیں تم یہ بتاؤ کہ محمد ﷺ افضل ہیں یا سلیمان علیہ السلام افضل ہیں۔ میں نے کہا بلکہ محمد ہی افضل ہیں آپ نے فرمایا کہ آصف جب برخیا تو اس بات پر قادر تھا کہ وہ ملک فارس سے بلقیس کے عرش کو ایک چشم زدن میں اٹھا لائے حالانکہ اسے ایک ہی کتاب کا علم تھا اور کیا میں یہ نہیں کر سکتا حالانکہ میں تو ایک سو چودہ کتابوں سے واقف ہوں جس میں سے پچاس صحیفے تو اللہ تعالیٰ نے شیث بن آدم علیہ السلام پر نازل فرمائے تھے اور تیس صحیفے حضرت نبی ادریس علیہ

السلام پر اور تمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور تورات، انجیل، زبور، فرقان۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ سچ فرماتے ہیں امام ایسے ہی ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہماری باتوں میں اور ہمارے علموں میں شک کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو ہماری معرفت میں اور ہمارے حقوق میں شک کرے یہ اللہ تعالی نے اپنے قرآن میں بہت ہی جگہ فرض کر دیا ہے۔ ([illegible])

١٠٧۔ حضرت علی نے آنکھ کے اشارے سے جواہرات کے محل پیدا کر دیے مگر پھر بھی ان کے احباب نے انھیں پہچانا نہ جانا: اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں میں ایک دن اپنے آقا امیر المومنین کے ساتھ تھا کہ آپ کے پاس آپ کے دوستوں کی ایک جماعت آئی جس میں ابوموسی اشعری، عبداللہ ابن مسعود، انس بن مالک، ابوہریرہ، مغیرہ بن شعبہ اور حذیفہ بن الیمان وغیرہ بھی تھے انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ ہمیں اپنا ایسے معجزے دکھایئے جو اللہ نے خاص آپ ہی کو دیے ہوں آپ نے فرمایا تمھیں اس سے کیا لینا ہے اور یہ تمھارا سوال کیسا ہے کہ تم تو اس بات پر راضی نہیں ہوا انھوں نے کہا اے امیر المومنین ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اس پر بھروسہ کر لیا ہے آپ ہمیں دکھا دیجئے آپ نے اس وقت دعا کی کہ یا الٰہی جو باتیں یہ لوگ کہہ رہے ہیں تو گواہ رہیو۔ اور جو یہ کریں گے اس کی میں خبر رکھنے والا اور جاننے والا ہوں پھر فرمایا کہ تم سب اللہ کے نام پر کھڑے ہو جاؤ راوی کہتے ہیں ہم سب آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر وہاں سے چل کر بنجانہ پہنچے وہاں بالکل سبزہ نہ تھا ہم نے دیکھا ایک وہاں ایک سبز باغ ہے اور اس میں پانی بھی موجود ہے اور باغ میں دو تالاب ہیں اور دونوں تالابوں میں دو مچھلیاں ہیں ہم نے کہا اللہ کی قسم بے شک یہ امامت کی دلیل ہے لیکن اے امیر المومنین ہمیں کوئی اور بات دکھایئے ورنہ جو ہم چاہتے تھے وہ تو دیکھ چکے ہیں آپ نے فرمایا اللہ مالک اور کارساز ہے۔ پھر آپ نے اپنے داہنے ہاتھ سے بیابان کی طرف اشارہ کیا تو ایک بہت سے محل موتیوں اور یاقوت اور جواہر سے جڑے ہوئے وہاں موجود ہو گئے ان کے دروازے سبز زبرجد کے تھے ان محلوں میں حور، غلمان، نہریں، درخت، پرندے، جانور ہو گئے ہم لوگ حیران اور تعجب میں رہ گئے پھر لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین ہمیں تمھارے اور تمھاری جماعت اور تمھارے دوستوں کے دیکھنے کا شوق بہت ہی بڑھ گیا ہے آپ نے

ان کی طرف اشارہ کر دیا کہ خاموش رہو پھر آپ نے زمین پر اپنا پاؤں مارا اسی وقت زمین پھٹ کر سرخ یاقوت کا ایک منبر نکلا آپ اس پر چڑھے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی پر درود پڑھا پھر فرمایا کہ اب تم اپنی آنکھیں بند کر لو چنانچہ ہم سبھوں نے آنکھیں بند کر لیں پھر ہم نے فرشتوں کے بازووں میں سے سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ وغیرہ سنیں اور وہ سب آپ کے روبرو آ کے کھڑے ہو گئے سبھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین اے خلیفہ رب العالمین ہمیں تمہارا ارشاد پورا کرنے کا حکم ہے لہذا آپ ہمیں کچھ حکم کیجئے آپ نے فرمایا اے میرے رب کے فرشتو تم اسی وقت میرے پاس ابلیس اور فرعون کو لاؤ راوی کہتے ہیں آللہ کی قسم چشم زدن کی بھی دیر نہیں ہوئی تھی کہ فرشتوں نے آپ کے روبرو ابلیس کو حاضر کر دیا پھر حضرت علی نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنی نگاہیں اوپر کرو ہم نے اوپر نگاہیں کیں تو فرشتوں کے نور کی چمک اور شعاع کی وجہ سے ہم کچھ دیکھ نہ سکے ہم نے عرض کیا اے امیر المومنین اللہ اللہ ہماری آنکھوں میں آللہ جانے کیا ہو گیا کہ بالکل کوئی چیز نہیں دیکھ سکتے ہاں زنجیروں کی آواز اور بیڑیوں کا کھڑا کا سنتے ہیں اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز چل رہی تھی پھر فرشتوں نے کہا کہ اے اللہ کے خلیفہ اس ملعون (یعنی ابلیس) پر لعنت بھیجو اور اسے دوگنا عذاب دو راوی کہتے ہیں جب ابلیس کو کھینچ کر آپ کی روبرو کھڑا کیا تو اس نے یہ کہا ہائے افسوس ہے ان لوگوں پر جو آل محمد پر ظلم کریں افسوس ہے ان لوگوں پر جو ان پر جرات کریں پھر اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے میرے آقا مجھ پر رحم فرما کیونکہ میں اس عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا علی نے فرمایا کہ اے ناپاک خبیث شیطان نہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا اور نہ تجھے بخشے گا پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم اس کے نام وغیرہ جانتے ہو ہم نے عرض کیا اے امیر المومنین ہاں جانتے ہیں آپ نے فرمایا تم اس سے پوچھو تا کہ یہ تمہیں بتا دے کہ یہ کون ہے لوگوں نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ابلیس اور اس امت کا فرعون ہوں میں وہی ہوں کہ میں نے اپنے سید اپنے آقا امیر المومنین خلیفہ رب العالمین حضرت علی کا انکار کر دیا تھا اور میں ان کی آیتوں اور معجزوں کا بھی منکر تھا اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو ہم نے آنکھیں کر لیں آپ نے بہت آہستہ سے کچھ باتیں کیں پھر یکا یک جہاں ہم تھے نہ وہاں کوئی محل تھا اور نہ پانی تھا اور نہ تالاب تھے

اور نہ درخت تھے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے یہ دلائل اور معجزات مجھے دکھا کر اس کے ساتھ مجھے معزز کر دیا ہے. کہ ابھی لوگ وہاں سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ شک اور تردد میں پڑ گئے بعض نے جادو کہا بعض نے کہانت اور تہمت کہا اس وقت امیر المومنین نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لوگ بھی اسی طرح مسخ ہوئے کہ انھوں نے اپنے نبی کے معجزوں کو جھٹلایا تھا پھر ان پر اللہ تعالی کا عذاب اترا اور اب اللہ کی لعنت اور اس کا عذاب تم پر بھی اترے گا اصبغ کہتے ہیں مجھے تو یقین ہو گیا تھا کہ ان دلائل اور معجزات کو جھٹلانے کے باعث ان لوگوں پر عذاب ضرور نازل ہوگا۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۹۹)

۱۰۷۔ حضرت علی اور کبوتر کا جوڑا: عمار بن یاسر کہتے ہیں میں کوفہ کی مسجد میں امیر المومنین کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور میرے سوا وہاں کوئی نہ تھا یکا یک امیر المومنین یہ کہنے لگے کہ تو اس کا یقین کر لے اس کا یقین کر لے میں نے دائیں بائیں طرف دیکھا مجھے کوئی معلوم نہیں ہوا میں تعجب میں پڑا رہ گیا آپ نے مجھ سے پوچھا اے عمار شاید تم یہ کہتے ہو گے کہ علی کس سے باتیں کرتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین بات تو اسی طرح ہے آپ نے فرمایا تم اپنا سر اوپر کر دیجے اپنا سر اوپر کیا تو دیکھا کہ دو کبوتر آپس میں سوال و جواب کر رہے ہیں آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم سمجھتے ہو یا ایک دوسرے سے کیا کہتا ہے میں نے کہا اے امیر المومنین تمھاری زندگی کی قسم میں نہیں سمجھتا آپ نے فرمایا کہ ان میں مادہ نر سے یہ کہتی ہے کہ تو نے میرے عوض اور مادہ کر لی ہے اور مجھے چھوڑ دیا ہے اور نر اس کے روبرو قسم کھاتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کیا اور وہ کہتی ہے مجھے تیرا یقین نہیں ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ یہ بات سچی ہے اور یہ شخص جو جامع مسجد میں بیٹھے ہیں یہ گواہ ہیں کہ میں نے تیرے سوا تیرے عوض کسی کو نہیں کیا اس مادہ نے پھر اسے جھٹلانا چاہا میں نے اس سے کہا کہ تو اس نر کا یقین کر لے تو اس کا یقین کرے عمار کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین ایسا عالم تو سوائے سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے اور کوئی نہیں ہوا جو پرندوں کی بولی جانتا ہو آپ نے مجھ سے فرمایا اے عمار قسم ہے خدا کی سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ہم اہل بیت ہی کے وسیلے سے اللہ تعالی سے یہ دعا کی تھی کہ انھیں پرندوں کی بولی کا علم ہو جائے. چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ پرندوں کی بولی سمجھنے لگے۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۹۹)

بحارالانوار کی کہانیاں ختم ہو گئیں۔ ان سے زیادہ دلکش فسانہ نہ بوستان خیال ہے نہ فسانہ عجائب نہ چہار درویش نہ کوئی ناول مگر اس سے بھی زیادہ لذیذ قصے جن میں انسانی خیال کی پوری قوت خرچ کی گئی ہے کتاب اخبار ماتم سے نقل کرتے ہیں۔ یہ کتاب مطبع حسنی واقع رامپور میں طبع ہوئی ہے اور یہی کتاب گویا خلاصہ ہے صدہا معتبر شیعی کتب کا۔ میں نے جتنی کہانیاں اس شیعی معتبر کتاب سے نقل کی ہیں وہ اسی کتاب کی عبارت میں نقل کی ہیں اور کہیں ایک لفظ کی بھی ترمیم نہیں کی اس کتاب کی عبارت فسانہ عجائب کی عبارت سے بہت ملتی جلتی ہے فقط (مصنف کتاب شہادت)

۱۰۹۔ رسول اللہ نے علیؓ کی تعریف پوری نہ کی کہ لوگ مثل نصاریٰ کے گمراہ ہو جاتے:

وَمِنْهَا ذِكْرِ أبو اسحاق ابراهيم بن سعيد الثقفي في كتاب المعرفة عن جابر بن عبدالله الانصاري اور ابو اسحاق ابراہیم بن سعید نے روایت کی کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے یہ عبارت کہی قال لما قدم علی علی رسول الله بفتح خيبر قال له رسول الله لو لا ان يقول فيه طوائف من امتی ما قالت النصارے فی عیسی بن مریم ۔ راوی خبر دیتا ہے بعد کشائش باب ظفر خیبر جب حیدر صفدر حضور پیغمبر رسول اللہؐ آئے مدح ساقی کوثر میں سرور انبیاء نے سخن لب پر لائے اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ بعض امت سے حق میں علی کے وہ کلمے کہیں جو نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کی نسبت دیتے یعنی خالق مانتے ہیں۔ لقلت فيك اليوم قولا لا تمر على ملاء الا اخذوا من تراب رجلیک ومن فضل طهورک یستشفون به تو ہر آئینہ یا علی کچھ بیان کرتا میں وہ فضیلت تمہاری۔ جو نہیں گزرتی کسی قوم کی جمعیت نے ایک باری الا یہ کہ خاک قدم کو دوڑ کے اٹھاتے اور پانی ہاتھ پاؤں کے دھونے کا واسطے شفائے امراض لے جاتے ولکن حسبک ان تکون منی وانا منک ترثنی وارثک ۔ لاکن یہ کفایت کرتا ہے جو تم دنیا وآخرت میں میری اور میں تمہارا اور تم ہو میراث لینے والے میری اور میں وارث تمہارا وانک مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي اور تم کو نسبت قدر میرے ساتھ ایسی ہے جیسے ہارون کو موسیٰ کی قربت میں برابری تھی مگر یہ کہ اب نبوت نہیں ہو سکتی۔ جو اللہ نے وہ تعریف مجھ پر ختم کر دی وانک تؤدی دینی وتبری ذمتی وتقاتل علی سنتی ۔ میرا قرض تم ادا کرو

گے جو حق کسی کا رہ جائے میری طرف سے پہنچاؤ گے طریقہ سنت پر گمراہوں سے لڑو گے اہل خروج اور بغاوت کو نیچا رکھو گے وانک اول من یرد علی الحوض غدًا کل روز محشر تم سب سے زیادہ میرے مقرب رہو گے اور پہلے آن کے حوض کوثر کا پانی پلانے کو تاب ہوں گے۔ وانک اول من یکسی معی وانک اول من الجنۃ من امتی بدن کی کر ساری مخلوق سے پہلے میرے ساتھ قدم بڑھاؤ گے۔ چادر رحمت وحسن کے قیام حشر کو آؤ گے۔ لوائے حمد و فضل و کرم باری سے اٹھاؤ گے سب امت سے پہلے بہشت میں جاؤ گے۔ ([illegible])

۱۱۰۔ شیعان علی کے منور چہرے اور انکے اوصاف: وان شیعتک علی منابر من نور رواء مرویین مبیضۃ وجوھھم حولی اشفع لھم ویکونون غدًا فی الجنۃ جیرانی ۔ تمھارے دوست اور پیرو نور کے منبروں پر جلوس کریں گے رخسار ان کے ماہ مہر سے زیادہ درخشاں ☆ میرے نزدیک مانوس رہیں گے پہلے میں ان کی شفاعت کو بڑھ جاؤں گا مراتب عالیہ رضا و مغفرت دلواؤں گا وہ گروہ جنت [illegible] میں جائیں گے ہمارے مہمان ہو کے نعمات ابدی پائیں گے۔

☆ یہ بہت ہی [illegible] ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس کی تصدیق شیعوں کے منور چہروں سے ہوتی ہے کہ جس طرح ان کے چہروں پر یہاں ایمان کا نور برستا ہے وہاں بھی ضرور اسی طرح ہو گا۔

وان حربک حربی وان سلمک سلمی وان سرک سری وان علانیتک علانیتی تمھاری جنگ میری جنگ تمھاری آزادی اور آشتی بھی ویسے میں نے صلح [illegible] تمھارے دل کا بھید راز میرا ہے اور ہر کار ظاہر مثل امر علانیہ مصطفےٰ ہے وان البر سریرۃ صدرک کسریرۃ صدری ساری نیکیاں تمھارے سینہ میں بھری ہیں مانند میری چھاتی کے جو اس میں محسنات مخفی اور جلی ہیں وان ولدک ولدی وانک تنجز عداتی تمھاری اولاد سب میری فرزند ٹھہری اور میرے وعدے تمھارے ایفائے گزرے وان الحق معک وان الحق علی لسانک وفی قلبک وبین عینک تحقیق کہ صدق اور حق تمھارے ساتھ دل اور زبان سے ہے سارے اعضا میں حق کا مظہر اور آنکھوں کو بھی مدنظر ہے ان الایمان مخالط لحمک ودمک کما خالط لحمی ودمی ایمان کامل تمھارے گوشت سے ملا ہے جس طور سے میری رگ و پے میں نور ایمان بھرا ہے۔

والہ لا یرد علی الحوض مبغض لک ولن یغیب عنہ محب لک غدا حتی یردوا الحوض معک ۔ یا علی تمہارا دشمن حوض کوثر کے پاس نہ آئے گا۔ پیاس کی شدت میں پانی نہ پائے گا دوست باقی نہ رہیں گے سب تمہارے ساتھ ہجوم کریں گے ہنگامہ وانفسی میں قدم بڑھائیں گے جام خوش گوار لب سے لگائیں گے۔ (انوار ماتم جلد اول صفحہ ۱۰۹)

۱۱۱۔ اگر رسول اللہ کے بعد علی نہ ہوتے تو کوئی مسلمان ہی نہ ہوتا

فقال لہ النبی عند ذلک لو لا انت یا علی لم یعرف المومنون بعدی. اس وقت مخبر صادق نے وصی برحق سے خطاب کیا اگر بعد میرے ☆ یا علی تمہارا قدم نہ ہوتا درمیان میں اس امت کے ہرآئندہ لوگ نہیں جانتے طریقہ ایمان کو نہ پہچانتے دین اور شریعت کے ارکان کو۔ (انوار ماتم جلد اول صفحہ ۱۰۹)

☆ یعنی اس لئے آپ رسول اللہ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک اپنے گھر بند بیٹھے رہے۔

۱۱۲۔ نبی وعظ کے وقت علی سے تکیہ لگاتے: ومنہا ما ل الجمانی فی حدیثہ

کان اذا جلس ﷺ اتکا علی علی واذا قام وضع یدہ علی ید علی علیہ السلام. جمانی سے حدیث طویل میں یہ عبارت ذکر ہوئی فرمایا الفت رسالت پناہ کو برادر ذی جاہ سے اتنی تھی کہ ہر گاہ رسول اللہ ﷺ کہیں اجلاس فرماتے تو اپنے قوت بازو پشتیبان دین سے تکیہ لگاتے۔ جب کھڑے ہوکے چلتے تو یداللہ کی ہاتھ میں ہاتھ لئے پھرتے۔ (انوار ماتم جلد اول صفحہ ۱۰۹)

۱۱۳۔ شیعان علی کے گناہ بخشے گئے: روی الصدوق فی العلل عن محمد بن حرب

الھمدانی امیر المدینۃ فی حدیث طویل انہ قال قال النبی لعلی یا علی ان اللہ حمل ذنوب شیعتک ثم غفرھا لی. شیخ صدوق نے کتاب علل میں ذکر کیا کہ محمد بن حرب حاکم مدینہ نے روایت طولانی کے آخر میں کہا جو حضرت صادق سے گوش میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے شاہ اولیاء سے فرمایا، پروردگار نے یا علی تمہارے سب دوستوں کے گناہ فراہم کئے اور ان کو اول سے آخر تک میرے لئے بخش دئے۔ وذلک قولہ عزوجل لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قول سے مکمل ہے یہ آیت حدیث کی سند پر کفیل ہے۔ (انوار ماتم جلد اول صفحہ ۱۱۰)

۱۱۴۔ علی کی دوستی پر سب متفق ہو جاتے تو دوزخ پیدا ہی نہ ہوتی:

قال رسول اللہ علیہ السلام والہ لا میرا مومنین لو اجمعت الخلایق علی ولا یتک لما خلق اللہ النار ۔ اور مخبر صادق نے ارشاد کیا جناب امیرالمومنین کو مژدہ دیا اگر دوستی اور محبت پر یا علی تمہاری تمھی خلایق میں اتفاق پڑتا۔ ہرآئینہ اللہ تعالی آتش دوزخ پیدا نہ کرتا۔

(اخبار ماتم جلد اول صفحہ ۱۱۹)

۱۱۵۔علی کے پیروؤں میں ستر ہزار جنت میں جائیں گے: وفی الخبر عن سید البشر انہ قال یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفاً لاحساب علیھم ولا عذاب یصل الیھم ۔ کتاب اعلام الوریٰ میں رسول دوسرا سے روایت کی جو خاتم الانبیاء نے صحابہ کو بشارت دی کہ روز قیامت میں میری امت کے ستر ہزار آدمی بہشت کو جائیں گے ان سے حساب کی نہ پرسش ہوگی اور نہ وہ لوگ آویزش عذاب کا صدمہ اٹھائیں گے۔ ثم التفت الی علی علیہ السلام وقال ﷺ شیعتک ھم انت امامھم ۔ پھر جناب سرورکائنات نے ولایت مآب کے جانب خطاب کیا اور فرمایا اے برادر وہ اشخاص تمھارے پیرو ہیں اور تم ہوان کے مقتدا (اخبار ماتم جلد اول صفحہ ۱۱۹)

۱۱۶۔علیؑ کی مٹی اور نبی کی مٹی اور شیعوں کی مٹی: رو الا جابر بن عبداللہ الانصاری عنہ واروی عنہ ابو جعفر الباقر علیہ السلام اور بھی اسی کتاب میں ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی جو اس جناب نے جابر بن عبداللہ انصاری سے حکایت کی قال سمعت رسول اللہ یقول لعلی الا اسرک الا امنحک الا ابشرک فقال بلی یا رسول اللہ راوی نے کہا کہ مخبر صادق سے میری سماعت میں آیا جو رسول اللہ ﷺ نے ایک روز علی مرتضی سے فرمایا چاہتے ہو تمہیں مسرور کروں خوشخبری دوں عرض کی ہاں اے سید انبیاء کہو تو شادماں ہو قال خلقت انا و انت من طینہ واحدہ ففضلت منہا فضلۃ فخلق اللہ منہا شیعتنا مخبر الوریٰ بولے کہ یا علی میں اور تم ایک طینت سے پیدا ہوئے اور جو مٹی اس میں سے زیادہ بچی ہمارے محب ایجاد ہوئے۔ فاذا کان یوم القیامۃ دعی الناس باسماء امہات ھم سوی شیعتنا فانھم یدعون باسماء آباءھم لطیب مولدھم جب روز قیام ہوگا سارے لوگ اپنی ماں کے نام سے پکارے جائیں گے الا ہمارے دوستوں کو باپ کے نام سے بلائیں گے بسبب پاکیزگی اور عفت خلقت۔

طہارت نسب اور صفائی ولادت۔ (انوار نعمانیہ جلد اول صفحہ ۱۹-۲۰)

۱۱۷۔ علی تمام زمین کے مالک تھے علی کے قدم سے زمین ٹھہری ہوئی ہے:

روی الصدوق باسنادہ عن عبادتہ بن ربعی قال قلت لعبداللہ بن عباس لم کنی رسول اللہ علیا ابا تراب. کتاب امالی میں شیخ صدوق نے عبادہ بن ربعی سے روایت کی اس نے کہا میں نے ابن عباس کی خدمت میں دریافت حقیقت کی رسول اللہ ﷺ نے کیا سبب ہے جو کنیت سے ابا تراب کی علی مرتضیٰ کو معروف رکھا. قال لانہ صاحب الارض وحجتہ اللہ علی اھلھا بعدہ وبہ بقاؤ ھا والیہ سکونھا جواب دیا اس واسطے کہ وہ مالک ومختار تھے زمین اور اہل دنیا پر حجت خدا تعالیٰ تھی بعد خیر المرسلین کے وجود عالی کے باعث خالق نے بقاء پائداری دی. ارض کے ہر بلا آفت کو ان کے قدم سے تسکین واستواری ملی. ولقد سمعت رسول اللہ یقول انہ اذا کان یوم القیامۃ وراء الکافر ما اعداللہ تبارک وتعالیٰ لشیعتہ علی بن ابیطالب من الثواب والزلفی والکرامۃ بدرستیکہ نبی اکرم سے میں نے سن پایا فرمایا روز قیامت ہوگا ہر ایک منافق اور کافر دیکھے گا وہ رتبہ جو شیعیان علی بن ابی طالب کو ثواب اور کرامت کا ملے گا. مرغزار بہشت اور دروازہ کا راستہ ان کی سکونت پر کھلے گا. قال یا لیتنی کنت ترابا من شیعتک علی علی علیہ السلام. اس دم ہر کافر زبان تمنا سے بولے گا میں بھی کاش کہ تراب ہوتا یعنی پیرو محبت علی علیہ السلام کا رہتا و ذلک قول اللہ عزوجل ویقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا. نازل ہوا قول اللہ نے عزوجل سے قرآن میں کہ روز محشر ظہور کرے گا۔ جو عہد کیا ان کی شان میں۔ (انوار نعمانیہ جلد اول صفحہ ۲۰)

۱۱۸۔ علی کو مثل آدم کے سجدہ کرایا:

قال قال لی یا محمد انی جعلت علیا وصیک ووزیرک وخلیفتک من خلقی من بعدک فاعلمہ جواب دیا کہ ایزد تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ہم نے علی کو خلیفہ اور وزیر اور وصی تمہارا بنایا ساری مخلوق سے جن کے اوپر بار امانت دیری کہ بعد تمہارے سرانجام ہدایت کرے. قلت فھا ھو یسمع لا کلامک میں نے درگاہ ربانی میں عرض کی وہ موجود کھڑے ہیں تیرا فرمان بگوش خود سن رہے ہیں۔ فاعلمتہ وانا بین یدی ربی پس علی کو ارشاد الٰہی سے خبردار کیا اور آپ حضور پروردگار میں استجبرا. فقال لی قد قبلت

وو اطعت مظہر العجائب گویا ہوئے سب امرآ للہ قبول کیا اور طاعت معبود میں سر و جان وال دیا فـا مر اللہ ملا ئکتہ ان تسلم علیہ فعلت فرد علیھم السلام پس رب تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا تھا ان پر سلام کریں تعظیم کا سب نے بجرا و تسلیم کو ادا کیا ولی اللہ نے فصاحت اور بلاغت سے ان کو جواب دیا وو رایت الـمـلائکـہ یـبا شرون پھر میں نے دیکھا سارے فرشتوں کو جو مبارک باد دیتے تھے ایک دوسرے کو وما مررت بملائکہ من ملائکہ الـسـمـاء الاهنو نی ۔جب میں حضور الٰہی سے پھرا تو ہر صف ملائکہ سے آسمان سے گزرا وہ دوڑ کے شاد و خرم پاس آتے جانشین امیر المومنین کی تہنیت بجا لاتے ۔ وقـالـو ایا مـحـمـد والـذی بـعـثـک بالحق نبیاً لقدد خل الـسـرور عـلـی جـمـیـع الملائکہ با ستخلاف اللہ عزوجل لک ابن عمک مجھ سے بولے یا محمد قسم ہے اللہ کی جس نے تمھیں برحق نبوت دی ہمارے جی کو مسرت اور شادی ملی کہ اللہ نے تمھارے بھائی کو خلعت خلافت بخشی ۔ وو رایـت حـمـلـۃ الـعـرش قـد نـکـسـوا رؤسـھـم الـی الارض حاملان عرش ملا کو دیکھا زمین کی طرف سر جھکائے تھے ۔ نظارہ مقصود کے لئے گردن جھکائے تھے آنکھیں لڑائے تھے ۔ فـقـلت یا جبر ئیل لم نکس حملۃ العرش رؤ سھم ۔ میں نے جبرئیل سے کہا یہ فرشتے کیوں سر نہ جھکائے ہیں کیا خاک پر ٹکٹکی لگائے ہیں ۔ فـقـال یا محمد مامن مـلـک من الملائکۃ الا وقد نظر و جہ علی بن ابی طالب استبشاراً بہ ماخلا حملۃ العرش ۔ جواب دیا اے نبی الوریٰ کوئی صف قدسیوں کی نہیں بچی کہ جمال شاہ مرداں کی زیارت اس نے خوشی میں نہیں کی مگر حاملان عرش باقی رہے تھے ان کے دل میں دیدار حیدر کرار کی ارمان بھری تھی ۔ فـالـھـم یـسـتـا ذنو اللہ عزوجل فی ھذہ الساعۃ فاذن لھم ان ینظروا الی علی بن ابی طـالـب فـنظروا الیہ اسیوم انہوں نے باری تعالیٰ سے اجازت مانگی نظارہ رخسار مرتضیٰ میں حکایت قلب شوق کی پس ان کو دیدار کی رخصت ملی اور سب نے ولی پروردگار کی زیارت کی (ینابیع ... [illegible])

۱۱۹۔علی کے فضائل کسی صورت سے بھی ادا نہیں ہو سکتے قـال رسـول اللہ ﷺ ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن والانس کتاب ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب ۔ اکثر علمائے حدیث نے روایت کی جو رسول اللہ ﷺ نے منقبت حیدری کی اگر سارے شجار و نیا قلم ہو جائیں اور آپ بحار حل

سیاہی و قلم کی بنیں جن و انس کتابت پر مامور کریں تو بھی فضائل علی علیہ السلام احاطہ نہ لکھ سکیں گے۔ (انوار ہاشم جلد اول صفحہ ۲۰)

١٢٠۔ علی کی تعریف سننے سے گناہ بخشے جاتے ہیں: ومن استمع فضیلة من فضائله غفر الله له الذنوب التي اكتسبها بالاذن والاستماع ۔ جو مومن سنے کوئی فضیلت سرور اولیاء کی عفو کرے گا پروردگار حضرت وہ خطا کہ سماعت سے اس نے پیدا کی۔ (انوار ہاشم جلد اول صفحہ ۲۰)

١٢١۔ علی کی شہ زوری: ملا صدری نے کتاب محرق القلوب میں لکھا ہے متوجہ ہو کے سنو فارسی کا ترجمہ اردو میں کیا خود بمطابق لکھا ہے شجاعت کا شہ اس دلاور غازی کے وہ تھا کہ مرحب و عمرو و عنتر و عمرو بن عبدود کو پائے پیادہ مارا جو ہر ایک پہلوان عرب میں لاثانی ہزار سوار کے برابر گنا جاتا۔ قوت اور تہور میں شیر نہ اس کو رو بیان میں تھا۔ غزوات خندق، بدر و احد و تبوک و حنین و خیبر میں لشکر گراں کو ضرغام الٰہی نے بھگا دیا صدہا مشرکین کو راہ خدا میں ارا تا کہ علم اسلام کو میدان ظفر میں بلند پایا۔ ناصر خدا و رسول کرار غیر فرار لقب ہوا مدح میں جبرئیل نے یہ مصرع پکارا کے پڑھا دین پرور یمن امیر المومنین بے ہمسر کردگار لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار حرب و ضرب کی صفت میں عالم امکان بھرا ہے۔ قہر و غضب کی دہشت سے شاہ دلی جان کانپ رہا ہے قوت اور طاقت اس مظہر قدرت الٰہی زور شیر و ہاتھی اور بازوئے شتر سے زیادہ تھی۔ (انوار ہاشم جلد اول صفحہ ۲۶)

١٢٢۔ علی کی قوت: نقل ہے کہ جنگ خیبر میں جب لشکر یہود نے یورش (ہجوم) کی سرور اولیا سیف اللہ کے ہاتھ سے گری دار و گیر میں سپر گری ایک یہودی (موسائی) کافر لعین سے اٹھا کے لے گیا۔ بیاد میں اپنی جا کے چھپ رہا شیر خدا نے غصے میں خندق پھاند کے ہاتھ بڑھایا حلقہ در پکڑ کے ایسا ہلایا کہ سارا قلعہ زلزلے میں آیا وہ در وہ تھا جسے چالیس آدمی بند اور بند کرتے اور ویسا ہی اٹھا کے مشکل سے کھولتے۔ ید اللہ نے پٹ کو اکھاڑ کے بجائے ڈھال قبضے میں لیا حملہ زور سے حملہ فوج عدو کو میدان وغا سے بھگا دیا خندق میں کود کے اس پہاڑی کواڑ کو عرض پل اونچا کیا تا کہ لشکر اسلام اس پر سے گزر کے حصار میں داخل ہوا۔ (انوار ہاشم جلد اول صفحہ ۲۷)

١٢٣۔ علی کی سخاوت: سخاوت اور ہمت عالی شاہ مرد معبود کی وہ تھی کہ امید سائل معدن جود نے ہمیشہ پوری کی جس چیز کا کوئی طالب آیا ابن ابی طالب سے فوراً دی پایا روایت ہے کہ کسی لڑائی میں ایک

مشرک نے تلوار کو ہاتھ اٹھا حضرت۔ جو سنا نے شمشیر کو اس کے روبرو پھینکا زیادہ متحیر ہو کے بولا اے صاحب ذوالفقار تیغ عطا ایسے ہنگامہ کارزار میں اپنی سیف کو تم نے مجھے دیا۔ مقابلہ دشمن میں ہتھیار بخشنے کا نام کسی نے نہیں لیا شاہ بندہ نواز نے کہا جب تو نے مدلل بہانا مانگا تو میرے کرم سے بعید تھا کہ تیرے سوال کو پورا نہ کرتا وہ کافر روز کے قدم عرش فرسا پر گرا صدق دل سے مسلمان ہو کے ساتھ ہو لیا۔ (مدینہ علم جلد دوم صفحہ ۱۴۰)

۱۲۴۔ علی کی انگوٹھی: علمائے فریقین نے حکایت عطائے انگشتری کی سند سے کہی جو مسجد میں درمیان نماز سائل کو دی اس کی قیمت خراج ملک شام کے برابر کہ چار شتر وار سونا اور چھ سو شتر وار چاندی مقرر تھی عوض میں خدا نے یہ آیت بشارت بھیجی۔ جزو قرآن میں ثنائے حضرت شان رحمت سے لکھی۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۔ (مدینہ علم جلد دوم صفحہ ۱۴۳)

۱۲۵۔ علی شہد کے بدلے حسین کو مارنے پر آمادہ ہوئے: عدالت اور نصفت میں حق رسائی پر اس درجہ مصروف ہر بشر تھے ہنگام خلافت میں شاہ و گدا کے ناظر و یکساں امر حق پر تھے اجرائے احکام الٰہی میں خویش و بیگانہ کو برابر سمجھتے رؤسائے ظلام کو تعدی مظلوم سے خوف و خطر میں رکھتے۔ معاملہ چراغ بجھانے کا ملاقات پر طلحہ اور زبیر کی سب کتابوں میں مذکور۔ اور مقدمہ عقیل ابن ابی طالب اور سلوک حضرت امیر داستانوں میں مشہور نقل ہے کہ دفعہ بلاد یمن سے چند مشکیں شہد بحری محسوب دین کے پاس آئیں مولا نے وہ سب امانت سربستہ قنبر کو سپرد فرمائیں اتفاقاً امام حسین کے پاس ایک مہمان آیا حضرت نے طعام ضیافت سے گھر میں کچھ موجود نہ پایا۔ ناچار کسی ایک درہم قرض کے بازار سے اس کی روٹی خرید لی قنبر سے کہا میرے حصے میں ایک رطل شہد مشک سے نکالو۔ تا خورش مہمان کے واسطے مجھے ضرورت وہ ہنگام تقسیم اس کو مجرا لینا بلکہ والد بزرگوار سے عرض کر دینا قنبر نے حسب ارشاد سید الشہدا بجا لایا۔ سرور نو وارد نے کھایا پیا مراجعت کو قدم بڑھایا جب شاہ ولایت نے مشکیں طلب فرما کے دیکھا تو دیکھا شاید اس میں کسی نے کچھ تصرف کیا۔ غلام نے حضرت مولا میں کیفیت عرض کی اس جناب کو حالت غضب طاری ہوئی آدمی امام حسین کی طلب کو متواتر بھیجے بارگاہ خدمت میں اپنے پدر کے پہنچے حجت اللہ نے تازیانہ اٹھایا فرزند جگر بند کے مارنے کو ہاتھ بڑھایا۔ سبط

مصطفےٰ نے قسم دی کہ اے بابا مجھے نہ مارو عم گرامی جعفر طیار کے واسطے معاف کرو۔ ید اللہ نے ضرب دست کو روک لیا اور چشم سید البشر سے یوں کہا۔ اے جان پدر کیا سبب ہے تمہارے صبر و تحمل کو بدلوایا جو تم نے شہد سب مسلمان سے پہلے نکلوایا مظلوم کربلا بولے آہ یا بابا حصہ اس میں نہ تھا ولی آللہ نے تسلی پسر میں کہا۔ ہر چند تم اپنے حق میں خود سرفرازی ہو لیکن اہل اسلام سے مقدم نہیں چاہئے دست اندازی کرو۔ پھر ایک درہم دیکر قنبر کو فرمایا جاکے بازار سے شہد خرید جب وہ سامنے لایا تو شاہ دین نے دست حق پرست سے مشک میں بھرا روتے جاتے کہ حسین کو معاف کرتا اے آللہ ۔(انوار ماتم جلد اول ۱۲۹،۱۳۰)

۱۲۶۔ حضرت علی کی دو ہزار رکعت نماز اور نماز میں گمان موت ہونا:

وہ عبادت میں سرگرمی تھی کہ دن رات میں یاد الٰہی سے کبھی فرصت نہ تھی محدثین فریقین کا لکھا ہے جو روات ثقہ نے کہا ہے۔ ہر شب منزل علی ابن ابی طالب سے ہزار تکبیر کی آواز آتی کہ ہر ایک سے دو رکعت نماز تو افل پڑھی جاتی ابو درداء نقل ہے رات کو نخلستان مدینہ سے میں گزرا صدائے مناجات حسن کے تلاش میں ہر طرف پھرا حضرت ابو تراب کو خاک پر مشغول نماز دیکھا ذکر آللہ میں رقت زدہ سر کو سجدہ میں رکھا تقدیس اور تہلیل اور تسبیح سے گویا ہوتے۔ عشق الٰہی بے خود روتے ناگاہ اس ہمدم راز و نیاز کی آواز بند پائی۔ جب دیر تک نالہ یا اللہ کی صوت نہ آئی تو میں نے مضطر جاکے پکارا کچھ جناب سے جواب نہ ملا بے تابانہ وہ کے نزدیک تر گیا سجدے میں سر جھکائے نظر آئی دیا۔ ہر چند بازو کو ید اللہ کے ہلایا مگر صورت سے حق مردہ قالب بیجان کا حکم لگایا۔ میں روتا ہوا شہر کے اندر پہنچا۔ فاطمہ کے دروازہ پر پکارا۔ بتول سے کہا اے طاہرہ خیر الوریٰ خبر لو کہ علی مرتضیٰ نے انتقال کیا تھا تو ان مخدرہ نے پوچھا تو نے کیونکر جانا میں نے عرض کی اس رات کو میان باغ مدینہ گزرا وہاں امام ہدیٰ کو ایسی کیفیت میں چھوڑا صدیقہ کبریٰ مضطر ہوئیں۔ جواب میں تسکین کو بولیں اے ابو درداء عبادت رب علا میں ہر شب وصی مصطفیٰ کا ایسا حال ہوتا ہے جو دنیا سے گزرنے مرنے کا خیال ان پر جاتا ہے۔(انوار ماتم جلد اول ۱۲۹)

۱۲۷۔ روزے میں بھوکے رہے دوسرے دن بھوک میں روزہ رکھا تیسرے دن بھی:

نقل معتبر ہے کہ ایک مرتبہ حسنین کو عارضہ بیماری لاحق ہوا والدین نے اور سارے گھر نے بعد صحت ادائے نذر کا روزہ رکھا۔ شام کو افطار کے لئے ہر ایک نے قرص نان جو پائی

جب ارادہ کھانے کا ہوا تو فقیر سائل کی آواز کان میں آئی۔ معدن جود وسخا علی مرتضیٰ نے اپنا حصہ پہلے
اس کو حوالہ کیا، پھر فاطمہ و حسنین اور فضہ خادمہ مولا نے بھی اپنی روٹی کو اٹھا دیا فقط پانی پی کے دوسرے
دن کا روزہ رکھا۔ فقر و فاقہ میں لمحات طاعت اور مائدہ صبر و قناعت کا مزہ چکھا۔ اس روز بھی جب گاہ شام
ہوئی ایک ایک روٹی جو کی سب کو ملی۔ پھر سائل نے دروازہ کرم پر دست طلب نکالا۔ سرور اتقیا نے اپنا
حصہ اس کے دامن امید میں ڈالا۔ سب گھر کے لوگ ویسا ہی عمل میں لائے۔ پانی سے افطار کر کے دل
بہلائے۔ تیسرے دن پھر وہی صورت معنی امتحان کی پیش ہوئی۔ کھانا اور پر شاہ اولیا کے آیا الجوع پکارا۔
روٹی اس کو ملی ان بزرگواروں نے تین روز سے پے در پے رکھے۔ اور اپنا کھانا بھوکے فقیر کو بخشا پانی پی
لئے تے رہے۔ حق تعالیٰ نے اس طاعت کی شان میں سورہ ہل اتے کا نزول فرمایا۔ منزل تحریف میں
بسم اللہ امامت کی جزو قرآن لکھوایا۔ ([illegible])

۱۲۸۔ حضرت علی کی شہادت کا بیان حضرت علی نے جان بوجھ کر اپنے کو قتل کرایا:

راکعان سجادہ تسلیم و رضا، ساجدان محراب تیغ قدر و قضا، عاکفان صومعہ عرفان محبت
شہیدان معرکہ امتحان محنت، سر نہادگان وعدہ قرب وصال، و مہمانان خوان الم و ملال یکر مضمون
خونچکاں یگم بیان حسرت نشان بہ بیت الاحزان سامعہ میں پہنچاتے یوں شور مچاتے ہیں کہ جب زمانہ
بے پدری حسنین کا آیا اور دست روزگار نے دربدری زینب و ام کلثوم کا ہنگام پایا عباس و عون و جعفر کی
یتیمی نے صورت غم دکھائی اسلام کے تباہی ہوا لیے مصیبت فراہم آئی شب قدر کو امیر المومنین کا وعدہ
وصال قرار پایا روز لقائے محبوب کو قدم سر سے جانے کا اشتہار کیا انیسویں رات ماہ رمضان کی شوق
بے تابی میں گزری ہر دم مناجات اور عبادت سے اندر باہر جاتے آتے بسر ہوئی قال انہ بات فی
المسجد ومعہ رجلان احدھما شبیب بن بجرۃ والآخر وردان بن مجالد یسا
عدانہ علی قتل علی علیہ السلام ۔ راوی کہتا ہے عبد الرحمن ابن ملجم ہر گاہ عشق قطامہ بنت
اخضر تمیمی کا جلا ہوا زہر سے بجھائی تلوار لے مسجد میں آ کے زمرہ عاکفین میں سو رہا اس کے ساتھ دو
شقی شبیب بن بجرہ اور وردان ابن مجالد بھی مددگار آئے ہر ایک نے مانند قضا خوابیدہ جانے کمین میں
بستر جفا آزار بچھائے۔ فلما اذن ونزل من المأذنۃ جعل یسبح اللہ ویقدسہ ویکبر ۔

ومن الصلوٰة علی النبی پس امام کبار نے عرش منار پر جا کے اذان صبح دی۔ اُس آواز سے کہ
سارے شہر کوفہ میں گوش مرد و زن کو پہنچی وہاں سے اترے تو بہت تسبیح اور تقدیس الٰہی ادا کی۔ راہ محراب
عبادت لی۔ صلوات اور تحیات تام کی پر پہنچے۔ وکان من کرم اخلاقہ یتفقد النائمین فی
المسجد ویقول الصلوٰة یرحمک الصلوٰة راوی کہتا ہے ہمیشہ نظر امر معروف خلق رہا امیر
المومنین کی عادت کرم اور صفت خلق سے تھا سوتوں کو مسجد کے مہربانی سے جگاتے۔ رحمت آللہ بھیج
کے یاد نماز دلاتے فعل ذلک کما کان یفعله علی جاری عادته مع النائمین فی
المسجد حتی اذا بلغ الی الملعون فراه نائما علی وجهه . بدستور سابق نصرت کان مسجد کو
اٹھایا قطب امامت ہر طرف گردش بجالایا تا کہ بالین پر ابن ملجم کے آئے اسے اوندھا سوتا دیکھا تو
لب ارشاد ہلائے قال له یا هذا قم من نومک هذا فانها نومة اهل النار بولے اے مرد اٹھ
نماز کو یہ سونا تیرا خواب شیطان ہے۔ یوں اُلٹا نہ لیٹا کر کہ طریقہ اہل نیران ہے۔ فقال فتحرک
الملعون کانه یرید ان یقوم وهو من مکانه لا یبرح وہ مردود کروٹ لے کے جنبش میں آیا۔
گویا کھڑا ہوا چاہتا تھا لیکن کر کے وہیں پڑا رہا۔ فقال له امیر المومنین لقد هممت بشیء
تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هداً ولو شئت
لانباتک بما تحت ثیابک مظہر العجائب نے اس کو سنایا وائے اوپر تیرے جو ارادہ سے قدم
بڑھایا۔ اس صدمہ سے آسمان اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ پہاڑوں کو زلزلہ ہو کے گرائے؛ اگر
چاہے تو بتادوں کہ زیر دامن کیا بلا لایا ہے اور تجھے آگاہ کروں کس واسطے یہاں آیا اسکو چھپایا ہے ثم
ترک و عدل عنه الی محرابه قام قایماً یصلی و کان یطیل الرکوع والسجود فی
الصلوٰة کعادته والفرایض والنوافل حاضر القلب. پس باندرحمت الٰہی اس کی طرف سے منہ
پھیرلیا۔ قدم بڑھا کے پیشتر چلے محراب عبادت میں قیام کیا نماز خالق پڑھنے کو کھڑے ہوئے حسب
عادت رکوع و سجود طولانی کرتے رہے فلما احس به فنهض الملعون مسرعاً واقبل یمشی
حتی وقف بازاء لا سطوانة التی کان الامام یصلی علیها۔ ابن ملجم مرادی نے جب یہ
موقع مراد پایا جلدی سے مثال شیطان مجسم جانب خلیفہ رحمان آیا اُس ستون کے پیچھے جا کے اوٹ

میں کمین کی ٹکی پر امام بحرو بر نے نیت نماز باندھی تھی۔ فامهله حتى الركعة الاولى وركع وسجدا السجدة الاولى منها ورفع راسه ظالم پر جفا نے اتنی مہلت دی کہ جب بے نیاز نے ایک رکعت پہلی تمام کی سجدہ اول سے سر انور اٹھایا اور دوسرے کا قصد فرمایا فعمد ذلک اخذ السيف وهزه ثم ضربه على راسه المكرم الشريف فوقعت الضربة على الضربة التي ضربه عمرو بن عبدود العامري اس دم چپکے سے تیغ زہرآبدار نکالی ہاتھ میں تول کے سر اقدس مکرم پر ضربت ذ حال تھا وقدرے بازو وہاں پڑی جہاں عمرو بن عبدود کی سیف لگی تھی۔ ثم احلت الضربة الى مفرق راسه الى موضع السجود یعنی دوڑ کے دست جفا سے وار کو تان کے ایسا کھینچا کہ دم الماس شمشیر نے فرق سے پیشانی تک دو پارہ کیا فلما احس الامام بالضرب لم يتاوه وصبروا حتسب و وقع على وجهه وليس عنده احد قائلا بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله ۔ ہرگاہ وہ زخم کا صدمہ جانکاہ ولیت پناہ کو پہنچا آہ تک نہ کی تحمل و صبر میں دل مضبوط رکھا۔ سر انور سے کہ چشمہ سار فضل و کرم تھا خون مانند فوارہ کے ابلا رکن ایمان قبلہ کی طرف یہ کہتے ہوئے جھکے جانماز پر شاہ اولیا منہ کے بل گرے بالین مبارک پر کوئی نہ تھا جو سرگذشت محنت کیش سامنے کچھ نظر نہ آیا کہ اور پر تکیہ لگائے رہیں جب گردن سرور بار شہادت سے جانب کعبہ خم ہوئی۔ بسم الله۔ وبالله وعلى ملت رسول الله یہ عبارت پڑھی ثم صاح وقال قتلني ابن ملجم ورب الكعبة ايها الناس لا يفتكم ابن ملجم پھر فرمایا قسم خانہ کعبہ کی کہ ابن ملجم نے مجھے مارا اے حاضرین تمہارے ہاتھ سے جانے نہ پائے قاتل ہمارا۔ وسار السم في راسه وبدنه وهو في محرابه يشد الضربة ويأخذ التراب ويضعه عليها۔ اثر زہر سارے بدن میں سرایت کر گیا سرتا قدم اعضا کی طاقت نے جواب دیا محراب میں امام رہنما زخم کو ہاتھ سے سنبھالتے لہو بند کرنے کو مشت خاک اٹھا کے سر کے اوپر ڈالتے تھے متمثلا قوله تعالى منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى۔ اس آیت اور کلام اللہ ناطق نے شان نزول پایا کو عمل سر پر لیا۔ اور صورت صبر و رضا میں اس آیت کو تلاوت کیا ثم قال عليه السلام هذا ما امر الله وصدق رسول الله پھر فرمایا تھا وقت رحلت الٰہی کا آ گیا اور جو رسول اللہ نے وعدہ کیا تھا پورا پایا۔ ثم انه ضربه

المسلمون ارتجت الارض وماجت البحار وسماوات وصطفقت ابواب الجامع یعنی جب اس بے دین کی تلوار چل چکی تھی زمین کانپ گئی اور مچل گئی تھی دریاؤں کو موج اور جوش وخروش سے تلاطم ہوا ساتوں فلک تھرائے انقلاب اعظم ہوا دروازے مسجد کے باہم ٹکرائے دنیا اور مافیہا کے لوگ گھبرائے۔ فلما سمع الناس الضجة سار اليه كل من كان في المسجد ثم احاطوا بامير المومنين خلائق نے جو آواز جانگداز سنی تو حاضرین مسجد دوڑے ہوئے پہنچے چاروں طرف امیر المومنین کے ہجوم آور ہوئے وصاروا يدورون ولا يدرون اين يذهبون من شدة البكاء والدهشة لوگ سب گھبرائے ہوئے ادھر ادھر ناچتے پھرتے کثرت رقت اور دہشت میں اوپر تلے گرتے۔ وهو يشد راسه بمئزرة والدم يجري على وجهه ولحيته وقد خضبت بدمائه دیکھا اس جناب نے فرق فرقد سا قصائی سے محکم باندھا ہے خون کا جوش نہیں ٹھہرتا منہ پر اور محاسن مبارک سے بجتا ہے جتنا پونچھتے ہیں پھر قطرہ قطرہ مانند گل پیکانی کے ٹپکتا ہے ریش مقدس کو خضاب کیا زمین پر ٹپکتا ہے۔

([illegible])

۱۲۸۔ شہادت علیؑ پر ملائکہ کی دعاء رفع خوف لوگوں کی بے تابی جبرئیل کی آہ وزاری حضرت علیؑ کے بچوں کا رونا پیٹنا:

وضجت الملائكة في السماء بالدعاء وهبت ريح عاصف سوداء مظلمة راوی کہتا ہے ملائکہ نے عالم افلاک میں دعائے رفع خوف مانگی ہوائے تیرہ وتاریک تابرہ گرد بھری چلی و نادی۔ جبرئيل بين السماء والارض بصوت يسمعه كل مستيقظ تهدمت والله اركان الهدى وانطمست والله نجوم السماء واعلام التقى وانفصمت والله العروة الوثقى جبرئیل نے درمیان زمین وآسمان ایسی فریاد وزاری کی جو ہر ایک جاگتے اور سوتے نے وہ بے قراری سنی۔ واللہ ارکان ہدایت اس دم ٹوٹے اور نشان تقوے اور پرہیزگاری ہاتھ سے چھوٹے ستارے فلک دین اور اسلام کے چھپے محکم رشتہ ایمان ٹوٹ کے نابود ہوئے قتل ابن عم المصطفى قتل الوصي المجتبى قتل علي المرتضى قتله شقي الاشقياء ابن عم محمد مصطفى اور وصی خیر الوریٰ کو اس دم شہید کیا علی مرتضیٰ کو شقی ترین اشقیائے نماز میں مار دیا۔ فلما سمعت ام كلثوم نعي جبرئيل فلطمت

علی وجهها وخدها وشقت جیبها وصاعت واتباه واعلیاه وامحمداه . راوی کہتا ہے جس دم سے جناب امیر مسجد میں تشریف لائے تھے ام کلثوم اور زینب خاتون کے دل میں سو طرح کے وسوسے آتے تھے گھر کے اندر داور گھن میں مضطرب ہوتی پھرتیں رات کی باتیں بے قراری اور یاس پدری باہم کرتیں ناگہ صدائے نوحہ جبرئیل آسمان وزمین کے درمیان سے آئی کہ سید اولیا نے ایک شقی کے ہاتھ سے ضربت کھائی ام کلثوم نے یہ کلام سن کے بیتابانہ جوش حسرت میں رو دیا رخ پر طمانچے مار کے منہ اور سر اپنا پیٹ لیا گریبان پھاڑ ڈالا اپنا تغیر بنایا ہائے بابا و اعلیاہ و احمد کہہ کے شور مچایا۔ ثم اقبلت الی اخویها الحسن والحسین فایقظتهما وقالت لهما لقد قتل ابو کما اپنے دونوں بھائی حسنین کو پاس پر جا کے خواب سے اٹھایا کہا دوڑ و جلدی خبر لو ہمارے تمہارے والد کو مار ڈالا۔ وا حسرتا او لا دعلی سب یتیم وا بے پدر ہوئے اب زمانے میں بے وارث اور در بدر ہیں فقاما یبکیان فقال لها الحسن لها اختاه کفی عن البکاء حتی تعرف صحة الخبر کیلا تشمت الاعداء حسنین روتے ہوئے بستر سے اٹھے حسا شور شین میں ولا سا دے کے بولے اے بہن زارزاری کو قیام او تا کر خبر صحیح ہم کو حقیقت سے دریافت ہو اعدا بے قراری پر طعنہ دیں بے جز اری سے شماتت نہ کریں۔ بابا کے پاس ہم جاتے ہیں جو حال گذرا ہے وہ دیکھ آتے ہیں۔ فخرجا فاذا الناس ینوحون وینادون واماماه وامیر المومنین قتل واللّٰه امام عابد لم یسجد لصنم قط کان اشبه الناس برسول اللّٰه بس شتاب اور پریشان دوبے تاب طرف مسجد قدم بڑھائے۔ رہ میں لوگ سراسیمہ اور گریاں پائے فریاد و زاری شیون اور نوحہ کرتے۔ وا علیا ہائے آفاق زاری سے کہتے ہیں دریغا ایسے عابد امام کو قتل کا آزار دیا جس نے کبھی سجدہ اصنام ایک بار نہ کیا۔ رسول اللّٰہ کا شبیہ بے مثال تھا خلق زمانہ میں نیکی سے مالا مال تھا۔ فلما سمع الحسن والحسین صرخات الناس نادیا وابتاه واعلیاه لیت الموت اعدمنا الحیات۔ جب بین اور شور وشین حسنین نے سنی شدت غم سے بے چین ہوئے الم درد میں سر دھنے بے اختیار بولے کاش اس وقت موت نے ہمیں فنا کیا ہوتا جوش رقت میں ایسا نالہ واعلیا اور صد ہائے بابا کا دم نکلا ہوتا فلما وصلا الجامع ودخلاه وجد اباجعدة بن هبيرة ومعه جماعة من

النسا وهم يجتهدون ان يقيموا الامام في المحراب ليصلي بالناس و امير المومنين يصلي ايماءً من جلوس ۔ ہرگاہ مسجد میں اندر پہنچے شاہ اولیا کو دیکھا خون میں ڈوبے پڑے ہیں۔ چار طرف مجمع روتے پیٹتے اس جناب پہنچے اس جناب کو گھیرے کھڑے ہیں، پا جعدہ اور بعض لوگ چاہتے ہیں امام ابا مر کو اٹھائیں پیشوائے عابد صحابہ کو نماز پڑھائیں، خون کے بہت بہہ جانے سے ضعف میں روبمحراب گرتے ہیں بیٹھے ہوئے ایما اور اشاروں میں دوگانہ ادا کرتے ہیں۔ وهو يمسح الدم عن وجهه و كريمته الشريف يميل تارة ويسكن اخرى ہر بار جبین چہرہ مبارک سے لہو پونچھتے ہیں، گر رہتا مکا ڈلپا کبھی ٹھہرتا کا ہے جھک جاتے پھر سنبھلتے ہیں فاخذ الحسن رأسه في حجره فوجده لا مغشيا عليه فعند ذلك بكا بكاء شديدا وجعل يقبل وجه ابيه وما بين عينيه و موضع سجوده پس امام حسن نے اپنے پدر کے سر کو آغوش میں لیا اور دیکھا تو صدمہ زخم سے اس حضرت کو غش میں پایا اس حالت میں سید نبی یا حسن پر حیدر کے بہت روتے والد کے لہو بھری رخسار اور پیشانی درمیان چشم پر بوسے لیتے۔ فسقط من دموعه قطرات على وجه ابيه امير المومنين ففتح عينيه فراه باكيا۔ ناگاہ سرشک دیدہ امام حسن جو نکلے روتے پدر پر ٹپکے۔ سید اوصیات علت بے ہوشی سے چونکے دیدہ حسرت کو نور آنکہ نے کھولا حسن مجتبے کو اشکبار دیکھا فقال يابني يا حسن ماهذا البكاء يابني لاروع ابيك بعد اليوم فرمایا اے بیٹا یا حسن کیوں اشکبار روتے ہو غش اور حسرت میں جان اپنی کھوتے ہو۔ آج کے بعد تمہارے پدر کو اور اذیت نہ ملے گی، زحمت دنیا سے فرصت پائی اب راحت رہے گی هذا جدك محمد المصطفى وخديجة الكبرى وفاطمة الزهراء والحور العين محدقون منتظرون قدوم ابيك فطب نفسا وقر عينا واكفف عن البكاء ۔ اس دم تیرے نانا محمد مصطفے نانی خدیجۃ الکبریٰ فاطمہ زہرا ساتھ حوران جنت کے حاضر ہیں اور اپنے پاس ورود مقدم کے بہت منتظر ہیں پس آنکھوں کو روشن اور دل ٹھنڈا رکھو صفا کدو اور مصیبت رونے سے چپ رہو۔ فان الملائكة قد ارتفعت اصواتهم الى السماء تمہاری نالہ و فغاں جو ملائکہ سنتے ہیں تو صومعات سے درمیان زمین و آسمان آوازشیوں بلند کرتے ہیں۔

۱۳۰۔ حضرت علی نے حسن اور حسین کو ان کے آئندہ قتل ہونے کی خبر دی

یا بنی الجزع علی ابیک وغدا تقتل بعدی مسموما مظلوما ویقتل اخوک بالسیف هکذا (یعنی) جان پدر آج کے دن تم بابا کے صدمہ مصیبت سے روتے ہو اور اپنے اوپر جو آفت کا سامنا ہے غافل ہوتے ہو یا حسن کل زہر جفا سے تم کو مظلوم شہید کریں گے تمہارے بھائی حسین کا تیغ سے گلا کاٹ کے نیزہ پر سر چڑھائے پھریں گے وتلحقان بجدکما وابیکما وامکما افسوس کہ دونوں باجگر صد پارہ اور تن خون آلودہ ہو کے اس حالت سے جنت میں جد و پدر و مادر کی ملاقات کرو گے فقال له الحسن یا ابتاه ما تعرفنا من قتلک و من فعل بک هذا قال قتلنی ابن الیهودیة عبدالرحمن ابن ملجم المرادی (یعنی) امام حسن پرساں ہوئے اے بابا نہیں فرماتے کہ تمہیں کس نے مارا بولے عبدالرحمن ابن ملجم شرارت سے۔ اس کی تیغ جفا سے یہ اتفاق شہادت ہے۔ فقط۔ (ابرار ماتم صفحہ ۱۳۹)

کہانیاں ختم ہو گئیں ایک علمی اور مذہبی کتاب میں اسی قدر افسانہ کا حصہ کافی سمجھا گیا۔ ورنہ صرف حضرت علی کی ہی نسبت جس قدر کہانیاں بنائی گئی ہیں۔ اگر ان سب کو جمع کر لیا جائے تو کم سے کم نصف بوستان خیال کے برابر ان کے طومار کی ضخامت ہو جائے اگر توجہ سے کہانیوں کو پڑھ کے اس گہرائی تک پہنچ گئے کہ جس مذہب کا مدار ان بے سروپا افسانوں پر ہو وہ مذہب کہانیوں کا مذہب ہے نہ واقعات کا تو یقیناً آپ کو کامیابی ہو جائے گی اور آپ کی محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔ آپ ان کہانیوں کو پڑھتے وقت بالکل آزاد بن جائیں اور مذہبی عقائد کا مطلق پاس و خیال نہ کریں اور پھر آپ انصاف سے سوچیں کہ جب کہانیوں کے مذہب والوں نے آنکھیں بند کر کے مشرقی افسانہ نویسی کی پوری داد دی اور خیال آفرینوں کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو پھر ان اصحاب کے لئے یہ کونسی بڑی بات ہے کہ وہ حضرت امام حسین کی شہادت کی کہانیاں نہ گھڑ لیتے۔ اب رہی یہ بات کہ شہادت حسین کا تذکرہ دوسرے مذاہب یا مذہب حق کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنی علماء محدثین نے بعض اوقات شیعی راویوں سے بھی روایتیں نقل کرنے میں تامل نہیں کیا اور اسے جائز قرار دے دیا گیا اگر سلسلہ روایت منقطع نہ ہوتا ہو تو شیعی راوی کی روایت لے لینی کچھ مضائقہ نہیں۔ بظاہر

علماء محدثین کا یہ اصول کچھ ایسا قابل اعتراض نہ تھا مگر اس کے خوفناک نتیجہ پر علماء کی مطلق نظر نہیں گئی کہ آئندہ جاکے یہ خوفناک اصول کیا رنگ لائے گا چنانچہ یہ رنگ لایا اور خوب لایا۔ جنگ جمل اور صفین کے فسانے گھڑے گئے اور پھر جنگ کربلا کا ایک ڈرامہ بنایا گیا اور جب سلطنت بنی فاطمہ مصر میں قائم ہوئی تو ان تمام فسانوں اور قصوں نے ایک مستقل واقعات کی صورت اختیار کر لی اور جو مصنف بعد میں پیدا ہوئے انہوں نے بلا انتقاد واقعات ان افسانوں کو اپنی کتابوں میں درج کر لیا۔ اور ان کے بعد سب تاریخ نویس بے وقوف بھیڑوں کی طرح ایک ہی گڑھے میں گرتے چلے گئے الغرض جس طرح عنقا اور ہما کے فرضی ناموں نے مشرقیوں کے ذہن و خیال میں اصلی صورت پیدا کر لی اسی طرح جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ کربلا کے قصوں نے ایک مستقل صورت واقعات حاصل کر لی انا للہ و انا الیہ راجعون اس کی مفصل بحث آگے حضرت امام حسین کے واقعات زندگی میں آئیں گی یہاں تو صرف ان کہانیوں کے متعلق چند الفاظ کہنے ہیں۔ جو شخص گزشتہ کہانیوں کو غور سے پڑھ چکا ہے اسے یہ لامحالہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ ان کہانیوں پر رد و قدح کی مطلق ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب معمولی عقل و فراست اور لیاقت کا شخص بھی ان کہانیوں کو پڑھے گا تو ان کی لغویت کی فوراً شہادت دے دے گا اس کے علاوہ یہ بات اور زیادہ تماشہ کی ہے کہ یہ کہانیاں خود اپنے جھوٹا ہونے کی آپ گواہ ہیں مگر سب سے بڑا نکتہ جو ان کہانیوں سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی کی امامت چونکہ خطرے میں پڑی ہوئی ہے اس لئے ہر کہانی سے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ حضرت علی امام تھے۔ کہیں کبوتروں سے شہادت دلوائی ہیں کہیں بھیڑیوں سے کہیں جنوں سے کہیں ملائکہ سے کہیں مچھلیوں سے مگر انسانی شہادت کا آپ کی ولایت اور خلافت پر پتہ نہیں ملے گا۔ اگر ایک بھیڑیے نے حضرت علی سے یہ کہہ دیا کہ آپ خلیفہ برحق اور وصی رسول اللہ ہیں تو اس سے حضرت علی بھلا کیونکر خلیفہ اور وصی ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ حضرت علی انسان کو چھوڑ درندوں، چرندوں، اور پرندوں کے خلیفہ بنیں پھر بتائے کہ ان لایعقل اور بے روح اجسام کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کہانیوں میں ایک بات اور بھی غور طلب ہے وہ یہ کہ خود شیعان علی بقول ان فسانہ نویسوں کے حضرت علی کو بھیڑیوں، کبوتروں، مچھلیوں اور اونٹنیوں سے باتیں کرتا ہوا دیکھتے تھے مگر پھر بھی اپنے وصی

اور امام کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ حضرت علی نے جیسا کہ ان کہانیوں میں مذکور ہے پتھروں میں سے سرخ اونٹوں کی قطاریں نکال دیں جن کے کوہان کو البرز کو مات کرتے تھے سانپوں سے باتیں کرلیں زمین کے چھپے ہوئے خزانے پیدا کر دیے۔ سنگلاخ چٹانوں پر ہرے بھرے باغات لگا دیے مگر پھر بھی شیعان علی کی سنگدلی بے اعتقادی اور دشمنی کی حد ہے کہ وہ حضرت علی کو دھوکے باز جھوٹا اور جادو ٹونے کرنے والا جانتے تھے اور ان معجزوں کو دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے یہ نہیں کہا علی تم بڑے صاحب کرامت ہو تیسری بات ان کہانیوں کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوئی کہ ان کا مصنف ہرگز ہرگز حضرت علی کا دوست نہیں ہے۔ ہر کہانی بے ہودہ بے تکی اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ مبالغے کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ہر جگہ حضرت علی کو ایک مداری یا تماشہ دکھانے والا بنایا گیا ہے دوسرے خود ان کے معتقدوں سے باوجود ان تماشوں کے بھی آپ کی توہین کرائی گئی ہے۔ مگر ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ بحار الانوار جیسی کتاب کے مصنف کو دشمن علی یا ناصبی اور خارجی قرار دیں کیونکہ شیعی نقطہ خیال سے یہ کتاب بیاض عثمانی (بقول شیعہ) یعنی قرآن مجید سے افضل ہے اور اسے شیعی اصحاب اپنی پاک مجالس میں پڑھتے اور اسی سے مومنین کو رلواتے ہیں۔ مومنین کی جان اس کتاب پر جاتی ہے اور اس کتاب کا مصنف مومنین کا سب سے بڑا قبلہ و کعبہ تصور ہوتا ہے آقا۔ معلوم یہ کیا راز ہے کس طرح شیعان علی خود حضرت علی کی زندگی میں آپ کے جانی دشمن تھے اور آپ کی نافرمانی کر کے آپ کو آٹھ آٹھ آنسو رلوایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو قتل کرا دیا اسی طرح آج یہ عالم ہے کہ وہ لوگ جو اپنے کو شیعان علی کہتے ہیں لگی بات یہ ہے کہ حضرت علی اور آپ کے اہل بیت کی توہین کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ اور پھر نہایت دلیری سے اپنے کو محب علی اور محب اہل بیت علی کہنے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے۔

حضرت امام حسین کی شہادت کے فسانے پر اگر قناعت کی جاتی تب بھی اتنا مضائقہ نہ تھا وہاں تو غضب یہ کیا گیا ہے کہ ادھر نہایت بے بسی کی حالت میں حضور انور رسول اللہ کے پیارے نواسے یعنی حضرت امام حسین کو کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر شامیوں کے ہاتھ سے ذبح کرایا گیا اور ادھر ان کے اہل بیت کی چادریں گھسوائی گئیں۔ برہنہ اونٹ پر سوار کرایا گیا اور معصوم بچیوں کے رخساروں پر شامی سپاہیوں کے ہاتھوں سے تھپڑ لگوائے گئے ہم اپنے یقین اور ایمان کی بناء پر آقا وند قدوس کو

حاضر و ناظر سمجھ کے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ شامی سپاہیوں کے ہاتھ سے ہرگز ہرگز حضرت امام حسین کے اہل بیت کی کسی قسم کی توہین نہیں ہوئی واقعات سے قطعی ہیں کتابیں موجود ہیں جو ان غلط فسانوں اور بے ہودہ کہانیوں کی برابر تردید کر رہی ہیں ابو مخنف لوط کا اللہ بھلا کرے کہ سب سے پہلے اس نے شہادت کا غلط فسانہ لکھ کے اسلامی دنیا کو جہالت کے اندھے گڑھے میں دھکیل دیا جن کتابوں میں کہ شہادت حسین کا فسانہ اور اہل بیت حسین کی ذلت اور توہین کی روایتیں درج کی گئی ہیں انہیں کتابوں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یزدجرد کی بیٹی شہر بانو نے جب میدان کربلا کا رنگ اپنے شوہر امام حسین کے خلاف دیکھا تو ان سے یہ التجا کی کہ میرے لئے آپ کیا انتظام کرتے ہیں کیونکہ میں ایرانی النسل ہوں اور آپ کے اہل بیت کی سب خاتونیں عربی النسل ہیں یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ آپ کے قتل ہو چکنے بعد شامی ان کے احترام. ان کے اعزاز ان کی عزت قائم رکھنے میں کچھ بھی فروگذاشت کریں گے مگر میرے ساتھ آپ کے بعد ان سے ہرگز ایسے برتاؤ کی توقع نہیں ہے جس سے میرا احترام قائم رہے اس سے حضرت امام حسین نے مطلقاً انکار نہیں کیا بلکہ فسانہ نویسوں کی روایتوں کے بموجب انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کر کے میدان جنگ سے رخصت کر دیا۔

حضرت بی بی سکینہ جو نہایت عالی دماغ روشن ضمیر اور شائستہ خاتون ہیں سوائے یزید کی تعریف کے کوئی بات اس ناپاک برتاؤ پر جو شامیوں کے سر تھوپا گیا ہے ایک حرف نہیں کہتیں اسی طرح حضرت بی بی زینب سے بھی کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس میں انہوں نے اس ذلت اور توہین کا جو شیعی کتب میں بھری پڑی ہیں اعتراف کیا ہو تمام ہندوستان اور ایران کے شیعہ مل کے بھی ان دونوں خواتین اسلام کا ایک قول بھی جو فی الواقع انہیں کا قول ہو ایسا پیش نہیں کر سکتے جس سے یہ معلوم ہو کہ شامی سپاہیوں نے ایسی بیہودہ خلاف تہذیب حرکتیں ان کے ساتھ کی ہوں جب یہ باتیں کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتیں نہ آج تک کسی کو ثابت کرنے کی جرات ہوئی پھر کتنے غضب کی بات ہے کہ ان کی ذلت کی من گھڑت کہانیاں ہر سال بلکہ ہر موقع پر ہزاروں مومنین کے سامنے بر سر منبر بیان کی جائیں اور پھر اس صریح توہین کو اسلام کا اعلیٰ درجے کا رکن قرار دیا جائے نہ صرف رکن بلکہ امام حسین کی محبت پر دال سمجھا جائے ہم نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا کہ حضرت علی کے واقعات زندگی بہت اختصار

کے طور پر کتاب شہادت میں درج کریں گے لہذا ہم اپنے وعدہ کا ایفا کرتے ہیں اور حضرت علی کے واقعات زندگی محققانہ طور پر شروع کرتے ہیں آج تک کوئی مستقل کتاب حضرت علی کے واقعات زندگی پر آزادانہ طور پر نہیں لکھی گئی اگرچہ ہندوستان اور ایران میں بعض مستقل کتابیں حضرت علی کے حالات میں قلمبند کی گئیں ہیں مگر وہ وہی کتابیں ہیں جن میں زیادہ تر اسی قسم کی کہانیاں بھری ہوئیں ہیں جیسی کہانیاں آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں ہم نے سنی اور شیعوں کی بہت سی حدیثیں اور تاریخ سے سچے واقعات آپ کی زندگی کے بہم پہنچائے ہیں اور وہ واقعات وہ ہیں جن سے کوئی شخص ذرا بھی انکار نہیں کرسکتا سنی ہوں یا شیعہ جب وہ اپنے کسی امام یا خلیفہ یا مجتہد کے واقعات زندگی لکھتے ہیں تو ان پر اندھے عقیدے کا ایک ایسا بھوت سوار ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے خوف میں آ کے سچے واقعات کو جس میں ان کے امام کی کمزوریاں ہوتی ہیں بالکل چھپا لیتے ہیں اور اسے انسانیت کے دائرے سے خارج کر کے ایک مافوق انسانی صورت میں قرار دے کے جو کچھ ان کا جی چاہتا ہے اناپ شناپ لکھتے چلے جاتے ہیں آپ قریب قریب جتنی کتابوں کو دیکھیں گے جو خلفاء اور ائمہ مجتہدین وغیرہ کے حالات میں لکھی گئی ہیں ان میں ایسی باتیں کثرت سے پائیں گے جن سے اس شخص کی مافوق انسانی حالت کا صاف مشاہدہ ہوگا بہت سے سنی علماء جن پر شیعی رنگ پورا چڑھ چکا ہے صحابہ کے سچے حالات بیان کرنے یا لکھنے سے منع کرتے ہیں اسی وجہ سے اسلامی دنیا سخت مغالطے میں پڑی ہوئی ہے غضب آللہ کا کہ رسول مقبول ﷺ کے حالات کی تو ایسی ہدیلی کی چندی کی جائے کہ ان کے گھر کی معاشرت نشست و برخاست اپنی ازواج پاک سے گفتگو طرز کلام، معاملات خانہ داری غرض سارے حالات من وعن درج کر دئے جائیں اور اس کا مطلق خیال نہ کیا جائے کہ اس عظیم الشان نبی کے گھریلو حالات اور بیویوں سے تعلقات کا اظہار جس کی پوری صحت ہونا دشوار ہی عامہ خلائق کے آگے پیش کرنا ایک بڑی بے ادبی کی بات ہے مگر صحابہ کے حالات پر ایسا پردہ ڈالا جاتا ہے اور اس کے لئے علماء زمانہ نے ایسے تاکیدی الفاظ نافذ فرمائے ہیں کہ ان کے سچے حالات بیان کرنا اسلام سے خارج ہونے کے مساوی قرار دے دیا ہے۔ مگر آج خوش قسمتی سے زمانے نے ایسے علماء کی حکومت کا جوا ہمارے کندھوں سے اتار دیا ہے اور اب ہم بالکل آزاد ہیں کہ جس خلیفہ یا امام یا مجتہد کی سوانح عمری

تھیں تو اس کے دونوں پہلوؤں کی یعنی کمزور پہلو کو بھی اور قوی پہلو کو بھی یا بالفاظ دیگر تاریک اور روشن پہلو کو آزادی دلی اور ایمانداری کے ساتھ عامہ خلائق کے آگے پیش کر دیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے آپ اللہ کا شکر کیجئے کہ ایسے زمانہ محمود مسعود میں آپ موجود ہیں کہ کئی صدی کا تاریک پردہ آپ کی آنکھوں کے آگے سے اٹھایا جاتا ہے اور آپ اپنے آگے بجائے جہالت کی تاریکی کے معرفت کی روشنی کا چکارا ملاحظہ کریں گے۔ اس کتاب میں حضرت علی کے واقعات زندگی سے کچھ زیادہ وہ بحث کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ بہت سے واقعات کا تعلق جو حضرت علی کی زندگی میں ہوئے حضرت امام حسین کے واقعات زندگی کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے ضرورت ہے آپ کے حالات کا کچھ مختصر تذکرہ کر کے پھر حضرت امام حسین کے واقعات زندگی نہایت تفصیل وار تحقیق کے ساتھ شروع کئے جائیں گے اور اسی میں شہادت کے فسانوں کا پورا تذکرہ آ جائے گا۔ اور انشاء اللہ آپ خود بول اٹھیں گے واقعی شہادت حسین ایک افسانہ ہے اور اللہ وند قدوس اپنے وعدہ کے مطابق سچے مومنین کو ذلیل نہیں کیا کرتا۔

اس کتاب کے چار مقدمے پہلے ختم ہو چکے ہیں اور وہ چاروں مقدمے بجائے خود ایک ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتے ہیں اور وہ ایسی کتابیں ہیں جن کا جواب تمام دنیا کے شیعی علماؤں کے بھی نہیں دے سکتے ان مقدمات میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کتنی روایتیں خود شیعی علماء نے بنائیں اور کس دلیری سے انہوں نے سنیوں کے سر چپکیں جب کہ سنیوں کی کتابوں میں ان روایتوں کا نام و نشان تک نہیں ہے خلفاء راشدین پر کیسے کیسے من گھڑت الزام قائم کئے جبکہ ان الزاموں کی کسی بنیاد کا ثبوت نہیں ملتا تو اب آپ سمجھ لیجئے کہ شہادت کا فسانہ بھی محض خلفاء راشدین پر الزام لگانے کے لئے بنایا گیا تھا شیعی علماء پکار پکار کے کہہ رہے ہیں کہ عمر فاروق یعنی خلیفہ دوئم نے حضرت بی بی فاطمہ خاتون محشر کا حمل اسقاط کر کے گویا اپنے ہی زمانے میں شہادت حسین کی بنیاد قائم کر دی تھی مطاعن صحابہ کو فروغ دینے کے لئے وصال رسول اللہ کے ڈھائی سو تین سو سال کے بعد ابو مخنف لوط نامی شخص نے شہادت حسین کا فسانہ تصنیف کیا اس سے پہلے کسی کو کانوں کان بھی خبر نہیں تھی کہ ابو طالب کا پوتا حضرت علی کا بیٹا یعنی امام حسین کسی کربلا نامی میدان میں شامیوں کے ہاتھ سے قتل کیا گیا یہ ساری آگ لوط کی لگائی

ہوئی ہے اور اس کے بعد والے مصنف بالکل بیوقوف بھیڑوں کی طرح اس کے قدم بقدم ہو لئے ہیں ان میں سے کسی شخص کو بھی یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ اس کی پوری تحقیق کرے اس واقعہ کو غلط ثابت کرتا اگر چہ امام باقر کے زمانے میں ہزاروں آدمی ایسے موجود تھے جنہیں حضرت امام حسین کے قتل ہونے پر شبہ ہی نہیں تھا بلکہ وہ اپنے ایمان اور یقین سے یہ جانتے تھے کہ امام حسین قتل نہیں کئے گئے خود امام موصوف کے آگے ان کے معتقدوں نے کئی بار اس کا تذکرہ کیا کہ آیا یہ سچ ہے جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ امام حسین قتل نہیں ہوئے بقول شیعی مصنفین حضرت امام باقر سے سوال کرنے والوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ تم کچھ نہ بولو بلکہ چوری چھپے اگر تمہارا بس چلے تو ان اشخاص کو قتل کر والو۔ ہم امام باقر کو ایک عالم، صالح اور با عمل شخص سمجھتے ہیں وہ اس قسم کی تنگ طبیعت اور تعصب کے آدمی نہیں تھے کہ بلا وجہ اور بلا سبب وہ اپنے مریدوں کو بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی ترغیب دیتے اتنا تو ضرور ہے کہ ان سے سوالات کئے گئے مگر یہ مطلق خبر نہیں کہ انہوں نے ان کے جوابات کیا دئے بہر حال اس سے یہ نتیجہ تو نکل آیا کہ شہادت کا انکار صرف ہمارا گروہ نہیں ہے جیسا کہ بعض ناواقف آدمی سمجھتے ہیں بلکہ دوسری صدی ہجری سے برابر ایسے صدہا بلکہ ہزارہا اشخاص کا پتہ لگتا ہے۔ جو شہادت حسین کو افسانہ سمجھتے تھے اور انہیں اس کا یقین نہیں تھا۔ اب آپ حضرت علیؓ کے واقعات زندگی سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جائیں اگر چہ وہ بہت ہی مختصر طور پر بیان کئے جائیں گے مگر ایسے سچے سوانح عمری دلکش پیرایہ میں نہایت تحقیق کے ساتھ نہ آج تک لکھے گئے نہ آئندہ لکھے جاسکتے ہیں آپ غور سے پڑھیے گا انصاف سے ہر واقعہ کو سوچیے گا اور بہت آزادی سے اس پر غور و خوض کر کے اس کی صداقت کو جانچئے گا اور اندھے عقیدے کے بھوت کے خوف کو اپنے پاس ہرگز پھٹکنے نہ دیجئے گا جب حضرت علی کے واقعات زندگی ختم ہو جائیں گے تو پھر حضرت امام حسین کے حالات شائع ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

حضرت علی کی پیدائش:۔ آپ حضور انور رسول اللہ کے تین سال شادی ہونے کے بعد خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اس وقت حضور انور کی عمر ۲۸ برس کی تھی آپ کی والدہ بنت اسد کو جب بے چینی شروع ہوئے اور درد کی زیادہ شدت ہوگئی تو ابو طالب محض اس خیال سے کہ بت خانے میں لے جا کے کسی بت سے التجا کی جائے کہ ان کی بیوی کی یہ تکلیف رفع ہو جائے جس طرح ہوا انہیں اس بت

خانے میں لے گئے جو کعبہ کے اندر بنا ہوا تھا جہاں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے
تھے اور لوگ ان بتوں سے اپنی منتیں اور مرادیں مانگنے کے لئے ہر وقت موجود رہتے تھے اسی طرح
ابو طالب بھی اپنی بیوی فاطمہ بنت اسد کو ایک خاص بت کے آگے لے گئے چونکہ درد کی بے چینی بہت
شدت پر پہنچ گئی تھی ادھر گھر سے اس بت خانے میں پہنچنے تک پیٹ کو ضرورت سے زیادہ حرکت پہنچی تو
ابھی فاطمہ بنت اسد بت کے آگے کھڑی ہی ہوئی تھیں کہ فوراً انہیں شدت سے درد ہونے لگے اور ان
کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ جس کا نام ابو طالب نے علی رکھا اس طرح بت خانے میں پیدا ہونا بعض لوگوں
نے حضرت علی کے لئے باعث فخر کیا ہے مگر یہ کچھ فخر کی بات نہیں ہے خانہ کعبہ میں جب حضرت علی پیدا
ہوئے ہیں بتوں کا گھر بنا ہوا تھا وہ اللہ کا گھر نہیں تھا اس کے ایک عرصے کے بعد جب وہ بتوں کی
نجاست سے پاک کیا گیا تو اس چھوٹے گھر کو خانۂ اللہ کا گھر بنانے کا شرف حاصل ہوا لہٰذا ایسے نجس
مقام پر جہاں ۳۶۰ بت موجود ہوں اور بجائے اللہ وحدہٗ کے مشرکین عرب ان بتوں کی پرستش
کرتے ہوں وہاں کسی شخص کا اتفاقیہ پیدا ہو جانا باعث فخر کسی صورت سے نہیں بن سکتا۔

حضرت علی کی پرورش: آپ نے چند سال تک اپنے والدین کے آغوش محبت میں پرورش
پائی مگر چند سال کے بعد ابو طالب کی بدقسمتی سے ایک تو مکہ میں سخت قحط پڑا دوسرے ان کی تجارت میں
کچھ ٹوٹا آ گیا اور ان کی حالت ایسی نازک ہو گئی کہ وہ اپنے بال بچوں کی پوری پرورش کرنے سے
درماندہ ہو گئے حضور انور رسول اللہ نے ابو طالب کی اس دردناک حالت کو ملاحظہ فرمایا آپ کو آپ کے
نے اس کثیر العیال چچا پر رحم آ گیا آپ فوراً اپنے دوسرے چچا عباس کے پاس تشریف لائے جو اس
وقت تمام بنی ہاشمیوں میں زیادہ مالدار تھے اور انہیں ابو طالب کی زار حالت پر توجہ دلائی اور فرمایا اس
وقت آپ دیکھ رہے ہیں کہ قحط کی وجہ سے لوگ کس مصیبت میں گرفتار ہیں اور ابو طالب کا کیا حال ہے
مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں ابو طالب کے پاس چلیں اور اس بات کی کوشش کریں کہ کثیر العیالی کا کچھ
بوجھ ان سے ہلکا ہو جائے اس کی سب سے بہتر ترکیب یہ ہے کہ ابو طالب کے دو لڑکوں میں سے ایک
لڑکا تم لے کے پرورش کرو اور ایک میں لے کے کروں اس سے ابو طالب کو بہت مدد پہنچے گی خرچ کا بار
ان پر سے ہلکا ہو جائے گا اور وہ اس نازک حالت کا مقابلہ پھر بخوبی کر سکیں گے حضور انور کی یہ تقریر

عباس کے دل میں گھر کر گئی عباس راضی ہو گئے دونوں مل کے ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے اپنے آنے کی وجہ بیان ابو طالب خوش ہو گئے اور کہا اچھا عباس جعفر کو لے لیں اور محمد تم علی کو لے لو عقیل میرے پاس رہے گا چنانچہ علی کو حضور انور اپنے ساتھ لیئے چلے آئے اور جعفر کو عباس لے کے چلے گئے دونوں بچوں کی پرورش دونوں مقام پر بہت معقول طریقے سے ہونے لگی اس کے بعد زمانہ نبوت تک حضرت علی کا اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا. جب حضور انور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت عطا ہوئی ہے تو اس وقت حضرت علی کی عمر ۱۲ برس کی تھی.

عمر کی بحث: بہت سی صحیح غیر صحیح اور غلط سلط روایتیں حضرت علی کی عمر کی نسبت بیان ہوئی ہیں. کوئی کہتا ہے آپ چودہ برس کے تھے کوئی کہتا ہے ساڑھے چودہ برس کے تھے کوئی کہتا ہے تیرہ برس کے تھے مگر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے خواہ آپ کی عمر بارہ برس کی ہو یا تیرہ برس یا چودہ برس کی آپ بچے تھے. اور ابھی تک کسی قسم کی تعلیم آپ کو نہیں ملی تھی.

حضرت علی کا مشرف باسلام ہونا: جب حضور انور نبی بنائے گئے ہیں اور آپ میں ایک غیر معمولی کیفیت پیدا ہوئی ہے تو آپ نے اپنی اس تبدیلی حالت کا تذکرہ سب سے پہلے اپنی بیوی خدیجۃ الکبریٰ سے کیا یہ خاتون اعظم پندرہ برس سے برابر آپ کی دیانت، صداقت اور پاک بازی کا پے در پے امتحان کر چکی تھیں. اس لئے جو کچھ آپ نے فرمایا انہوں نے سچے دل سے قبول کر لیا اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور بتوں کی پرستش سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئیں۔ یعنی ایک اکیلے آنحضرت پر ایمان لے آئیں اور حضور انور کو اللہ تعالیٰ کا برحق نبی تسلیم کر لیا حضور انور اکثر اوقات خدائے تعالے کی عبادت میں مشغول رہتے تھے کبھی غار حرا میں اور کبھی اپنے مکان میں ایک دن اسی اثناء میں حضرت علی گھر میں اس وقت کھیلتے کودتے آگئے جب حضور انور سجدے میں پڑے ہوئے قدوس قدوس کی تسبیح کر رہے تھے اس بچہ کو حضور انور کی یہ حالت دیکھ کے سخت تعجب ہوا کیونکہ کبھی سوائے بتوں کے آگے سجدہ کرنے کے کسی شخص کو اس طرح کی عبادت کرتے ہوئے اس صغیر سن بچے نے کبھی نہیں دیکھا تھا جب آپ عبادت الٰہی سے فارغ ہوئے تو نہایت حیرت زدہ ہو کے علی نے یہ دریافت کیا کہ آپ کیا کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا میں اللہ وحدہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا تھا کیا تم بھی میرے ساتھ

خدائے احد کی عبادت میں شریک ہو سکتے ہو تو علی نے اس کا وہی جواب دیا جو عموماً عام بچے دیا کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں اپنے والد سے دریافت کرلوں تو پھر میں کہہ سکتا ہوں کہ آیا یہ عبادت اور یہ طریقہ بہتر ہے یا میرے باپ کا طریقہ حضور انور خاموش رہے یہ معلوم نہیں کہ حضرت علی نے اپنے باپ سے دریافت کیا یا نہیں مگر چونکہ حضور انور نے آپ کی پرورش کی تھی اور بہت مہربانی سے پالا تھا اور آپ روزمرہ خدیجۃ الکبریٰ کو حضور انور کے ساتھ عبادت کرتا ہوا دیکھتے تھے آپ بھی اسی طرح عبادت کرنے لگے اور گویا اس طرح آپ کو مشرف با اسلام سمجھا گیا اسی مضمون کی ایک روایت علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ ☆ فی معارفۃ الصحابہ میں لکھی ہے۔

☆ قسمہ ان علی بن ابی طالب جاء بعد ذلک بیوم یعنی بعد اسلام خدیجۃ وصلوتھا معہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجدھما یصلیان فقال یا محمد ما ھذا فقال رسول اللہ دین اللہ الذی اصطفی لنفسہ وبعث بہ رسلہ فادعوک الی اللہ والی عبادتہ وکفر باللات والعزی فقال امر لم اسمع بہ قبل الیوم فلست قاض امرا حتی احدث اباطالب فکرہ رسول اللہ ان یفشی سرہ قبل ان یستعلن امرہ فقال لہ یا علی ان لم تسلم فاکتم فمکث علی تلک اللیلۃ ثم ان اللہ اوقع فی قلب علی الاسلام فاصبح غادیا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ فقال ماذا عرضت علی یا محمد فقال لہ رسول اللہ تشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وتکفر باللات والعزی وتبرا من الانداد فقبل علی واسلم

یعنی حضور انور رسول اللہ کے مبعوث برسالت ہونے کے بعد اور رسول اللہ کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ کے نماز پڑھنے کے پیچھے ایک دن علی آئے اور ام المومنین کو حضور انور کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا عرض کیا یا محمد آپ یہ کیا کر رہے ہیں حضور انور نے فرمایا یہ اللہ جل جلالہ کا دین ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے منتخب کیا ہے اور نبیوں کو اس کے لئے مبعوث کیا ہے میں تجھے اللہ کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور لات وعزیٰ سے روگردانی کرنے کی ہدایت کرتا ہوں علی نے جواب دیا (یا محمد) یہ ایسی بات ہے کہ میں نے آج کے سوا کبھی نہیں سنی میں جب تک ابو طالب سے دریافت نہ کرلوں اپنے کسی فعل میں خود مختار نہیں ہوں حضور انور کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ اس راز کو اعلان ہونے سے پہلے کسی طرح کھولنا مناسب نہیں ہے (اسی لئے) حضور انور نے ارشاد کیا کہ اگر تم ایمان نہیں لاتے تو اس راز کو افشا نہ کرو پس علی نے ایک رات اسی شش وپنج میں کاٹی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت القا فرمائی دوسرے دن صبح کو

حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا (یا محمد) کل آپ نے مجھے کیا ارشاد کیا تھا حضور انور نے فرمایا
تو اس امر کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں لات
عزیٰ سے بیزار ہو جا تو حضرت علی نے ایسا ہی کیا اور مشرف باسلام ہو گئے۔ انتھا

اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ علی مثل اپنے باپ ابو طالب کے اس سے پہلے لات وعزے کی پرستش کیا کرتے تھے جس سے روگردانی کا حضور انور رسول اللہ نے علی کو حکم دیا دوسرے حضرت علی کا یہ فقرہ کہ میں اپنی کسی فعل میں مختار نہیں ہوں جب تک کہ اپنے باپ ابو طالب سے نہ اجازت لے لوں آپ کی شان احسان پذیری پر کچھ اچھا اثر کرنے والا نہیں ہے کیونکہ آپ نے حضور انور کے گھر میں پرورش پائی تھی اگر آپ میں بڑے آدمیوں کی حس ہوتی تو آپ سے بجز حضور انور کی صداقت کا جانچنے والا اور دوسرا شخص نہ ہوتا اور ایسی حالت میں بغیر پس وپیش کے آپ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل کر لیتے مگر سن صغیر کے تقاضے نے یہ حس آپ میں ابھی پیدا نہیں کی تھی اس لئے آپ کے منہ سے یہ نکالا کہ جب تک میں اپنے باپ ابو طالب سے اجازت نہ لے لوں گا اس کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا اس پر حضور انور کا ناراض ہو کے منع فرمانا کہ اعلان نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے تم ابو طالب کو اس سے اس امر سے آگاہ نہ کرو اور پھر حضرت علی کا دوسرے دن معبود برحق پر ایمان لے آنا اس سے انکار کی تردید نہیں ہوتی کہ آپ نے اپنے باپ ابو طالب سے یہ ذکر نہ کیا ہو ممکن ہے کہ آپ نے ذکر کر دیا ہو اور انہوں نے بچہ سمجھ کے زیادہ پرواہ نہ کی ہو اور اجازت دے دی ہو کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے وہ کرو۔

اب حضرت علی جب کبھی حضور انور کو عبادت کرتا ہوا دیکھتے تھے تو مثل بچوں کے آپ ان کے ساتھ ہو جاتے تھے چنانچہ علامہ جریر طبری ☆ وغیرہ کی روایت ہے کہ جب ایک دن کعبے کے سامنے حضور انور رسول اللہ نے اپنی بیوی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سجدہ کیا حضرت علی بھی چونکہ آپ کے ہمراہ تھے وہ بھی آپ کے ساتھ رکوع اور سجدے میں شریک ہو گئے۔

☆ قال جئت في الجاهلية الى مكة فنزلت على العباس بن عبد المطلب فلما ارتفعت الشمس وحلقت في السماء وانا انظر الى الكعبة اقبل شاب فرمى ببصره الى السماء ثم استقبل الكعبة فقام مستقبلها فلم يلبث حتى جاء غلام فقام يمينه حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما فركع الشاب فركع الغلام والمرأة فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأة فخر الشاب ساجدا فسجدا معه فقلت يا عباس امر عظيم فقال هل

رکوع اور سجدے میں شریک ہو گئے۔ دوسری بات یہ تھی بنی ہاشم یا قبائل عرب میں سے کسی شخص نے بھی
حضرت علی کے اسلام لانے کو کبھی کوئی وقعت نہیں دی اور یہ وقعت نہ دینا محض ان کی صغر سنی کی وجہ سے
تھا کیونکہ جب حضور انور کو معراج ہوئی ہے تو ابوجہل نے ابوبکر کو راستے میں روک کے حضور انور کی
معراج کا مضحکہ اڑایا تھا جس کا وہ قلیل جواب ابوبکر نے یہ دیا کہ محمد چونکہ ایک بہت بڑے راست باز ہیں
اور بلاشبہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی ہونے کے ہم میں مبعوث کئے گئے ہیں لہذا معراج کی نسبت جو کچھ وہ
فرماتے ہیں میرا اس پر پورا یقین ہے اور مجھے ہرگز اس میں خفیف سا بھی شبہ نہیں ہے اس واقعہ کو جب
حضور انور رسول اللہ نے سنا تو آپ نے ابوبکر کو صدیق کا لقب عنایت فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ
صدیق کا یہ معزز لقب کچھ ابوبکر ہی کی ذات کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے۔

حضرت علی کی کنیت: آپ کی پہلی کنیت ابوالحسن ہے دوسری کنیت ابوالحسین ہے تیسری کنیت
ابومحمد ہے کیونکہ آپ کے ایک بیٹے کا نام ابن حنفیہ تھا جسے محمد کہہ کے پکارا کرتے تھے چوتھی کنیت
ابوالریحانتین ہے۔ پانچویں کنیت ابوتراب ہے یہ کنیت آپ کی اس لئے پڑی کہ حضور انور رسول اللہ
ایک دن اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ کے گھر میں تشریف لائے یہاں حضرت علی کو نہ پایا آپ
نے اپنی صاحبزادی سے دریافت کیا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں انہوں نے کہا کہ مجھ میں اور میرے
شوہر میں کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی وہ غصے ہو کے چلے گئے اور آج گھر میں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں کیا آپ
فوراً باہر نکل آئے اور ایک شخص کو حضرت علی کی تلاش میں بھیجا معلوم ہوا کہ مسجد میں زمین پر پڑے
سوتے ہیں حضور انور مسجد میں آئے حضرت علی کے کندھے سے چادر اتری ہوئی دیکھی اور آپ کا پہلو
مٹی سے آلودہ پایا حضور انور نے فرمایا اٹھو اے ابوتراب اٹھو گویا اس دن سے لوگ آپ کو ابوتراب
کہنے لگے۔ اس کنیت سے اس ناچاقی کا پتہ لگتا جو حضرت علی اور آپ کی بیوی میں تھی لفظ ابوتراب
اگرچہ بعد ازاں بلا کراہ لوگوں کی زبان پر جاری ہو گیا مگر خیرالقرون میں اس کنیت ابوتراب کو بعض
لوگ مثل گالی کے سمجھتے تھے کیونکہ اس کنیت سے اس ناچاقی یا حضرت خاتون محشر کو تکلیف دینے کا ایک
ثبوت ملتا تھا۔ جو حضرت علی کے لئے کسر شان سمجھا جا سکتا تھا بخاری میں بھی اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ
ایک شخص مدینے میں جب حاکم ہو کے آیا تو اس نے سہل بن سعد کو بلا کے کہا کہ تو علی کو برا بھلا کہہ سہل

نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا اچھا تو انہیں ابوتراب ہی کہہ دے اس نے کہا کہ ہاں میں
ابوتراب کہہ دیتا ہوں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوگ اس کنیت سے حضرت علی کی نسبت اچھے خیالات
نہیں ظاہر کرتے تھے اسی طرح آپ کی اور بہت سی کنیتیں آپ کے بعض معتقدوں نے خود اپنی طرف
سے بنائی ہیں مگر آپ اپنی تمام عمر میں بھی ان کنیتوں سے کبھی نہیں پکارے گئے آپ کے بہت سے
القاب بھی نقل کئے گئے ہیں اور وہ القاب بھی ایسے ہی ہیں کہ کبھی آپ کی زندگی میں آپ کے نام کے
ساتھ نہیں لئے گئے مگر اب وہ کتابوں میں دیکھنے میں آتے ہیں مثلاً امام المتقین، ولی المتقین، سید
الصادقین، سید المسلمین، سید المومنین، سید العرب، سید فی الدنیا والآخرۃ، قائد الغر المحجلین، یعسوب
المومنین، صدیق الاکبر، فاروق الاعظم، خاتم الوصیین، خیر الوصیین، وصی امام البررۃ، قاتل الفجرۃ،
صاحب الرایۃ، قسیم الجنۃ، حجۃ اللہ، رایۃ الہدی، ولی اللہ، صفوۃ اللہ، شیخ المہاجرین والانصار، قسیم
النار والجنۃ، وارث رسول اللہ، منار الایمان، امام الاولیاء، الہادی، صاحب اللواء، ناصر رسول اللہ،
صالح المومنین، مولی المومنین، منجز الوعد، قاتل الناکثین، والقاسطین والمارقین، الشاہد، الشہید،
الراکع، الساجد، المصلی، الامین، باب حطہ، جبرئیل، ہارون، نفس الرسول، سیف اللہ، ذو الاذن، الواعی،
قاضی، وصی رسول اللہ، وزیر رسول اللہ، خیر البشر، ذو القرنین، خاصف، النعل، الطاہر، الصادق،
المومن، الانزع، البطین، العابد، الزاہد، کاسر الاصنام، الساقی، النجیب، القاری، صاحب الجلد، المہدی،
طور والتین، وارث الجنۃ، العلیاء، یعسوب الدین، امیر النحل، ذو البرقۃ، مثیل عیسیٰ، الاقرع (بحق شیریز)
یہ القاب ہیں جو آپ کے معتقدوں نے تیسری صدی ہجری میں آپ کے لئے موزوں کئے ہیں۔ پھر
تماشہ یہ ہے کہ ہر لقب کی وجہ تسمیہ لکھی ہے اور اس کے لئے خاص روایتوں کا اہتمام کیا ہے ہر لقب کو
ثابت کرنے کے لئے روایتیں بنائی گئی ہیں اور ان روایتوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ کل القاب
رسول اللہ کی طرف سے آپ کو ملے تھے مگر اس میں بعض القاب وہ ہیں جن کی نسبت حضور انور رسول
اللہ سے زیادہ چسپاں ہوتی ہے اور آپ کے سوا دوسرے شخص کو وہ لقب دینا کسی طرح بھی گوارا نہیں
ہو سکتا۔ مثلاً الامین اور خیر البشر یہ وہ القاب خاص الخاص حضور انور رسول اللہ کے ہیں آپ اپنے
ابتدائے زمانہ عمر سے تمام مکہ میں الامین کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور یہ لقب آپ کا برابر

وصال تک جاری رہا اسی طرح خیر البشر کا لقب ہے جو عام مسلمانوں نے رسول اللہ کی ذات کے ساتھ استعمال کیا ہے مگر حضرت علی کے وہ معتقد جنہیں آپ کے کمالات انسانی سے کچھ بحث نہ تھی آنکھیں بند کر کے اس طرح بے خود ہو گئے کہ انہوں نے رسول اللہ کے یہ القاب زبردستی غصب کر کے حضرت علی کے حوالے کر دیئے اور سند ان القاب کی موزونیت کے لئے جیسا کہ ہم ابھی اوپر لکھ چکے ہیں بیسیوں روایتیں گھڑ لیں۔

حضرت علی رسول اللہ کے بستر پر: سب سے بڑی بات اور سب سے بڑا کارنمایاں جو ازل حضرت علی سے منسوب میں آیا وہ یہ تھا کہ جب حضور انور رسول اللہ مکہ سے کوچ کی تیاری کرنے لگے تو آپ نے اپنے بستر پر علی کو لیٹ جانے کا حکم دیا تا کہ مخالفین جو گھات میں لگے ہوئے ہیں اور جنہوں نے گھائی کا محاصرہ کر رکھا ہے وہ ادھر سے جنبش نہ کھائیں اور حضور انور صحیح و سالم مکہ کی حدود سے باہر نکل جائیں۔ اس امر عظیم کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب اہل مکہ کے مظالم کا پانی سر سے گزر چکا اور پھر بھی وہ حضور انور کو اپنی خواہش کے مطابق کوئی گزند نہ پہنچا سکے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں تا کہ اس سارے جھگڑے سے نجات مل جائے چنانچہ سرداران قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے تمام بڑے بڑے کاموں کا مشورہ اسی مقام پر ہوا کرتا تھا اور کل قبیلے یہیں فیصل ہوتے تھے یہ لوگ جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے باہم مشورہ کرنا شروع کیا ایک شخص نے ان میں سے کہا آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کی حالت روز بروز رنگ لا رہی ہے ان کے پیرو بڑھتے جاتے ہیں وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب ان کے متبعین کی تعداد اور زیادہ ہو جائے تو وہ ہم سے مقابلہ اور مقاتلہ پر آمادہ ہو جائیں اس کی تدبیر فوراً کرنی چاہیے اگر چند پہلے اور توقف رہا تو پھر یہ معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے.....

کہا جس جس شخص کی سمجھ میں جو بات آئے وہ آزادی سے بیان کر دے اس پر ہشام بن عمرو بولا کہ سب سے بہتر تدبیر محمد کو برباد کرنے کی یہ ہے کہ انہیں ایک گھر میں بند کر دیا جائے جس کے دروازے مقفل کر دیئے جائیں اور ایک سوراخ میں سے انہیں کھانا اور پانی پہنچا دیا جایا کرے وہ گھٹ گھٹ کے چند روز کے بعد وہیں جان دے دیں گے پھر ہماری مراد بر آئے گی پھر محمد (ﷺ) کے برباد ہونے کے بعد کسی قسم کا خدشہ نہیں رہے گا یہ کہہ کر چپکا ہو رہا دوسرے شخص نے کہا کہ ہشام بالکل غلطی پر ہے

اس لئے کہ محمد ﷺ کے متبعین کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے اور وہ مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں. جب انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس طرح ان کا نبی ایک مکان میں بند کیا گیا ہے تو وہ سب آ کے جمع ہو جائیں گے پھر ان کے ساتھ بنی ہاشم اٹھ کھڑے ہوں گے، اور سب مل کے محمد ﷺ کو چھڑوا لیں گے. پھر تم میں اور ان میں سخت مقابلہ ہوگا اور بہت بڑی خونریزی ہوگی اس پر انجری نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو مکہ سے نکال دو اور کہہ دو جہاں جی چاہے وہ چلے جائیں اس پر ایک اور شخص بول اٹھا کہ تیری یہ رائے بہت ہی ضعیف ہے. محمد (ﷺ) کا نکال دینا ہماری بربادی کا باعث ہے محمد (ﷺ) جس جگہ جائیں گے ان کی عادات واطوار اور ان کی خوش بیانی پر لوگ فریفتہ ہو جائیں گے اور جب انکی تعداد زیادہ ہو جائے گی تو وہ تم سے ضرور انتقام لیں گے اور پھر تمہارا مکہ میں رہنا دشوار کر دیں گے لہذا میری یہ رائے ہرگز نہیں ہے کہ محمد ﷺ کو مکہ سے زندہ نکال دیا جائے اس رائے پر قریب قریب کل قریشیوں نے آفریں کی اور بہت کچھ کہنے والے کی تعریف کی اخیر ابوجہل بن ہشام نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلے میں سے ایک زبردست بہادر اور جنگجو جوان انتخاب کیا جائے اور وہ کل جماعت محمد ﷺ کے قیام گاہ پر بھیج دی جائے تا کہ وہ بحملہ محمد کو قتل کریں جب اس بات کا اظہار ہو جائے گا تو عقل باور نہیں کرتی کہ عبد مناف کل قبائل کے خلاف محمد کے خون کا انتقام لینے کے لئے شمشیر بدست ہوں گے انہیں مجبوراً خون بہا لینے پر قناعت کرنی پڑے گی اور ہم محمد کا خون بہا دینے کے لئے تیار ہیں چنانچہ ابوالحکم یعنی ابوجہل بن ہشام کی اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور پھر جلسہ برخاست کر کے سب قریش اپنے اس فیصلے کو عملی صورت میں لانے کے لئے اپنے اپنے گھر چلے گئے. حضور انور ﷺ کو قرآن سے یہ ساری باتیں معلوم ہو رہی تھیں کہ اخیر قریش آپ کے قتل پر آمادہ ہوں گے چنانچہ آپ نے اس خونخوار ارادے کو محسوس کر کے اس بات کا عہد کیا کہ مکہ چھوڑ دینا چاہیے اس دن کو آپ نے کل سامان سفر تیار کر لیا شام ہوتے ہی نوجوانان قریش تلواریں سونتے ہوئے حضور انور کی قیام گاہ پر آ موجود ہوئے اور اس بات کے انتظار میں ہوئے کہ محمد جب سو جائیں تو انہیں اندر جا کے قتل کر دیا جائے چنانچہ کہیں سوراخوں یا کواڑوں کی درازوں سے یہ لوگ آپ کے بستر کو دیکھتے رہے اسی دوران میں ابولہب نے اتنی اور ترمیم کر دی کہ محمد (ﷺ) کو خواب کی حالت میں نہ قتل کیا جائے بلکہ شب بھر

ان کی نگرانی کی جائے اور پھر صبح باہر نکلیں تو انہیں قتل کر دیا جائے تا کہ بنی ہاشم کو یہ معلوم ہو جائے کہ کل قریشوں نے مل کے یہ کام کیا اور انہیں انتقام لینے کی جرأت نہ پڑے۔ حضور انور نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور کہا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور آرام سے سوئے رہو تمہیں کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچنے کا میری چادر اوڑھ لو اور سو جاؤ بالکل بے خلوش اور کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاؤ چنانچہ حضرت علی آپ کے بستر پر سو رہے اور آپ کی چادر اوڑھ لی جب یہ عمل ہو چکا تو حضور انور ایک راستے سے سیدھے باہر نکلے اور چلے گئے تو جوان قریش کی نظریں تو آپ کے بستر پر تھیں اور وہ دیکھ رہے تھے کہ محمد ﷺ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں لہذا انہیں اپنے آگے سے نکل جانے کا کچھ خیال نہ ہوا۔ فی الواقع یہ تعریف کے قابل بات تھی کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ خاص اس موقع پر حضرت علی کو ان کی سچی محبت پر مبارک باد نہ دے اور ان کی تعریف نہ کرے اپنے نبی کے بستر پر لیٹ جانا اور صبح تک بے فکری سے سوتے رہنا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ حکم برآوری میں آپ کو کس قدر ملکہ تھا مگر جو مبالغہ آمیز کہانیاں ہمارے احباب نے اس واقعہ سے تراشی ہیں اور انہیں مبالغہ آمیزی سے بیان کیا ہے وہ ہرگز قابل التفات نہیں ہیں حضرت علی لاکھ ذہین ہوں مگر اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے روز مرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے انہیں اس بات کا ذاتی تجربہ ہو چکا تھا کہ قریشیوں کو خاص رسول اللہ کی ذات سے عداوت ہے ان کے متبعین سے کچھ سروکار نہیں ہے جتنے مظالم ہوئے وہ حضور انور کی معصوم ذات پر ہوئے جتنی دشمنیاں کی گئیں وہ حضور انور پر کی گئیں اور قریشیوں نے ایک حد تک آپ کے متبعین سے کوئی واسطہ نہ رکھا چنانچہ قریشیوں کی موجودگی میں قریشیوں کی آنکھوں کے سامنے قریب قریب آپ کے کل صحابہ نے آپ کے حکم سے مکہ سے ہجرت کی نہ کوئی ان کا مزاحم ہوا نہ کسی نے انہیں روکا نہ ان کا اسباب چھینا نہ انہیں کوئی ایذا دی بلکہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب آپ مدینے تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے پوری طرح وہاں قیام فرما لیا ہے تو جتنی عورتیں بچے اور مسلمان مرد آپ کے بعد مکہ میں رہ گئے تھے وہ سب نہایت ہی آزادی سے آپ کے حکم پر مدینہ واپس چلے آئے اور کسی قریش نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی حضرت علی اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے انہیں یہ علم ہو چکا تھا کہ اس بستر پر قریشیوں نے حملہ بھی کیا اور پھر میری صورت دیکھ لی تو وہ نبی کی جگہ مجھے ہرگز قتل نہیں کرنے کے کیونکہ میرا ان کا کوئی واسطہ

نہیں ہے اس کے علاوہ آپ تو عمر تھے قریشیوں کو آپ کی طرف سے کوئی وجہ شکایت نہیں تھی قریشیوں
سے حضور انور کے قیام مکہ کے زمانے میں جب کوئی جھگڑا کھڑا ہوتا تھا تو ابوبکر، عمر وغیرہ سے ہوا کرتا تھا
کیونکہ یہ لوگ بڑی عمر کے بھی تھے اور قریشیوں میں ایک خاص وجاہت بھی رکھتے تھے ایسے اہم
معاملات میں بچوں سے کچھ سروکار نہیں رکھا جاتا کیونکہ ان کا کوئی اثر قوم کے کسی فرد پر نہیں پڑ سکتا جو
قربانی کہ ابوبکر صدیق نے دین آللہ پر اور ایسے وقت میں آپ نے ہادی برحق کا ساتھ دیا اور جو
قربانی ان کے بچوں نے کی جو برابر قریشیوں کی خبریں پہنچا رہے تھے وہ واقعی انسانی تاریخ کی ایک بے
نظیر مثال ہے جس کی نظیر اقوام عالم میں بہت مشکل سے مل سکے گی نہایت آزادی سے آپ اس مسئلہ
پر غور کریں ابوبکر جیسے معمر شخص کا اپنے کل سامان منقولہ کو لیکر تن تنہا ایسی پر خطر حالت میں جبکہ قریش
حضور انور کے قتل کا فیصلہ کر چکے تھے اور انہوں نے چاروں طرف سے ناکہ بندی کر رکھی تھی اپنے بال
بچوں کا مکہ میں چھوڑنا اور اپنی جان خطرے میں ڈال دینا یہ معمولی نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے
دین آللہ کی اس کے رسول کی ایک خاص محبت تھی اور اس کا ایک پاک جذبہ تھا جس نے آپ کو ایسا
والہ وشیدا بنا رکھا تھا کہ آپ قدم قدم پر اپنی جان دینے کے لئے تیار تھے اور اگر اوقات سفر میں آپ
کو کچھ ہراس اور پریشانی پیدا ہوتی تھی تو وہ صرف حضور انور کے تحفظ کے لئے تھی ورنہ یہ عدیم المثال
شخص یعنی ابوبکر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر چکا تھا ہم بحیثیت ایک مورخ کے حضرت علی کو
بھی مبارکباد دینے کے لئے تیار ہیں مگر مبالغہ آمیزی سے نہیں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں کہ اس
واقعہ کی شان بلند کرنے کے لئے ہم جبرئیل کو آسمان سے نیچے اترنے کی تکلیف دیں کہ وہ آئیں اور
اس معاملے پر حضرت علی کے آگے ان کی مدح کا قصیدہ پڑھیں جیسا کہ ہمارے شیعی احباب نے اپنی
کتابوں میں اس قسم کا رنگین مسالہ بہت کچھ جمع کر دیا حضرت علی تو حضرت علی تھے ایک معمولی شریف
بچہ جب وہ کسی کے ہاں پرورش پائے اور پرورش پا کے بڑا ہوا اور جب وہ دیکھے کہ اس کے پرورش
کرنے والے پر ایک نازک وقت آ گیا ہے اور میری ذرا سی دلیری یا تحریک میرے پرورش کرنے
والے کو بچا سکتی ہے تو وہ کسی صورت سے بھی اس معاملہ میں تامل نہیں کرے گا اور اگر اس کی رگوں میں
شرافت کا خون نہایت پاکیزہ اور بے لوث ہے تو ٹھیک جان دینے کے لئے بھی آمادہ ہو جائے گا حضور

اور ﷺ کے احسانات حضرت علی پر بہت بڑے تھے آپ نے حضرت علی کی پرورش کا بار اس وقت اپنے ذمہ لیا تھا کہ جب حضرت علی اپنے باپ ابو طالب کے گھر میں بہت تنگی سے زندگی بسر کر رہے تھے اور تعجب نہیں کہ فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی ہو گی ایسی ہی تنگ حالت تھی جس نے حضور انور اور عباس کو اس طرف متوجہ کیا کہ ابو طالب کے دو بچے لے لئے جائیں اور ان کی پرورش کا بار ابو طالب کے کندھوں سے ہلکا کر دیا جائے اس عظیم الشان احسان پر حضرت علی کا اپنے فیاض اور مہربان بھائی کے حکم کی تعمیل کرنا اس بات کی ضرورت ہرگز نہیں چاہتا کہ ان کی قصیدہ خوانی کرنے کے لئے بڑے بڑے مقرب ملائکہ کو آسمان سے نیچے آنے کی تکلیف دی جائے ہم صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ بے شک حضرت علی کا مخلص انسان اور شریف انسان ہونے کے یہ فرض تھا جو انہوں نے نہایت دلیری سے پورا کیا اور جس کی داد دینے میں ہمیں ہرگز بخل نہیں کرتے خوش اعتقادوں نے مثل دیگر امور کے حضرت علی کے بستر پر لیٹنے کی بہت سی کہانیاں گھڑ لی ہیں جو کہانیاں خود اپنے غلط ہونے کی شہادت دے رہی ہیں اس قسم کی کہانیوں کا سب سے بڑا موجد ابو اسحاق ثعلبی ہے ☆☆

☆☆عن ابن عباس قال لما اراد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يهاجر الى المدينة خلف علي بن ابي طالب لقضاء ديونه ورد الودائع التي كانت عنده وامره ليلة ان ينام على فراشه قال واتشح ببردي هذا الحضرمي الاخضر فانه لن يخلص اليك شئ تكرهه منهم احد ولا يصيبونك بمكروه والقوم قد صاروا على بابه قال فاوحى الله الى جبرئيل وميكائيل اني قد آخيت بينكما وجعلت عمر احدكما اطول من عمر الآخر فايكما يؤثر صاحبه بالحياة فاختار كلاهما الحياة فاوحى الله اليهما الا كنتما مثل علي بن ابي طالب آخيت بينه وبين محمد ﷺ فبات على فراشه يفديه بنفسه ويؤثره بالحياة اهبطا الى الارض فاحفظاه من عدوه فنزلا جبرئيل عند راسه والميكائيل عند قدميه والملائكة تنادي بخ بخ من مثلك يا ابن ابي طالب والله يباهي بك والملائكة ثم توجه رسول الله ﷺ عليه وسلم الى المدينة فانزل الله تعالى عليه في شان علي ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد. قال ابن عباس من يشري نفسه ابتغاء مرضات علي بن ابي طالب. وعن ابن عباس انشد علي شعرا في تلك الليلة

وقيت بنفسي خير من وطئ الحصا ومن طاف بالبيت العتيق وبالحجر

رسول اله خاف ان يمكروا به فنجاه ذو الطول الكريم من المكر

وبات رسول الله في الغار آمنا موقى وفي حفظ الاله وفي ستر

وبت اراعيهم وما يتهمونني وقد وطنت نفسي على القتل والاسر

یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضور انور نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے کا ارادہ کیا تو علی کو اپنے قرض ادا

کرنے اور لوگوں کی امانتیں پھیر کرنے کے واسطے اپنے پیچھے مدینے میں چھوڑا اور اپنے بستر پر سونے کے لئے حکم دیا اور فرمایا کہ ہماری سبز رنگ کی حضرمی چادر کو اوڑھ کے سو رہو تمہیں ان لوگوں کے ہاتھ سے کچھ تکلیف نہیں پہنچے گی مشرک قریش تمام رات گھر کو گھیرے رہے (اسی اثناء میں) اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور میکائیل کو (اپنے حضور طلب کرکے) حکم دیا میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم میں سے ایک کی عمر زیادہ کر دی (ہے) تم میں سے کون ایسا ہے کہ اپنی عمر کا حصہ دوسرے بھائی کو دے دے (یہ سن کے) دونوں کی سٹی گم ہو گئی اور انہوں نے اپنی عمر کی کمی گوارا نہیں کیا اللہ تعالیٰ (نے کہا کہ) بعد ازاں علی کے مقابلے میں تمہاری کچھ بھی ہستی نہیں ہے میں نے اسے اپنے حبیب کا بھائی بنایا ہے وہ دیکھو وہ اپنے بھائی کے بستر پر سو رہا ہے اور اپنی جان کو میرے رسول پر قربان کر رہا ہے اور اپنی زندگی کو ان پر فدا کرتا ہے پس اب تم دونوں زمین پر جاؤ کہ اسے اسکے دشمنوں سے بچاؤ (یہ سنتے ہی جبرئیل اور میکائیل دونوں نے پرواز کی) جبرئیل علی کے سرہانے آکے کھڑے ہو گئے اور میکائیل پائینتی اور تمام رات ان کی حفاظت کرتے رہے ان کے سوا اور فرشتے (یہ اصول بجاتے) اور کہتے تھے واہ واہ اے علی بن ابی طالب تیرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اللہ اور اسکے فرشتے تجھ پر فخر کرتے ہیں (جب) حضور مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور علی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کون ہے جو بیچے اپنی جان کو اللہ کی خوشی کے لئے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے ابن عباس کہتے ہیں وہ شخص جس نے اپنی جان کو اللہ کی خوشی کے لئے فروخت کیا وہ علی بن ابی طالب ہیں ابن عباس یہ بھی کہتے ہیں کہ علی نے اس رات کو چند اشعار موزوں کئے (جن کا ترجمہ یہ ہے) میں نے اپنی جان سے زیادہ اس شخص کو اچھا رکھا جس نے پتھر پر چل کے اور جس نے خانہ کعبہ اور حجر اسود کا طواف کیا یعنی آنحضرت کے رسول سے جب قوم نے مکر کیا تو اللہ نے ان کے مکر سے اپنے رسول کو بچا لیا اور میں نے رسول اللہ کی نگہبانی اور حفاظت کی اور وہ پورے تین دن رات شب باش ہوئے اور میں نے رات ایسی حالت میں گزاری میں دیکھ رہا تھا کہ مشرکین مجھے پریشان کر رہے ہیں (ایسی حالت میں) ہمیں قتل ہونے اور قید ہونے پر آمادہ تھا۔

جس نے اپنی تفسیر میں اپنی عادت کے مطابق بہت کچھ خرافات بھر دیا ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو جب حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے تو جبرئیل اور میکائیل کو اپنے حضور طلب کیا اور فرمایا کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم دونوں میں سے ایک کی عمر زیادہ کی ہے تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ اپنی عمر کا ایک حصہ اپنے بھائی کو دے دے دونوں فرشتے سست پڑ گئے اور انہوں نے اپنی عمر کی کمی گوارا نہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم علی کی برابری ہرگز نہیں کر سکتے میں نے اسے اپنے حبیب محمد کا بھائی بنایا ہے آج وہ اپنے بھائی کے بستر پر سو رہا ہے اور اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے تم دونوں جاؤ اور علی کو اس کے دشمنوں سے بچاؤ چنانچہ دونوں فرشتے جبرئیل اور میکائیل بھاگوں بھاگ حضرت علی کے پاس آئے جبرئیل علی کے سرہانے اور میکائیل علی کی پائنتی پہرا دینے کھڑے ہو گئے اور تمام رات دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے رہے اور باقی ماندہ فرشتے آسمان پر غل مچاتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ علی تمہارا مثل کوئی نہیں

ہے کہ قم پر نہ صرف فرشتے بلکہ آل اللہ بھی فخر کرتا ہے وغیرہ وغیرہ ان بے تکی باتوں پر ہمارے احباب فخر
کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں کو طلب کرتا اور ان سے عمر کی بابت سوال کرتا پھر فرشتوں کا آل اللہ کے حکم
کی نافرمانی کرنا یعنی ایک کا دوسرے کو اپنی عمر کا حصہ نہ دینا اور پھر سرہانے اور پائنتی کھڑا ہونا ایسی
دور از کار باتیں ہیں کہ بچے بھی ان پر ہنس دے۔ یہ شعلی ہے یہ اس کی تراش خراش ہے مگر اسی شخص کی
کہانیاں بطور سند ہمارے شیعی علماء ہر معاملے میں پیش کرتے ہیں ان تمام کہانیوں کا ماحصل یہ ہے کہ
رسول اللہ حضرت علی کو محض اس لئے چھوڑ گئے تھے کہ جو کچھ امانتیں لوگوں کی آپ کے پاس رکھی
ہوئی تھیں وہ سب حضرت علی کو سنبھلوا دی تھیں کہ دوسرے دن ان لوگوں میں تقسیم کر دیا باقی اہل
و عیال کو ساتھ لے کر مدینہ چلے آنا یہ حضرت علی کی نسبت آپ کا انتظامی فیصلہ تھا اور یہ کام آپ نے
ان کے سپرد کیا تھا چنانچہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں اس پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے ☆☆

☆عن ابی رافع قال وخلف النبی ﷺ یخرج الیه باهله وامره ان یؤدی عنه امانته ووصایا من
یاس کان النبی ﷺ یوصی الیه وکان یؤتمن علیه من مال فادی علی امانته کلها وامره ان
یضطجع علی فراشه لیلة خرج وقال ان قریشا لم یفقدونی ما راوک فاضطجع علی علی
فراشه وکانت قریش ینظرون الی فراش النبی ﷺ فیرون علیه علیا فیظنونه النبی ﷺ حتی
اذا اصبحوا راوا علیه علیا فقالوا لو خرج محمد ﷺ یخرج علی معه فحبسهم الله بذلک عن
طلب النبی ﷺ وسلم حین راوا علیا وامر النبی ﷺ علیا ان یلحقه بالمدینة فخرج فی طلب
بعد ما خرج الیه اهله یمشی اللیل ویکمن النهار حتی قدم المدینة فلما بلغ النبی ﷺ قدومه
قال ادعوا لی علیا قیل یا رسول الله لا یقدر ان یمشی فاتاه النبی ﷺ فلما راه اعتنقه وبکی
رحمة له لما رای بقدمیه من الورم وکانتا تقطران دما فتفل النبی ﷺ فی یدیه ومسح
بهما رجلیه ودعا له بالعافیة فلم یشتکهما حتی استشهد علیه السلام ☆

یعنی ابو رافع کہتے ہیں کہ حضور انور نے علی کو اس لئے مکہ میں چھوڑا تھا کہ آپ اپنے اہل کو ساتھ لیجئے اور جو امانتیں
اور وصیتیں لوگوں کو دی اور کرنی تھیں انہیں انجام دے کے مدینہ چلے آئیں کیونکہ حضرت کو امین جانتے
تھے اور اپنی امانتیں اور وصیت آپ کے سپرد کر دیتے تھے علی نے آپ کے بعد آپ کی کل امانتیں اور جتنی وصیتیں
ہجرت کی شب حضور انور نے علی کو اپنے بستر پر سونے کے لئے ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ سب قریش انہیں دیکھیں گے تو یہ
سمجھیں خیال کرتے کہ یہاں موجود ہیں حضرت علی حضور انور کے ارشاد کے مطابق آپ کے بستر پر سوئے قریش
اس بستر پر علی کو لیٹا ہوا دیکھ کے اور انہیں محمد سمجھ کے تمام رات ان پر پہرہ دیتے رہے مگر صبح کے وقت علی کو دیکھ
کے کہنے لگے کہ اگر وہ نکل گئے ہوتے تو علی بھی ان کے ہمراہ ضرور چلے جاتے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو
حضور انور کی جستجو سے معطل رکھا کیونکہ حضور انور علی کو حکم دے گئے تھے کہ مدینہ میں ہم سے آملیں اس حکم کی تعمیل میں علی
نے پہلے تمام اہل کو مدینہ روانہ کر دیا ان کے پیچھے پھر علی روانہ ہوئے رات کو چلتے تھے دن کو چھپے رہتے تھے یہاں

> تک کہ مدینہ جا پہنچے جب حضور انور کو ان کے پہنچنے کی خبر دی گئی تو ارشاد ہوا علی کو ہمارے پاس لاؤ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ حاضر ہونے سے معذور ہیں یہ سن کے حضور انور خود تشریف لائے اور علی سے بغل گیر ہوئے اور ان کی حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے ان کے پیروں کو دیکھا وہ ورم کر آئے ہیں اور ان سے خون ٹپک رہا ہے حضور انور نے اپنا دونوں ہاتھوں کو لعاب دہن سے تر کر کے ان کے پاؤں پر ملا اور اچھے ہونے کی دعا کی جب علی اچھے ہو گئے اپنی شہادت کے وقت تک انہیں پاؤں کی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

اسد الغابہ میں ایک بات عجیب و غریب بیان ہوئی ہے کہ حضرت علی مدینہ روانہ ہوئے تو دن کو چھپ رہتے تھے اور رات کو چلتے تھے عقل باور نہیں کرتی کہ ایسا ہوا ہو کیونکہ بیسیوں صحابہ عورتیں اور بچے کھلم کھلا مکے سے ہجرت کر گئے مگر کسی قریش نے خفیف سی بھی کسی سے مزاحمت نہیں کی اسی طرح حضرت علی کو جب قریش نے صبح کو دیکھا اور حضور انور کو نہ پایا تو کسی قسم کا غصے کا اظہار حضرت پر مطلق نہیں کیا یہاں تک کہ کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا اور جس وقت وہ مکہ سے مدینہ جانے لگے ہیں تو مشرکین قریش میں سے ایک شخص نے بھی مطلق آپ سے مزاحمت نہیں کی بلکہ ضعیف سے ضعیف روایت یہاں تک کہ کسی کہانی سے بھی یہ بات نہیں پائی جاتی کہ حضرت علی نے مشرکین مکہ سے چھپکے حضور انور کے ہجرت کر جانے کے بعد مکہ سے ہجرت کی پھر کیوں اور کس وجہ سے ان پر خوف طاری ہوا اور وہ اس خوف کی وجہ سے دن کو کسی پہاڑ کی کھو میں چھپے رہتے تھے اور رات کو چلتے تھے اور چلتے چلتے ان کے پیر سوج گئے تھے پیروں کا سوج جانا ممکن ہے ان پر چھالے پڑ جانا ممکن ہیں مگر عقل باور نہیں کرتی کہ جن اہل و عیال کو انہوں نے اپنے سے پہلے روانہ کر دیا تھا وہ اگر سواری پر گئے تھے تو حضرت علی سوار کیوں نہیں ہوئے وہ اگر پیدل گئے تھے تو ان میں نہ کسی کی جان تلف ہوئی اور نہ کسی کے پیر سوجے نہ اس کا کچھ ذکر کہیں روایتوں میں پایا جاتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان اہل و عیال کی نسبت یہ کسی روایت میں بھی بیان نہیں کیا گیا کہ وہ دن کو چھپ رہتے تھے اور رات کو چلتے تھے جب ان کے ساتھ قریشوں کا سلوک غیر معاندانہ تھا تو پھر حضرت علی جیسے نوجوان بچے کے لئے وہ کیا وجہ کیوں ایسے سخت ہو گئے تھے۔ خود اپنے سامنے انہوں نے مکہ سے تو حضرت علی کو نکل جانے دیا مگر راستے میں وہ ان کی تاک میں لگے رہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی بطور خود خوف زدہ ہو گئے تھے وہ خوف ان کا اگرچہ بے بنیاد تھا مگر انہیں اپنی جان کا اندیشہ ضرور تھا کہ مبادا کوئی چوری چھپے ان پر حملہ کر بیٹھے اس لئے وہ دن کو چھپے رہتے اور رات کو چلتے تھے۔ بہر حال ان تمام متضاد روایتوں اور ان تمام قصے کہانیوں

سے ایک یہ بات تو عیاں ہو گئی کہ حضور انور کو آپ کے محفوظ رہنے کا پورا یقین تھا اور اسی یقین کی وجہ سے
آپ نے حضرت علی سے صاف کہہ دیا تھا کہ تمہیں کسی قسم کی گزند نہیں پہنچے گا تم آرام سے بستر پر
سوئے رہنا اور صبح کو اٹھ کے جن لوگوں کی امانتیں ہیں انہیں تقسیم کر دینا یہ حکم اور یہ فیصلہ اس بات کی
شہادت دیتا ہے کہ سونے والا اپنی جان سے پورا مطمئن ہو گیا تھا اور اسے اپنی جان کے ضائع ہونے یا
اس کے خطرے میں پڑنے کا مطلق اندیشہ نہ رہا تھا ایسی حالت وہ تھا کہ انسانوں فرشتوں اور خود اللہ
تعالیٰ کی زبانی شیعی احباب نے سوزوں کئے ہیں اور اسے حضرت علی کی ایک زبردست فدائیت اور
قربانی قرار دیتی ہے وہ بالکل کالعدم ہو جاتے ہیں بہرحال جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ہماری رائے
میں حضرت علی تعریف کے مستحق ضرور ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے مہربان بھائی کے حکم کا پورا پاس کیا
اور اس کے حکم سے روگردانی نہیں کی یہ مانا کہ حضرت علی اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ مجھے اپنی جان کا مطلق
خطرہ نہیں ہے مگر تو بھی ایسے نازک پر حضور انور کے حکم کی اطاعت کرنی اور پاس حکم کا خیال یہ کچھ کم
تعریف کے قابل نہیں ہے۔ ایک اور روایت یہ بیان ہوئی کہ جب صبح کو قریش گھائی میں داخل ہوئے تو
انہوں نے رسول اللہ کو نہ پایا اس پر قریشوں نے حضرت علی سے پوچھا تمہارے بھائی کہاں ہیں
انہوں نے کہا میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں چلے گئے تم نے مجھے ان کا نگہبان نہیں بنایا تھا جو مجھ سے ان
کی بابت پوچھتے ہو اس پر قریشوں نے حضرت علی کو مارا اور کعبہ میں لا کے انہیں ایک گھنٹے کے لئے نظر
بند کر دیا مگر پھر انہیں چھوڑ دیا اس روایت کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ بات صاف طور پر
معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت مشرکین قریش نے حضرت علی سے دریافت کیا کہ تمہارے دوست یا بھائی
کہاں چلے گئے اور انہوں نے صاف طور پر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں چلے گئے تو قریشوں کو
یہ خیال کر کے یہ لڑکا ہم سے جھوٹ بول رہا ہے غصہ آیا ہوگا اور انہوں نے جیسا کہ ان موقعوں پر بچوں
کی گوشمالی کرتے ہیں تھپا کا کان پکڑا ہو یا ایک آدھ تھپڑ مارا ہو اور پھر محض تنبیہ کے لیے ایک گھنٹے
کے لیے کعبہ میں لا کر بٹھا دیا ہو جیسا کہ عموماً بچوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں جب تنبیہ ہو چکی تو تھوڑی
دیر کے بعد انہیں چھوڑ دیا حالانکہ وہ جانتے تھے اور انہیں اس بات کا یقین تھا کہ علی کو معلوم ہے کہ ان
کے دوست محمد ﷺ کدھر چلے گئے اس پر بھی انہوں نے ایک خفیف تنبیہ پر قناعت کی اور پھر کسی قسم

کا بچ تعرض اس کے بعد حضرت علی سے نہیں کیا یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو چھیڑ نہیں مارا صرف ہاتھ پکڑ کے کعبے میں لے گئے اور وہاں گھڑی آدھ گھڑی کے لئے بٹھا دیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں عموماً لوگ اگر کوئی خلاف بات ہو جائے تو بچوں کو اس قسم کی تنبیہ کیا کرتے ہیں غرض ہمارا جو مطلب تھا وہ حل ہو گیا اس وقت قریشیوں کو سوائے حضور انور کے اور کسی سے تعرض نہیں تھا نہ بڑے سے بڑے شیخ قبیلہ سے نہ کسی بچے سے نہ عورت سے اب رہیں یہ اعتقادی باتیں کہ حضرت علی کے لئے جبرئیل میکائیل اترے اور انہوں نے پلنگ پر لیٹے لیٹے ایک قصیدہ موزوں کیا یا اللہ کو علم ہے کہ قلم دوات اور کاغذ ان کے پاس کہاں سے آ گیا کہ انہوں لکھنا بھی شروع کر دیا اور پھر وہ قصیدہ لکھا لکھایا ایک شیعی راوی کے ہاتھ بھی لگ گیا اس قصیدے کا جو کچھ مضمون ہے وہ تو ہے مگر سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور رسول اللہ کے غار ثور کے جانے کی بھی خبر ہو گئی حالانکہ کسی شیعی روایت سے بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ سوائے ابوبکر اور ان کے بچوں اور خادم کے حضور انور نے حضرت علیؓ سے کہا ہو یا اشارتاً بھی یہ کہا ہو کہ میں غار ثور میں جا کے قیام کروں گا ممکن ہے کہ جبرئیل اور میکائیل نے حضرت علی کے کان میں یہ بات کہہ دی ہو اس بستر والے قصے کو شیعوں کی سب سے بڑی معتبر تفسیر یعنی ☆ تفسیر امام حسن عسکری میں بھی بیان کیا ہے۔

☆ان الله تعالیٰ اوحی الیه یا محمد العلی الاعلیٰ یقرء علیکم السلام و یقول لک ان ابا جهل و الملاء من قریش دبروا علیک قتلک الی ان قال و امرک ان تستصحب ابابکر فانه ان انسک وساعدک ووازرک وثبت علی تعاهدک و تعاقدک کان فی الجنة من رفقائک وفی غرفاتها من خلصائک الی ان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی بکر ار ضیت ان تکون معی یا ابابکر.

تطلب کما اطلب وتعرف بانک وانت الذی تحملنی علی ما ادعیه فتحمل عنی انواع العذاب قال ابو بکر رسول الله اما انا لو عشت عمر الدنیا اعذب جمیعها اشد عذاب لا ینزل علی موت مریح ولا فرج و کان ذلک فی محبتک لکان ذلک احب الی من ان اتنعم فیها وانا مالک لجمیع ممالیک ملوکها فی مخالفتک وهل انا ومالی وولدی الا فداءک فقال رسول الله ﷺ لا جرم ان اطلع الله علی قلبک ووجد ما فیه موافقا لما جری علی لسانک و جعلک منی بمنزلة السمع والبصر والراس من الجسد بمنزلة الروح من البدن کعلی الذی هو منی کذلک وعلی فوق ذلک لزیادة فضائله وشرف خصاله یا ابابکر ان من عاهد الله ثم لم ینکث ولم یغیر ولم یبدل ولم یحسد من قد ابانه الله بالتفضیل فهو معنا فی الرفیق الاعلیٰ واذا انت مضیت علی طریقة یحبها منک ربک ولم تتبعها ما یسخطه ووافیته بها اذا بعثک بین یدیه

ابوبکر رسول اللہ کو گرفتار کرانا چاہتے تھے اور جب غار کے قریب مشرک پہنچ گئے تو انہوں نے پیر بڑھا کر انگلیوں کا اشارہ کیا کہ رسول اللہ موجود ہیں انہیں گرفتار کر لو اس لئے سانپ نے یا بچھو نے ان کے پیر میں کاٹ کھایا۔ وہ وہ انگلیوں کا اشارہ نہ کرنے پائے تھے کہ درد کی وجہ سے اپنا سر پکڑ لیا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کی ذات سے دھوکہ کھایا کہ اس نے ایسے پرخطر راستے میں ایک ایسے شخص کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا جو شیعی علماء کے خیال کے بموجب رسول اللہ سے اتنی عداوت رکھتا تھا اور تماشہ دیکھئے کہ ابوبکر کا ایک راز دار خادم آپ کی دونوں لڑکیاں چھ وقت تک چھپ چھپ کے رسول اللہ کو برابر غار ثور میں کھانا پہنچاتی رہیں ابوبکر نے ان سے اشارہ نہ کر دیا کہ تم کفار سے کہہ دینا کہ محمد یہاں چھپے ہوئے ہیں پانے صادقوں اور صدیقوں سے اتنی دشمنی کیونکر اے قوم تو نجات پاسکتی ہے؟ اور کس منہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکتی ہے۔ پھر یہ مشکل تر امر بیان ہوا ہے کہ جس وقت ابوجہل نے حضور انور کے بستر پر حضرت علی کو دیکھا تو کہا کہ محمد (ﷺ) نے علی کو کس طرح قربانی کر کے اپنی جان بچائی یہ سنتے ہی حضرت علی اپنی شجاعت اور فراست کا خود بخود قصیدہ پڑھنے لگے کہ میں ایسا ہوں اور ویسا ہوں اگر مجھے تلوار چلانے کی ممانعت نہ ہوتی تو میں تم سب کو قتل کر ڈالتا حالانکہ کسی نے ان سے اس قسم کا سوال نہیں کیا تھا کہ تم کون ہو اور تم میں کتنی طاقت ہے۔ اب آپ اصل واقعہ کو دیکھئے شیخ ابن الاثیر الجزری نے اپنی کتاب التاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴ اور ۱۰۵ میں یہ لکھا ہے۔

رسول اللہ کا حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر ہجرت کرنا اور غار ثور میں تین روز چھپ کر مدینہ کو روانہ ہونا۔

بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صبح یا شام ایک مرتبہ ہر روز حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لایا کرتے تھے لیکن جب آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ہمارے یہاں دوپہر میں آئے حضرت ابوبکر یہ خلاف عادت آپ کے تشریف لانے کو دیکھ کر بولے کہ اس وقت جو آپ تشریف لائے تو کوئی خاص بات پیدا ہوئی ہے جب آپ اندر آئے اور چوکی پر بیٹھے تو فرمایا کہ اگر یہاں کوئی غیر ہو تو ہٹا دو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میری دو بیٹیاں ہیں کیا ہے فرمائیے آپ نے

فرمایا اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ یہاں سے نکل جاؤ حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں بھی
ساتھ چلوں فرمایا کہ چلو۔ اس کی حضرت ابوبکر کو اس قدر خوشی ہوئی کہ فرحت کے مارے رو پڑے۔
اور عبداللہ بن اریقط کو جو بنی الدیل بن بکر سے تھا اور مشرک تھا اجرت پر لیا تا کہ وہ ان کو راستہ بتائے
رسول اللہ کے نکلنے کا حال بجز حضرت ابوبکر اور آل ابی ابوبکر کے اور کسی کو معلوم نہیں تھا اُن میں سے
حضرت علی کو تو رسول اللہ نے حکم دیا تھا کہ وہ مکہ ہی میں رہ جائیں اور جو امانتیں اُن کو آپ نے دے دی
تھیں اُنہیں جن جن کے ہیں ان کے حوالہ کر دیں بعد ازاں آپ کے پاس چلے آئیں اور آپ
حضرت ابوبکر کے مکان کے پیچھے جو کھڑکی تھی اس سے نکل کر چلے تھے تا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ پھر وہ
دونوں صاحب ثور پہاڑ کے غار میں گئے اور اس میں جا کر گھس گئے حضرت ابوبکر اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم
دے گئے تھے کہ مکہ میں جو جو واقعات آپ کے پیچھے ہوں وہ دن میں سنتا رہے اور رات میں آپ
کے پاس غار میں آ کر سنا دیا کرے اور عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکر کا مولی تھا یہ کہہ دیا تھا کہ دن میں
وہ بکریاں چرایا کرے اور رات کو بکریاں ان کے پاس لے آیا کرے۔ اسی طرح اسماء بنت ابی بکر
بھی شام کے وقت غار پر دونوں صاحبوں کے واسطے کھانا لے جایا کرتی تھیں۔ اسی طرح دونوں غار
میں تین روز رہے ادھر قریش نے یہ اشتہار دے دیا تھا کہ جو کوئی محمد کو پکڑ لائے اسے سو اونٹ دے
دیے جائیں گے ادھر جب عبداللہ بن ابی بکر صبح کے وقت آپ کے پاس لوٹتے تو عامر پیچھے پیچھے ان
کی بکریاں ہانکے لے جاتا اور اس سے عبداللہ کے پیروں کے نشان مٹ جاتے تھے۔ جب تین روز گزر
گئے اور لوگ چپ چاپ ہو گئے تو ان کے پاس ان کا راہبر آیا اور دو اونٹ لایا ایک اُس سے رسول
اللہ ﷺ نے قیمت دے کر لے لیا اور اس پر سوار ہو گئے اور آپ کے واسطے اسماء بنت ابی بکر توشہ
لائیں لیکن تسمہ بھول آئیں جس سے اسے باندھ کر لٹکاتے ہیں اس واسطے انہوں نے اپنا کمر بند کھولا
اور اس سے توشہ کو باندھا اور اُونٹ کے کمر بند سے باندھ کر توشہ لٹکایا گیا اسی وجہ سے اسماء کو ذات
النطاقین (دو کمر بند والی کہتے ہیں۔)

پھر دونوں سوار ہو کر چل دیے اور حضرت ابوبکر نے اپنے مولی عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے
بٹھا لیا کہ راستہ میں خدمت کرتا جائے اسی طرح تمام رات چلے اور صبح سے ظہر تک برابر چلتے چلے

گئے وہاں انہوں نے ایک پتھر کی چٹان دیکھی جو بہت لمبی تھی اس کے قریب میں حضرت ابوبکر نے ایک جگہ ہموار کی کہ رسول اللہ ﷺ کچھ دیر وہاں قیلولہ کر لیں اور اس کے سایہ میں ذرا آرام لے لیں وہاں رسول اللہ نے ذرا آرام کیا اور سو رہے۔ اور حضرت ابوبکر آپ کی نگہبانی کرتے رہے پھر جب آفتاب ڈھل گیا تو اپنی منزل مقصود کو روانہ ہوئے۔

قریش کا رسول اللہ (ﷺ) کی گرفتاری کے لئے اشتہار اور سراقہ کا آپ کے پاس پہنچ کر لوٹنا:

قریش نے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لائے گا اُسے انعام دیں گے۔ اس واسطے ایک شخص سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی آپ کی جستجو میں روانہ ہوا اور جہاں زمین سخت آ گئی تھی یعنی ریت نہ تھا وہاں آپ کو جا لیا حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ پکڑنے والے آ پہنچے آپ نے فرمایا کچھ اندیشہ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے اور رسول اللہ نے سراقہ پر بددعا کی اُس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور اس کے پیٹ سے کچھ دھواں سا نکلا سراقہ نے عرض کیا محمد دعا کرو کہ مجھے اللہ اس بلا سے بچا دے اور میں جو لوگ آپ کی تلاش میں آ رہے ہیں انہیں لوٹا دوں گا آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی وہ چھوٹ گیا مگر اس نے پھر بھی پیچھا کیا پھر جناب رسالتمآب ﷺ نے اس کے حق میں بددعا کی اور گھوڑے کے پیر زمین میں پہلے سے بھی زیادہ گھس گئے۔ سراقہ نے کہا محمد میں جان گیا کہ یہ آپ کی ہی دعا سے ہے اب دعا کیجئے میں اس امر کا ذمہ لیتا ہوں کہ آپ کے متلاشیوں کو واپس کر دوں گا رسول اللہ نے دعا کی اور وہ چھوٹ گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ترکش میں سے تیر لے لیجئے آپ نے فرمایا مجھے تیرے تیروں کی حاجت نہیں ہے۔ پھر جب وہ لوٹنے لگا تو (اس حکایت کی روایت کے سوا آپ نے اس سے یہ) فرمایا کہ سراقہ اگر تجھے کسریٰ کے کنگن مل جائیں تو تو خوش ہوگا یا نہیں کہا کیا کسریٰ بن ہرمز کے آپ نے فرمایا ہاں یہ سن کر (اس نے کہا ہاں خوش ہوں گا اور لوٹ گیا پھر کوئی راستے میں ملا اس سے اس نے کہہ دیا کہ ادھر تو میں دیکھ آیا اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے اور سب کو پھیر دیا بی بی اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر گئے تو کچھ لوگ قریش کے ہمارے یہاں آئے۔

جن میں ابو جہل بھی تھا اور آ کر حضرت ابو بکر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم ابو جہل نے ہاتھ اٹھا کر میرے گال پر ایک ایسا زور سے طمانچہ مارا کہ جس سے میرا بندہ گر پڑا وہ بڑا بدکردار خبیث آدمی تھا اور ہم سست اور غمگین تھے اور ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں گئے ہیں کہ اسی میں ایک جن مکہ کے اسفل کی طرف سے آیا لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلتے اور آواز سنتے جاتے تھے مگر وہ نظر نہ آتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا

جزى الله رب الناس خير جزائه   رفيقين حلا خيمتي ام معبد

اللہ تعالیٰ جو مخلوق کا پروردگار ہے ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جو خیمہ ام معبد میں جا کر اترے تھے۔ "هما نزلا بالهدى واهتدت به   فافلح من امسى رفيق محمد"

وہ دونوں ہدی مقام پر ٹھہرے اور وہاں صبح ٹھہرے واقع میں جو شخص محمد کا رفیق ہوا اس کو فلاحیت نصیب ہوگی۔

"فيا لقصي ما زوى الله عنكم   به من فعال لا تجازى وسودد"

اے بنی قصی اس رسول کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے تم میں وہ افعال اور سیادت برقرار رکھی ہے جس کی نظیر نہیں ہے "ليهن بني كعب مكان فتاتهم   ومقعدها للمؤمنين بمرصد"

اے بنی کعب تمہاری ام معبد سے نوجوان عورتوں کا مکان اور نشست گاہ یا بنگلہ مبارک ہو جو مومنین کے راستہ میں واقع ہے۔ بی بی اسماء کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ آواز سنی تو ہم پہچان گئے کہ آپ کا رخ مدینہ کی طرف تھا اسی طرف گئے ہوں گے۔ پھر بخاری نے اپنی صحیح پارہ ۱۵ صفحہ ۹۷۱ میں یہ لکھا ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر رسول اللہ تشریف لائے اور آپ نے اجازت طلب کی آپ کو اجازت دی گئی تو آپ اندر تشریف لائے پھر نبی ﷺ نے ابو بکر سے کہا کہ جو لوگ تمہارے پاس ہوں ان کو ہٹا دو ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہو جائیں یہاں تو صرف میرے ہی گھر والے ہیں آپ نے فرمایا۔ تو (سنو) مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ابو بکر نے کہا کہ یا رسول اللہ میرا باپ آپ پر فدا ہو جائے مجھے بھی رفاقت میں لیجیے گا آپ نے فرمایا ہاں ابو بکر نے کہا کہ میرا باپ آپ فدا ہو جائے میری دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تو قیمت لیں گے حضرت عائشہ کہتی ہیں ہم ان کو بہت سرعت کے ساتھ تیار

کرنے لگے اور ہم نے اُن دونوں کے لئے کچھ ناشتہ ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھ دیا پھر اسماء بنت ابوبکر نے اپنے ازار بند کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اُس سے تھیلے کا منہ بند کر دیا اسی وجہ سے اُن کا نام ذات النطاقین رکھا گیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ اور ابوبکر جب ثور کے غار میں جا چھپے تین دن تک وہاں چھپے رہے عبداللہ بن ابی بکر شب کو انہیں کے پاس رہتے تھے۔ اور وہ (اُس زمانے میں) ایک نوجوان ذہین سمجھ دار تھے (رات کو اُن کے پاس رہتے تھے) اور اخیر شب کو اندھیرے میں ان کے پاس سے چل دیتے تھے صبح قریش کے ساتھ مکہ میں کرتے تھے مثل اس شخص کے جو شب کو وہیں رہا ہو پس وہ جب کوئی بات ایسی سنتے تھے جس سے ان کے ساتھ فریب کیا جاتا ہو تو اُس کو یاد کر لیتے تھے اور اسکی خبر جب اندھیرا ہو جاتا تھا تو ان دونوں کے پاس لے جاتے تھے اور ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ انہیں کے پاس جا کے چراتا تھا اور جب کچھ رات گذر جاتی تھی تو وہ ان بکریاں کو ان کے پاس لے جاتا تھا پس وہ شب کو ان ہی بکریوں کا دودھ پی کھاتے تھے اور صبح کو اندھیرے ہی میں عامر بن فہیرہ ان بکریوں کو ہانک کر لے جاتے تھا وہ ان تین راتوں میں ہر رات کو ایسا ہی کرتا رہا اور رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر نے (قبیلہ) بنی دیل میں سے ایک شخص کو مزدوری میں لگایا اور وہ بنی عبد بن عدی میں سے تھے بڑا واقف کار رہبر تھا وہ عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا پس ان دونوں نے اُسے امین بنایا اور اپنی سواریاں اُسے دے دیں اور اس سے تین دن کے بعد یعنی تیسرے دن کی صبح کو غار ثور پر اُن دونوں سواریوں کے لئے آنے کا وعدہ لے لیا اور ان سواریوں کے ہمراہ عامر بن فہیرہ اور وہ رہبر چلا اور اس رہبر نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکر کو دریا کنارے کے رستے پر لگا دیا اس کے دیکھنے سے یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو جاتی ہے کہ سوائے ابوبکر ان کے بچوں کے اور ملازموں کے دوسرے شخص کو متعلق خبر نہیں تھی پھر تاریخ طبری مطبوعہ مطبع حسینی مصری جلد ثانی صفحہ ۲۳۶-۲۳۷ میں یہ لکھا ہے ☆

☆ قال ابو جعفر واذن الله عزوجل لرسول ﷺ عند ذلك بالهجرة فحدثنا علي بن نصر الجهضمي قال حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث وحدثنا عبد الوارث بن عبد الصمد بن عبد الوارث قال حدثنا ابي قال حدثنا ابان العطار قال حدثنا هشام بن عروة عن عروة قال لما خرج اصحاب رسول الله ﷺ الى المدينة وقبل ان يخرج يعني رسول الله ﷺ وقبل ان تنزل هذه الآية التي امر وفيها بالقتال استأذنه ابو بكر ولم يكن امره بالخروج مع من خرج من

عامر بن فهیرہ مولاہ خلفه یخدمهما بالطریق. حدثنا ابن حمید قال سلمة قال حدثنی محمد بن اسحاق قال و حدثت عن اسماء بنت ابی بکر قالت لما خرج رسول الله ﷺ وابوبکر اتانا نفر من قریش فیهم ابوجهل بن هشام فوقفوا علی باب ابی بکر فخرجت الیهم فقالوا این ابوک یا ابنة ابی بکر قالت لا ادری والله این ابی قالت فرفع ابوجهل یدہ و کان فاحشا خبیثا فلطم خدی لطمة طرح منها قرطی قالت ثم انصرفوا و مکثنا ثلاث لیال لا ندری این توجه رسول الله ﷺ حتی اقبل رجل من الجن

اسفل مکة یتغنی بابیات من الشعر غناء العرب والناس یتبعونه یسمعون صوته ما یرونه حتی خرج من اعلی مکة وهو یقول :

جزی الله رب الناس خیر جزائه   رفیقین حلا خیمتی ام معبد

هما نزلا بالهدی واغتدیا به   فافلح من امسی رفیق محمد

لیهن بنی کعب مکان فتاتهم   ومقعدها للمؤمنین بمرصد

قالت فلما سمعنا قوله عرفنا حیث وجه رسول الله ﷺ وان وجهه الی المدینة و کانوا اربعة رسول الله ﷺ وابوبکر وعامر بن فهیرة وعبدالله بن ارقد دلیلهما قال ابو جعفر حدثنی احمد بن المقدام العجلی قال حدثنا هشام بن محمد بن السائب الکلبی قال حدثنا عبدالحمید بن ابی عبس بن محمد بن ابی عبس بن جبر عن ابیه قال سمعت قریش قائلا یقول فی اللیل علی ابی قبیس

فان یسلم السعدان یصبح محمد   بمکة لا یخشی خلاف المخالف

فلما اصبحوا قال ابو سفیان من السعدان سعد بکر سعد تمیم سعد هذیم فلما کان فی اللیلة الثانیة سمعوہ یقول

ایا سعد سعد الاوس کن انت ناصرا   ویا سعد سعد الخزرجین الغطارف

اجیبا الی داعی الهدی وتمنیا   علی الله فی الفردوس منیة عارف

فان ثواب الله للطالب الهدی   جنان من الفردوس ذات رفارف

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ جب کفار مکہ وغیرہ کے ظلموں کی حد ہو گئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ ہم سے علی بن نصر جہضمی نے بیان کیا ہے جو چند واسطوں سے عروہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کے بہت سے صحابہ مدینہ منورہ چلے گئے اور ابھی خود حضور انور کو مدینہ تشریف لے جانے کی اجازت نہ ہوئی اور وہ آیت بھی نازل نہ ہوئی جس میں صحابہ کو جہاد کرنے کا حکم ہے تو اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اجازت چاہی مگر چونکہ ابھی حضور انور کو ان صحابہ کے ساتھ جانے کا حکم نہ ہوا تھا جو مدینہ جا رہے تھے اس لئے آپ نے ابوبکر صدیقؓ کو بھی روک لیا اور یہ فرمایا کہ ابھی ذرا ٹھیرو کیونکہ میں یقیناً تو نہیں

کہہ سکتا مگر ہاں مجھے امید ہے کہ شاید اب مجھے بھی یہاں سے چلے جانے کی اجازت ہو جائے گی۔ اور ابوبکر نے یہ بات ہونے سے پہلے ہی دو اونٹ خرید لئے تھے اور ان کو اس قصد سے تیار کر رہے تھے کہ حضور انور کے اور صحابہ کے ساتھ ان پر سوار ہو کے میں بھی مدینہ چلا جاؤں گا لیکن جب حضور انور نے ان سے مہلت مانگی اور جو آپ کو اللہ سے امید تھی وہ ان سے بیان کر دی تو انہوں نے آپ کے ہمراہ ہی چلنے کی غرض سے وہ دونوں اونٹ اپنے پاس رکھ لئے اور ان کو کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کر لیا مگر جب کچھ روز گزر گئے اور حضور انور کو اجازت ہجرت کی نہ ہوئی تو ایک روز صدیق اکبر نے پوچھا کہ کیا ابھی تک آپ کو امید اجازت ہو جانے کی ہے فرمایا کہ ہاں میں تو حکم الٰہی کے انتظار ہی میں ہوں یہ سن کر ابوبکر پھر خاموش ہو رہے اس کے بعد کا قصہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز ہم سب اپنے گھر میں تھے اور ابوبکر کے پاس اس وقت سوائے آپ کی دونوں لڑکیوں عائشہ اور اسماء کے اور کوئی نہ تھا میں دوپہر کا وقت تھا کہ یکا یک رسول اللہ تشریف لے آئے اور اس سے پہلے صبح وشام حضور ہمارے گھر ضرور تشریف لایا کرتے تھے لیکن آج جو ابوبکر نے یہ دیکھا کہ حضور اس دوپہر میں تشریف لائے ہیں تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ

آج کوئی نہ کوئی نئی بات پیش آئی جو حضور نے اس وقت تکلیف فرمائی آپ کچھ بولے نہیں جب آپ اندر گھر میں تشریف لے آئے تو ابوبکر سے فرمایا کہ جو غیر آدمی یہاں ہو اُسے ذرا باہر کر دو مجھے کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ حضور اطمینان فرمائیں یہاں فقط میری دونوں بیٹیاں ہیں کوئی اور غیر وغیرہ نہیں ہے تب آپ نے فرمایا مجھے اللہ پاک نے مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم دے دیا ہے۔ ابوبکر کہنے لگے حضور میں بھی ہمراہ ہوں گا فرمایا ہاں تم بھی ہمراہ رہنا عرض کیا حضور میرے پاس دو اونٹ ہیں اور یہ دونوں اونٹ وہی تھے جن کو مدینہ جانے کی غرض سے پہلے ہی سے خوب کھلا پلا رہے تھے ان میں سے ایک اونٹ آپ لے لیں اور اسی پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا کہ میں مفت تو لیتا نہیں قیمت سے لیتا ہوں اور ایک شخص عامر بن فہیرہ ازد شنوءہ کے خاندان میں سے اس وقت میں طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے اور یہ ہمارے ماں شریکی بھائی بھی تھے۔ یہ ہمارے ماں شریکی بھائی بھی تھے یہ عامر اس روز مسلمان ہو گئے مگر چونکہ دوسرے کے غلام تھے اس لئے ابوبکر نے ان کو خرید کر جب ہی

آزاد کر دیا اور یہ خاص اسلامی احکام کے پابند ہو گئے جب آنحضرت ﷺ اور ابوبکر روانہ ہونے لگے
تو ابوبکر کے پاس تھوڑی سی بکریاں دودھ دینے والی تھیں یہ بکریاں دے کر ابوبکر نے عامر کو بھیج دیا
یا کہ تم ان کو غار ثور کی طرف چرانے لے جاؤ وہ لے گئے اور یہ دونوں صاحب بھی کوہ ثور کے غار میں جا
ٹھیرے جب عامر کو ان کا اس غار میں قیام کرنا معلوم ہو گیا تو وہ روز شام کو ان کے پاس بکریاں لے
آیا کرتے اور یہ غار وہی ہے جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر آیا ہے پھر ان دونوں نے اپنی سواریاں
منگانے کے لئے ایک آدمی بھیجا جو خاندان عبد بن عدی میں سے قریش کا حلیف تھا ان دنوں تو یہ
مشرک ہی تھا مگر انہوں نے ملازم رکھ لیا تھا اور یہ راستے سے خوب واقف تھا اور جتنے دنوں یہ دونوں غار
میں رہے ان میں عبداللہ بن ابی بکر شام کو آ آ کر مکہ کی خبریں ان کو برابر سناتے رہے شام کو یہاں
ہوتے اور صبح ہی مکہ پہنچ جاتے اور عامر بھی حسب دستور روزانہ شام کو بکریاں یہاں لے آتے اور جب
یہ ان کا دودھ نکال لیتے تو صبح کو پھر وہ لے جاتے اور چرواہوں میں جا ملتے جس سے کسی پر ان کا کچھ
بھید نہیں کھلا جب مکہ میں ان کی طرف سے شور و شغب بیٹھ گیا اور یہاں بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ اب مکہ
والے دونوں صاحبوں کی طرف سے خاموش ہو گئے ہیں ادھر ان کے ملازم یعنی عدوی ان کے دونوں
اونٹ بھی لے کر آ گئے تب دونوں صاحب وہاں سے روانہ ہو گئے اور عامر کو بھی اپنی ہمراہ لے لیا عامر
ان کی خدمت کرتے اور اکثر کام کاج میں ان کے معین رہتے تھے کبھی ان کو ابوبکر اپنے پیچھے سوار کر
لیتے اور کبھی باری باری اترتے چڑھتے چلتے تھے اس وقت ان کے ساتھ اور کوئی نہ تھا سوائے ایک
عامر کے یا اس عدوی کے جو رستہ بتانے کے لئے ساتھ تھا وہ ان کو مکہ کی نشیبی جانب سے نکال کر
ساحل دریا ہوتا ہوا عسفان کے نیچے لے گیا اور وہاں سے بڑھ کر قدید سے نکل کے سڑک سڑک خرار
پہنچے وہاں سے ثنیۃ المرہ پہنچ کے اس رستہ پر ہو لئے جسے لوگ مدلجہ کہتے ہیں جو عمق اور روحا کی سڑک
کے درمیان ہیں اور آگے عرج کی سڑک سے جا ملتا ہے وہاں سے یہ اس گھاٹی کی طرف بڑھے جو عابر
کے نام سے مشہور ہے اور جاتے ہوئے دائیں طرف پڑتا ہے وہاں سے بطن پہنچ گئے پھر مدینہ منورہ
پہنچ کر دوپہر سے پہلے بنی عمرو بن عوف کے ہاں جا اترے وہاں کے قیام کی بابت اوروں کا بیان تو یہ
ہے کہ ان کے ہاں آپ صرف دو روز رہے تھے اور خود بنو عمرو عوف کا بیان ہے کہ اس سے زیادہ رہے

تھے پھر آپ مع اپنی سواری کے دوسرے محلے بنی النجار میں تشریف لے گئے ابن حمید سے روایت ہے
جو چند واسطوں کے بعد عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ کوئی روز ایسا نہ تھا کہ
جس میں حضور انور دو وقت ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں صبح کو یا شام کو آتے ضرور تھے لیکن جب
وہ دن ہوا کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور مکہ کو چھوڑ اور
اپنی قوم سے علیحدگی کرنے کا حکم دے دیا تو اس روز حضور ہمارے ہاں عین دوپہر میں ایسے وقت
تشریف لائے کہ پہلے کبھی ایسے وقت تشریف نہ لائے تھے جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو یہ کہتے
ہوئے جلدی سے اٹھے کہ رسول اللہ کا خلاف وقت تشریف لانا کسی خاص وجہ سے ہوا ہے جب آپ
اندر تشریف لے آئے تو ابوبکر نے آپ کے لئے اپنا پلنگ چھوڑ دیا آپ اس پر بیٹھ گئے اس وقت
ابوبکر کے پاس اور کوئی نہ تھا سوائے میرے اور میری بہن اسماء کے آپ نے فرمایا کہ جو غیر آدمی یہاں
ہمارے قریب ہو اسے باہر کر دو میں ایک بات کہوں گا عرض کیا حضور یہاں تو صرف میری یہ دو بیٹیاں
ہی ہیں میرے والدین حضور انور پر قربان ہوں اور یہاں کوئی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل
نے مجھے یہاں سے چلے جانے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے ابوبکر نے عرض کیا حضور میں
بھی ہمراہ ہوں گا فرمایا ہاں تم بھی ساتھ رہو گے حضور کے اس جواب سے میرے والد کو اس قدر خوشی
ہوئی میں اللہ کی قسم کھا کے کہتی ہوں کہ میں نے اپنی عمر میں کبھی کسی کو خوشی سے روتے ہوئے نہیں دیکھا
تھا صرف اس روز اپنے والد کو خوشی کی وجہ سے روتے ہوئے دیکھا ہے ابوبکر کہنے لگے کہ حضور میرے
یہ دو اونٹ ہیں جن کو میں صرف اسی سفر کے لئے بہت دنوں سے تیار کر رہا تھا آپ نے منظور فرمالیا اور
اسی وقت دونوں نے مشورہ کر کے عبداللہ بن ارقد کو ملازم رکھ لیا یہ شخص خاندان بنی الدیل سے تھا اس
کی والدہ بنی سہم کے خاندان سے تھی یہ اس وقت تک مشرک تھا راستہ بتلانے کا کام دیتا تھا دونوں
نے اپنے اپنے اونٹ اس کے حوالے کر دیئے اس سے کچھ وعدہ ٹھہر گیا تھا یہ وعدہ کے مطابق اونٹوں کو
اپنے پاس رکھتا اور چراتا رہا اور جہاں تک میرا علم ہے حضور انور کے مکہ سے روانگی کے وقت کی کسی کو خبر
نہیں ہوئی سوائے علی بن ابی طالب اور ابوبکر صدیق یا ان کی دونوں لڑکیوں کے حضرت علی کو خود حضور
ہی نے اپنے تشریف لے جانے کی خبر کر کے یہ فرما دیا تھا کہ تم میرے بعد مکہ میں ٹھہرنا اور جن لوگوں کی

امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں وہ انہیں پہنچا دینا حضور انور ﷺ کو اہل مکہ صادق اور امین سمجھتے
تھے اس لئے وہ جو لوگوں کی چیزیں آپ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے جب آپ کا پختہ ارادہ ہجرت کا
ہو گیا تو ابو بکر کے پاس آئے اور ابو بکر کے مکان کے پیچھے ایک کھڑکی تھی اس میں سے آنحضرت اور
ابو بکر دونوں نکل کر چلے گئے پھر دونوں نے جبل ثور کا رخ کیا اس میں ایک غار تھا اس میں جا کے چھپ
گئے۔ اور حضرت ابو بکر اپنے بیٹے عبداللہ سے کہہ گئے تھے کہ تم دن کو انہیں لوگوں میں رہنا اور جو کچھ یہ
ہماری نسبت کہیں یا صلاح و مشورہ کریں سنتے رہنا اور شب کو غار میں آ کے ہمیں خبر دے دینا اور اپنے
غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ دن کو بکریاں چرانا اور شب کو ہمارے پاس غار میں لے آنا اور حضرت ابو بکر
کی بیٹی اسماء بھی جب رات ہوتی تو دونوں صاحبوں کے لئے بقدر ضرورت کھانا لے آتیں اسی طرح
تین رات دن برابر حضور انور اور ابو بکر غار میں رہے اہل قریش نے جب حضرت کو نہ پایا تو یہ اشتہار
دیا کہ جو کوئی آپ کو پکڑ کے لائے گا وہ انعام میں سو اونٹ پائے گا عبداللہ بن ابی بکر قریش میں ملے
جلے رہتے تھے یہ سب باتیں اور جو کچھ حضرت کی نسبت صلاح و مشورے ہوتے تھے رات کو غار میں
آ کر کہہ جایا کرتے تھے اسی طرح آپ کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو اور چرواہوں کے ساتھ مل کے
بکریاں چراتا اور شام کو غار پر لے آتا یہ دونوں اس کا دودھ دوہ لیتے اور ذبح کرتے جب صبح کو عبداللہ
بن ابی بکر مکہ جاتے تو پیچھے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عامر بن فہیرہ بھی اپنی بکریاں لے کر چلتا
تا کہ قدموں کے نشانات مٹ جائیں جب تین دن گزر گئے اور لوگ تھک کر بیٹھ گئے تو ابو بکر کا ملازم
وہ دونوں اونٹ لے کر آیا اور اسماء بنت ابی بکر آپ کے لئے توشہ لائیں لیکن اس کا بندھن بھول آئیں
جب لٹکانے لگیں اس وقت یاد آیا اسی وقت اپنا کمربند کھول کے اس سے باندھا جب ہی سے اسماء کا نام
ذات النطاقین پڑ گیا حضرت ابو بکر نے ان دونوں اونٹوں میں جو بہتر اور افضل تھا حضرت کے آگے
پیش کیا اور فرمایا حضور سوار ہو جائیے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے فرمایا میں پرائے
اونٹ پر سوار نہیں ہوتا ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ یہ آپ ہی کا ہے اور آپ ہی کے لئے اور اسی دن کے
لئے میں نے پہلے سے خرید رکھا تھا پس وہ دونوں سوار ہو کر چلے اور ابو بکر نے اپنے خدمتگار عامر بن
فہیرہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا یہ دونوں صاحبوں کی راستہ میں خدمت کرتا گیا

ابن حمید اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما چلے گئے تھے ہمارے پاس کچھ لوگ قریش کے آئے جس میں ابوجہل بھی تھا انہوں نے مجھ سے پوچھا تیرا باپ ابوبکر کہاں ہے میں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہاں ہے پس ابوجہل بدکار خبیث نے اس زور سے تھپڑ مارا کہ میرے کان کا بندہ گر گیا پھر وہ لوگ چلے گئے اور تین روز تک ہمیں معلوم نہ ہوا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے ہیں یہاں تک کہ ایک مرد قوم جن سے مکہ کے نشیبی جانب سے عربی لہجہ میں کچھ شعر پڑھتا ہوا آیا لوگ سنتے اور دوڑتے تھے لیکن وہ دکھائی نہ دیا جب مکہ کی بلندی پر وہ آیا تو یہ شعر سنائی دیئے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) اللہ رب العالمین ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمے میں جا کر ٹھیرے تھے

(۲) پھر وہ دونوں مقام ہدیٰ میں بوقت صبح پہنچے اور قیام کیا بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے محمد کی رفاقت کی

(۳) اے بنی کعب مبارک ہو کہ تمہاری عورتوں کے مکان ایسی جگہ واقع ہیں کہ مسلمانوں کے ٹھیرنے کے کام آتے ہیں۔

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ سنا تو جان لیا کہ آپ مدینہ کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور یہ کل چار شخص تھے ایک رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق آپ کا غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارقد رستہ بتانے والا۔ ابن جریر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات قریش نے جبل ابی قبیس پر کسی کو اس طرح کہتے ہوئے سنا کہ اگر وہ شخص جن کے نام سعد ہیں مسلمان ہو جائیں تو پھر محمد کو مکہ میں کسی دشمن کی مخالفت کا ڈر نہ رہے جب صبح ہوئی تو ابوسفیان نے کہا کہ یہ کون تھا اور دونوں سعد سے کون سے سعد مراد ہیں کیا سعد بنی بکر یا سعد بنی تمیم یا سعد ہزیم۔ جب دوسری رات ہوئی قریش نے سنا کہ وہی شخص اس طرح کہہ رہا ہے کہ اے سعد بنی اوس اور اے سعد بنی خزرج کے تو جوان بہادر داعی ہو اور مدد کرو۔ ہادی برحق کا کہا مانو اور عارفین کی طرح تم بھی اللہ کے ثواب کے وہی لوگ مستحق ہیں اور بہشت بریں اور اس کی زیب و زینت کے وہی لوگ مالک ہیں جو ہدایت کے طالب ہیں۔۔ جب صبح ہوئی تو ابوسفیان نے کہا آہ اللہ کی قسم اس سے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ مراد ہیں۔ (تاریخ

طبری کی روایت کا ترجمہ ختم ہوا۔ اب آپ بستر پر لیٹنے کی کہانی کو بغور ملاحظہ فرمائیں اگرچہ بعد کی کل تاریخوں میں قریب قریب اس کہانی کو دہرایا گیا ہے۔ اور جیسا کہ اکثر مورخین کا قاعدہ ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے ایک دوسرے کی تقلید کر بیٹھتے ہیں اور بغیر واقعات کو جانچے جو گمان کا دل چاہتا ہے حاشیہ چڑھا کے بغیر اعتقاد محض تقلیداً اپنی کتاب میں واقعات کا اندراج کر دیتے ہیں اسی طرح اس بستر والی روایت میں اپنی اسی قدیم فطرت سے کام لیا گیا ہے اور آنکھ بند کر کے بعض نے اعتقاداً بعض نے تقلیداً اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے مگر خوب چھان بین کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ بستر پر لیٹنے کی کہانی بعد کی ایجاد کردہ ہے کیونکہ حضور انور رسول اللہ نے جب مکے سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ دوپہر سے ابوبکر صدیق کے مکان پر آگئے اور جب آپ نے مکے کو چھوڑا ہے تو ابوبکر صدیق ہی کے مکان سے روانہ ہوئے ہیں یہ کسی صحیح روایت میں نہیں معلوم ہوتا کہ روانہ ہونے سے پہلے سوائے ابوبکر صدیق اور ان کے بچوں کے کسی شخص کو بھی آپ کی روانگی کی اطلاع تھی یہ کام بہت ہی رازداری سے کیا گیا تھا اس کے علاوہ کوئی روایت صحیح اسناد سے ایسی دیکھنے میں نہیں آئی کہ جو حضرت علی سے منقول ہو اور حضرت علی خود بیان فرمائیں کہ ایسا ایسا موقعہ ہوا تھا اور مجھے چلتے وقت رسول اللہ نے بستر پر لیٹنے کا حکم کیا تھا تمام کتب سیر اور تمام مرویات سوا ایسی مستند روایت سے خالی ہے اسد الغابہ میں بھی حضرت علی کی روایت سے بستر والی کہانی درج نہیں کی گئی ہے خود طبری تو ایک حد تک خاموش ہے ہجرت کے واقعات یا حالات صرف ان حضرات کی شہادت سے معلوم ہو سکتے ہیں خود حضور انور ﷺ عبداللہ بن ابی بکر، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن اریقط، اور ابوبکر صدیق دونوں آپ کی صاحبزادیاں عائشہ صدیقہ، اسماء، حضرت علی بس سوائے ان آٹھ کے کوئی اور شخص ایسا نہیں معلوم ہوتا ہے جس کی نسبت یہ شبہ بھی ہو سکے کہ رسول اللہ کی نقل و حرکت کی خبر اسے ہوئی ہو صحیح بخاری میں زیادہ تر ہجرت کے واقعات محض عائشہ صدیقہ سے منقول ہیں اور انہیں کی شہادت پر اکتفا کیا جاتا ہے اس لئے کہ انہوں نے خود رسول اکرم کو غیر معمولی وقت میں اپنے مکان کے اندر دیکھا آپ کی باتیں سنیں جس غار میں آپ پناہ گزین ہوئے تھے وہاں حضرت عائشہ کی بہن اسماء خود کھانا لے کے جاتی تھیں انہیں سارے حالات اچھی طرح معلوم تھے تو انہیں کی شہادت ایک کافی شہادت ہے اور ہم اسی پر

اکتفا کرتے ہیں اور کوئی وجہ اس میں نقص اور شبہ کی نہیں پاتے معاملات بالکل آئینہ اور صاف ہیں صدیقہ کا بیان بہت سادہ اور واقعات پر مبنی ہے اب سمجھ میں نہیں آتا جب وہ ہجرت کے راز سے من اول الی آخرہ کل حالات سے واقف تھیں تو انہوں نے کیوں نہیں حضرت علی کے بستر پر لیٹنے کا واقعہ بیان کیا یہ بات بظاہر کچھ معمولی نہ تھی وہ اسکی نسبت کچھ بیان نہ فرماتیں ان کے بیان سے صداقت ٹپکتی ہے اور کسی قسم کی نکتہ چینی ان کے بیان کردہ حالات پر نہیں ہو سکتی۔ یہ واقعہ کہ حضور انور رسول اللہ چلتے وقت حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹا گئے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بیان یہ کیا گیا ہے کہ مشرکین عرب کو جو آپ کے قتل پر آمادہ تھے دھوکہ دینے کیلئے آپ نے ایسا کیا تھا۔ حالانکہ جس وقت آپ ابوبکر صدیق کے مکان پر آئے ہیں اور برابر روز مرہ آتے رہے ہیں اس سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کوئی باقا عدہ۔ پہرہ چوکی شعب ابو طالب پر نہیں تھی اور نہ آپ کو اندر جانے اور باہر نکلنے کی ممانعت تھی صرف ایک معمولی نگرانی ضرور تھی اور اس نگرانی کا اتنا ہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم مکہ سے با ہر نہ جانے پائیں مگر جب قریشوں کا جلسہ ہوا اور انہوں نے اس کشمکش سے نجات پانی چاہی اور ان کا منشاء ہوا کہ رسول اللہ کو قتل کر دیں اور اس منشاء کی خبر خواہ بذریعہ وحی ہوئی خواہ قرائن سے آپ کو معلوم ہو گئی تو آپ نے یہی بہتر سمجھا کہ یہاں سے ہجرت کر جانا ہی بہت بڑی عاقلانہ کاروائی ہے۔ اور اس سے بہتر دوسری تدبیر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ تشریف لے گئے بس سوائے اس کے اور کو ئی بات سمجھ میں نہیں آتی جب قریشوں کو آپ کے چل جانے کی خبر ہوئی تو انھوں نے بیشک آپ کا تعا قب کیا اور اس تعاقب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا جب قدرت کوئی نیا کام کرنے کا ارادہ کرتی ہے اس کے اسباب بھی ویسے ہی پیدا کر دیتی ہے تو اس اسباب بھی ویسے ہی پیدا کر دیتی ہے قدرت کو یہ منظور تھا کہ مکہ نہیں بلکہ یثرب جو بعد ازاں مدینۃ النبی کہلایا اللہ تعالیٰ کی توحید کا مرکز قرار دیا جائے اور یہیں سے روحانی برتری افضائل حمیدہ اور فتوحات ملکی کا چشمہ ابلے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند سال میں اسی مرکز سے تمدن کی اشاعت ہوئی توحید کا آفتاب طلوع ہوا اور اللہ پرستی کے چاند نے اپنی خنک شعاعوں سے طلوع ہو کے تمام دنیا کو روشن کر دیا بس بستر والی کہانی ختم ہو گئی جو کچھ ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا اور جتنی ہم سے کوشش ہو سکی ہم نے اس کہانی کی ادھیڑ بن میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا

اب اس کا فیصلہ ناظر کتاب کے ہاتھ ہے مندرجہ واقعات سے جو اوپر درج کئے گئے ہیں ناظرہ خود اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ غیر طرفدارانہ اس پر نظر کرے عقائد اور پرانے خیالات کو یا قدیم سنی سنائی باتوں کو دور کر کے ٹھنڈے دل اور تامل سے محققانہ طور پر اس پر غور کرے تو ہمیں امید ہے کہ وہ یقیناً اسی نتیجے پر پہنچ جائے گا جس نتیجے پر ہم پہنچے ہیں فقط۔

حضرت علی کا نکاح:۔ ہجرت کے دوسرے سال مدینے میں حضور انور نے اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ کر دیا یہ کوئی اہم واقعہ نہ تھا اس کے علاوہ آپ کی اور کئی صاحبزادیوں کا نکاح اسی طرح ہوا مگر کسی نے بھی کسی نکاح کو ایسی اہمیت نہیں دی جیسا کہ بعض خوش اعتقادوں نے حضرت علی کے نکاح کو دی کیسی کیسی روایتیں گھڑی گئیں اور کیسی کیسی کہانیاں ایجاد کی گئیں اور تخیل کی کس طرح باگ ڈھیلی چھوڑ دی گئی غرض حسب عادت کیا کیا کچھ نہ کیا گیا ہمارے احباب نے حضرت خاتون محشر کے بیان میں اپنے اصلی مذاق کو نہ جانے دیا یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی خوب ہی لے دے کی ہے اور بغیر کسی صحیح سند کے آنکھ بند کر کے ان لوگوں کی روایتیں جن کی صداقت مشکوک ہے اپنی مختلف کتابوں میں درج کر دیں۔ جس وقت حضرت بی بی فاطمہ کا نکاح ہوا ہے کہتے ہیں اس وقت آپ کی عمر چودہ برس ساڑھے پانچ مہینے کی تھی اور حضرت علی کی عمر اکیس برس اور پانچ مہینے کی تھی ایک روایت میں حضرت بی بی فاطمہ کی عمر کے چودہ دن کم بیان ہوئے ہیں جیسا کہ استیعاب ☆ والے نے درج کیا ہے۔

☆ عن عبداللہ بن جعفر الہاشمی قال انکح رسول ﷺ فاطمة بعد واقعة احد و کان عمرھا اذ ذاک خمسة عشر سنة و خمسة الشھر و نصف و کان سن علی احدی و عشرین سنة و خمسة الشھر و قال زبیر بن بکار تزوجھا علی فی السنة الثانیة من الھجرة و کان عمرھا اذ ذاک خمسة عشر و خمسة الشھر ۔ فقط عمروں کے متعلق جو اس روایت میں بیان ہوا ہے کمی بیشی بھی ممکن ہے مگر ہم اس پر زیادہ زور دینا نہیں چاہتے جیسا کہ یہ بہت ہی معمولی بات ہے اگر چہ اس میں بھی بعض کا اختلاف ہے مگر عمروں کو یوں ہی تسلیم کر لینا جیسا کہ اوپر کی روایت میں بیان ہوا کہ حضرت علی کے واقعات زندگی میں اشتباہ پیدا نہیں ہوتا۔

اب ملاحظہ فرمائے ان روایتوں کی رو کو جن میں خوش اعتقادی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے اور جن روایتوں کی نسبت معاذ اللہ حضور انور رسول اللہ سے کی گئی ہے چنانچہ دیلمی کی ایک روایت سے بیان ہوئی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر علی پیدا نہ ہو

پر فدا ہوں (میں نہیں جانتا) حضور ہی ارشاد فرمائیں کہ جبرائیل کیا حکم لائے ہیں حضور انور نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم کرتا ہے کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دو پس تم جاؤ اور ابو بکر عمر عثمان اور زبیر کو میرے پاس بلا لاؤ اور اتنے ہی انصار میں سے آدمیوں کو لے آؤ انس کہتے ہیں کہ میں گیا اور انہیں بلا لایا جس وقت وہ لوگ آئے اور بیٹھے حضور انور نے یہ خطبہ پڑھا کہ تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے جو اپنی نعمتوں کے باعث محمود ہے اور اپنی قدرت کی وجہ سے معبود ہے غالب ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت کی گئی ہے اس کے عذاب سے لوگ اس کی طرف گریز کرتے ہیں اس کی زمین اور اس کے آسمان میں اس کا حکم جاری ہے اسی نے خلقت کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اپنے احکام سے انہیں تمیز دی ہے اور اپنے دین سے انہیں عزت بخشی ہے اور محمد کی وجہ سے انہیں بزرگی عطا فرمائی ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے سسرالی رشتے کو تازہ نسب امر واجب، حکم عادل اور جا مع خیر قرار دیا ہے اور اسی کے سبب سے رحموں کو ملایا ہے اور تمام مخلوق پر اسے لازم کر دیا ہے پھر فرمایا وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا اس کے واسطے نسب اور سسرالی رشتہ قرار دیا ہے اور تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے آخر کا حکم اس کی قضا کی طرف جاری ہوتا ہے اس کی قضا قدر کی طرف جاتی ہے بیشک واسطے ہر قضا کے ایک قدر ہے اور ہر قدر کے لئے ایک زمانہ معین ہے اور ہر معین زمانے کے واسطے ایک کتاب ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہے محو اور ثابت کر دیتا ہے اس کے پاس اصل کتا ب ہے یعنی لوح محفوظ اما بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا علی سے عقد کروں اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہ کا علی سے چار سو مثقال چاندی پر عقد کیا ہے اگر علی اس بات پر راضی ہوا تو سنت قائم ہو جائے گی اور فریضہ واجب اللہ تعالیٰ ان دونوں میں جمعیت عطا کرے اور ان میں برکت دے ان دونوں کی نسل کو پاکیزہ کرے اور انکی نسل کو رحمت کی کنجیاں حکمت کی کان اور امت کیلئے امان بنائے میں یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہو ں اس کے بعد حضور انور نے تبسم کر کے فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ سے سے تیرا نکاح کروں اور میں نے تم دونوں کا چار سو مثقال چاندی پر عقد کیا ہے اس پر علی نے کہا میں راضی ہوں (یہ کہتے ہی) حضرت علی شکر کرنے کے لئے سجدے میں گر پڑے جب آپ نے سجدے

شیطان رجیم سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر ارشاد کیا کہ پیٹھ پھیر، حضرت فاطمہ نے آپ کی طرف پیٹھ کر لی پھر آپ نے
ان کے دونوں کندھوں کے بیچ میں پانی کے چھینٹے دے کے دعا کی کہ اے پروردگار اپنے لئے اور اس کی ذریت کے
لئے شیطان رجیم سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر علی سے کہا اے علی آگے آؤ علی آگے آئے رسول اللہ نے ان کے بھی
سینے اور سر پر پانی کے چھینٹے دیے اور دعا کی کہ اے پروردگار میں اسے تیرے لئے اور اس کی ذریت کے لئے شیطان رجیم
سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر علی کی پشت اپنی طرف کر دی اور آپ نے ان کے دونوں کندھوں کے بیچ میں پانی کے چھینٹے
دے کر فرمایا کہ اے پروردگار میں اسے تیرے لئے اور اس کی ذریت کے لئے شیطان رجیم سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر علی سے
کہا اب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ مہربان رحم والے کے نام کے ساتھ اس پر حضرت فاطمہ رونے لگیں حضور
انور نے ارشاد کیا فاطمہ تم کیوں روتی ہو میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لانے
والے ہے اور سب سے اچھا خلق والا ہے یہ کہہ کے حضور انور باہر تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھ سے ان کا دروازہ
بند کر کے (گھر) چلے آئے الخ

اس عجیب و غریب روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں اول تو یہ کہ آپ کا لوٹے میں پانی
بھر کے داماد کے گھر جانا اور پانی کے چھینٹے سیدہ اور کندھوں پر دے کے انہیں دعا کرنا اس قسم کی کوئی بھی رسم
عرب میں جاری نہیں تھی ہاں نصرانیوں میں یہ رسم ضرور ہے کہ وہ عیسائی کو یا ایسے شخص کو جو نصرانی بننے
کے لئے تیار ہو پانی کے چھینٹے دے کے برکت دیتے ہیں اور یہ رسم ابھی تک نصرانیوں میں موجود ہے کسی
مستند روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ حضور انور نے ایسے موقع پر کسی کو بھی اس طرح پانی
کے چھینٹے دے کر برکت دی ہو دوسرے حضرت بی بی فاطمہ کا رونا یہ بالکل ایک معمولی بات تھی مگر
شیعی احباب نے ان کے رونے کی ایک بہت ہی خطرناک وجہ قرار دے دی یہ عموماً نئی دلہنوں کا قاعدہ ہے
کہ جب وہ اپنے والدین کے گھر سے رخصت ہونے لگتی ہیں تو انہیں رونا آ جاتا ہے یہ کوئی اعجوبہ بات
نہیں ہے مگر اس پر حضور کا فرمانا کہ تم کیوں روتی ہو تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو سب سے پہلے
اسلام لانے والا ہے اور اس کا خلق سب سے بہتر ہے اس بات کی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ
جناب سیدہ کو اس بات کا خوف تھا کہ ان کے شوہر کا برتاؤ ان سے اچھا نہیں ہونے کا اور ان کی نظروں
میں شوہر کی زیادہ وقعت نہیں ہے کیونکہ سوائے اس فرضی فضیلت کے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے
رسول اللہ نے اور کوئی بات بیان نہیں کی اگر ہم ان الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیں اور یہ مان لیں کہ حضور انور
نے فی الحقیقت اپنی صاحبزادی کے رونے پر ایسا فرمایا تو پھر ہم بلا تامل اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ
جناب سیدہ کی نظروں میں نہ علی کی وقعت تھی اور نہ وہ انہیں اچھے اخلاق والا سمجھتی تھیں کم سے کم یہ بات

مانی پڑے گی کہ حضرت علی نے ان کے گھر میں پرورش پائی تھی ان کے عادات واطوار سے ان کے اخلاق سے انکے خیالات سے جناب سیدہ اچھی طرح واقف تھیں گو حضرت علی حضور انور کے چچا کے بیٹے بھائی تھے مگر حضور کا قحط کے زمانے میں اور ایسی حالت میں کہ ابو طالب محتاج ہو گئے تھے اور اپنے بچوں کی پرورش نہ کر سکتے تھے علی کو اپنے پاس رکھ لینا اور انہیں پرورش کرنا اور ان کے کھانے کپڑے کا کفیل ہونا ایسے امور تھے جن کی وجہ سے ممکن اور قرین قیاس ہے کہ جناب سیدہ کی نظروں میں زیادہ وقعت نہ ہو کیونکہ انہیں خیال آتا ہوگا کہ یہی وہ شخص ہے جو میرے باپ کا پروردہ ہے اور آج میرا سرتاج یعنی شوہر بنایا جاتا ہے ہمارا یہ ذاتی خیال نہیں ہے ہم اس روایت کو اور ان جیسی اور روایتوں کو صحیح نہیں سمجھتے کہ حضرت خاتون محشر نے ایسا خیال کیا ہو اور ان کا رونا خاص اس وجہ سے ہو نہ ہم اس بات کو صحیح سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا اصل بات تو یہ ہے کہ محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے یہ ساری روایت گھڑی گئی ہے ہم حضرت علی سے ایسے سو ظن نہیں رکھتے نہ جناب سیدہ کی نسبت ہمارا یہ خیال ہے کہ ان کا رونا محض اس وجہ سے تھا کہ وہ حضرت علی کو وقعت سے نہیں دیکھتی تھیں اور انہیں بد خلق سمجھتی ہیں شیعی احباب نے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں خاص اس امر پر بہت زیادہ زور دیا ہے کہ جناب سیدہ کا نکاح بالخصوص اللہ تعالی کے حکم سے ہوا چنانچہ ذیل کی روایت اس کی شاہد ہے انس کہتے ہیں رسول اللہ سے عرض کیا کہ اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح مجھ سے کر دو۔ ☆

☆عن انس بن مالک قال ابو بکر خطب الی النبی ﷺ ابنة فاطمة فقال ﷺ یا ابا بکر لم ینزل القضاء ثم خطب عمر مع عدة من قریش فقال له مثل قال ما لابی بکر فقیل لعلی لو خطبت الی النبی ﷺ لسحق ان یزوجها قال و کیف وقد خطبها اشراف قریش فلم یزوجها فخطبها فقال ﷺ قد امرنی ربی عزوجل بذلک فقط

رسول اللہ نے ارشاد کیا اے ابو بکر ابھی حکم اللہ تعالی نازل نہیں ہوا پھر عمر فاروق نے قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ جناب سیدہ کی خواستگاری کی رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو ابو بکر کو دے چکے تھے اس کے بعد علی سے کہا گیا کہ اگر تم خواستگاری کرتے تو جناب سیدہ لئے زیادہ حقدار تھے حضرت علی نے جواب دیا کہ میں کس طرح استدعا کروں جبکہ اشراف قریش نے فاطمہ کی نسبت استدعا کی اور رسول اللہ نے انکار کر دیا غیر رسول اللہ نے علی سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا

اور فرمایا کہ مجھے اس کا حکم پروردگار نے کیا ہے۔ اسی کے متعلق ایک اور روایت ☆ ملاحظہ فرمایئے۔

☆۔ عن عمر قال ذکر عند علی قال ذاک صہر رسول اللہ ﷺ قد نزل جبرئیل فقال ان اللہ یامرک
ان تزوج فاطمۃ من علی۔ فقط

یعنی عمر کے آگے علی کا ذکر کیا گیا وہ کہنے لگے کہ علی رسول اللہ کے داماد ہیں یقیناً جبرائیل نازل ہوئے
اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم کرتا ہے کہ آپ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں اسی طرح بقول شیعی علماء و مجلسی کی
ایک یہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے یا علی اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ فاطمہ کا نکاح کیا ہے اور
تمام زمین کو اس کا مہر قرار دیا ہے پس جو شخص تجھ سے بغض رکھے اور اپنے بغض کی حالت میں زمین پر
چلے تو اس پر اس کا چلنا حرام ہے اس قسم کی دور از کار اور گھڑی ہوئی روایتیں شیعی مختلف کتابوں میں
بھری پڑی ہیں اگر کوئی شخص بدقسمتی سے ان روایتوں کو صحیح سمجھ لے تو کم سے کم وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچ جا
ئے گا کہ حضرت علی کی کسی کی نظر میں ذرہ برابر وقعت نہیں تھی جس کے لئے یہ روک تھام کی گئی ہے
ساری زمین کو حضرت علی کا اپنی بیوی کے مہر میں دے دینا ایسی مضحکہ خیز بات ہے جسے معمولی عقل کا
آدمی بھی صحیح نہیں سمجھ سکتا مہر میں وہی چیز شوہر دے سکتا جو اس کی ملک ہو اسے اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں
یا زمین میں تصرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے حضرت علی نے یا ان کے دوست جبرئیل فرشتے نے کس
قانون اور قاعدے سے ساری زمین کو مہر کے لئے پیش کر دیا اور پھر مہر میں دینے کے بعد کیوں نہیں
بیوی کی طرف سے اس پر قبضہ کیا گیا ممکن ہے کہ خوش اعتقادوں کی مجلسوں میں اس قسم کی روایتیں زیادہ
مقبول ہوتی ہوں یہاں تک کہ خوش اعتقاد اصحاب انہیں سن کے وجد میں آ جاتے ہوں مگر پڑھے لکھوں
کے آگے خواہ وہ کسی قوم اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں اس سے زیادہ مضحکہ خیز اور کوئی روایت نہیں
ہو سکتی یہ خوش اعتقادی کی کہانیاں سچ مچ نفس واقعات پر بھی پردہ ڈال دیتی ہیں اور کوئی شخص ان
کہانیوں کو پڑھ کے کسی صورت سے بھی واقعات کا علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کے واقعات زندگی
جیسا کہ آپ اوپر سے ملاحظہ فرما رہے ہیں اسی قسم کی کہانیوں سے بھری پڑی ہوئی ہیں ان سے صحیح نتیجے پر
پہنچنا اور واقعات کا علم حاصل کرنا واقعی بہت مشکل کام ہے۔ نفس مہر میں کہ حضرت بی بی فاطمہ کا کیا
مقرر ہوا تھا گو شیعی علماء نے اختلاف کیا ہے مگر کوئی وجہ اختلاف کی نہیں معلوم ہوتی معاملہ صاف اور

بالکل آئینہ ہے کہتے ہیں کہ ۴۸۰ درہم پر حضرت علی کا نکاح ہوا تھا یعنی حضرت علی نے اپنی بی بی کے مہر میں ۴۸۰ درہم دئے تھے پھر دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں بلکہ مہر میں حضرت علی نے اپنی زرہ دی تھی یہ بات بالکل صاف ہے کہ حضرت علی کو حضور انور پرورش کرتے تھے ان کے کپڑے کھانے کا خرچ رسول اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا جب تک آپ مکہ میں رہے حضرت علی کی کمائی کا کوئی سلسلہ نہیں تھا نہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی کام ایسا شروع کر رکھا تھا جس میں دو پیسے کی بھی آپ کو آمدنی ہوتی آپ کا سارا خرچ حضور انور اٹھاتے تھے اور آپ صرف یہی کام تھا کہ آپ کیا تو گھر میں رہیں یا اگر رسول اللہ کی مرضی ہو تو آپ کے ہمرکاب کہیں چلے جائیں باقی نہ آپ نے کسی کی ملازمت کی نہ آپ نے کوئی مزدوری کی اور نہ کوئی ذریعہ آپ کے پاس روپیہ وصول کرنے کا تھا اب رہے ابو طالب وہ بیچارے پہلے مفلس ہو گئے تھے اور ان کی معاش کی تنگی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کھانے اور کپڑے سے بھی وہ اپنے بچوں کی پرورش نہیں کر سکتے تھے چہ جائیکہ وہ حضرت علی کو جیب خرچ کی صورت میں کچھ نقد روپیہ دیتے ہوں اور وہ حضرت علی نے جمع کر لیا ہو اس کے بعد جب ہجرت ہوئی ہے اور حضور انور رسول اللہ مدینہ (یثرب) تشریف لے آئے ہیں تو وہ موقعہ اس قدر پریشانی اور بے سرسامانی کا تھا کہ اس میں حضرت علی کے ہاتھ آتی رقم کا لگ جانا ممکن نہیں تو محال ضرورت تھا اور نہ کسی روایت سے یہ ثابت ہوتا کہ ہجرت کے بعد ایک سال کے عرصے میں حضرت علی نے کسی کی ملازمت کر کے یا مزدوری کر کے یا کسی اور ذریعہ سے کچھ روپیہ کما لیا ہو کیونکہ ہجرت کے دوسرے سال جیسا کہ شیعی علما کا بیان ہے حضرت علی کا نکاح ہو گیا اس پر کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ آپ کے پاس کسی کی دی ہوئی کوئی ٹوٹی پھوٹی زرہ ہو اور وہ آپ نے مہر میں دے دی ہو زرہ کا ہونا بھی ایک طرح سے تعجب انگیز ہے اس لئے کہ حضرت علی ابھی تک میدان جنگ میں نہیں آئے تھے اور نہ لڑائی کا اتفاق ہوا تھا نہ آپ نے اپنی چھوٹی عمر میں کبھی میدان جنگ کی صورت دیکھی تھی پھر یہ زرہ آپ کے پاس آئی کہاں سے ممکن ہے کہ آپ کے والد نے یا آپ کے کسی چچا نے یہ زرہ آپ کو دے دی ہو بہر حال کچھ ہو خواہ آپ نے مہر میں زرہ دی ہو یا کوئی چادر نقد رقم کے متعلق تو مطلقاً وہم بھی نہیں ہو سکتا نہ اسلام میں اس کی ضرورت ہے کہ مہر میں کوئی چیز ہی دی

جائے بلکہ بعض اوقات جب کسی کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو تو صرف دولہن کو قرآن مجید کی چند آیتیں یاد کرا دینا مہر قرار دے دیا گیا اس کے بعد شیعی علماء نے خیالات کی ڈوری ایسی ڈھیلی چھوڑی ہے اور خیال کی تنگ و دو اس بلا کی ہے کہ تعجب ہوتا ہے آخر اس معمولی نکاح اس قدر خیال آفرینیوں کی کیا ضرورت تھی اور کیوں بلا وجہ اور بلا سبب ایک صحیح واقعہ پر پردہ ڈالنے کے لئے یا اسے غلط بیانیوں کا لباس پہنانے کے لئے دماغ پر اس قدر شاق محنت کا بوجھ ڈالا گیا اور ایسی ایسی کہانیاں ایجاد کی گئیں جنہیں سن کے ایک بچہ بھی ہنس دے مثلاً کہتے ہیں کہ جس وقت علی کا نکاح ہوا ہے تو چالیس ہزار فرشتوں کی شہادت نکاح نامہ پر ثبت ہوئی اور طوبیٰ کے درخت نے یاقوت کا ہار حضرت بی بی فاطمہ کو پیش کیا انسان کے نکاح میں خواہ مخواہ بلا وجہ اور بلا سبب فرشتوں کو کیوں گھسیٹا گیا اور کیوں اتنی بڑی تعداد کی شہادت لی گئی چالیس ہزار فرشتوں نے آیا زمین پر آ کے اس نکاح نامہ پر اپنی شہادتیں لکھیں یا جبرئیل امین وہ نامہ لے کے آسمان پر چلے گئے اور چالیس ہزار فرشتوں کی شہادت لکھوا لائے اس روایت میں بھی وہی ضعف اور کمزوری پائی جاتی ہے جس سے حضرت علی کی والا شان ذات پر در پردہ ایک حملہ ہے یعنی اگر اسے تسلیم کر لیا جائے کہ بے شک ایسا ہوا کہ چالیس ہزار فرشتوں نے نکاح نامے پر دستخط کئے تو از خود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ کو حضرت علی کی اس قدر بے اعتباری تھی کہ آپ نے انسانوں کو چھوڑ کے اپنے صحابہ کو چھوڑ کے اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کے فرشتوں سے نکاح نامے پر دستخط کرائے تاکہ ریکارڈ قائم رہے اور جو شرطیں اس سے ہوئی اس سے انحراف نہ کرے نکاح نامے کی سب سے بڑی شرط یہ تھی کہ جب تک خاتون محشر حضرت بی بی فاطمہ زندہ رہیں علی کوئی دوسرا نکاح نہ کرنے پائیں مذکورہ بالا روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرط نامے کو قوی اور مضبوط کرنے کے لئے فرشتوں سے دستخط کرائے گئے اس خوف کے مارے کہ اگر آدمیوں ہی کی شہادت لی گئی اور ان سے ہی صرف دستخط کرائے گئے اس خوف کے مارے کہ اگر آدمیوں ہی کی شہادت لی گئی اور ان سے صرف دستخط کرائے گئے تو ممکن ہے علی اس سے انحراف کر جائیں گے اس کے بعد طوبیٰ کا یاقوتی ہار پیش کرنا اور بھی معنی خیز ہے چاہئے تو یہ تھا جبرئیل کو میکائیل کو اسرافیل کو یا اور مقرب فرشتوں یا اگر یہی قرار پا گیا تھا کہ بے جان چیز یعنی درخت وغیرہ ہار پیش کریں تو سب سے زیادہ حقدار اللہ تعالیٰ کا

عرش، کرسی، اور لوح و قلم تھے جو طوبیٰ کے درخت سے بدرجہا افضل اور مرتبے میں زیادہ تھے پھر اس ہار کا زمین پر آ جانا تو قرین قیاس اور ممکن ہے کیونکہ جبرئیل برابر پھیروں پر پھیرے کرتے رہتے تھے اور حضرت علی کے معاملات میں انہیں آ کر کھانا کھانے کی فرصت نہیں ہوتی تھی آسمان سے زمین تک ان کی پرواز کا تانتا بندھا ہوا تھا ممکن ہے کہ یاقوتی ہار وہ لے آئے ہوں مگر سوال یہ ہے کہ اس مفلسی کی حالت میں جبکہ سوائے زرہ کے حضرت علی کے پاس اور کچھ نہ تھا اور آپ کی زندگی نکاح ہونے کے بعد اس تنگی سے گزرتی تھی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ چکی پیستے پیستے حضرت خاتون محشر کے مبارک ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ تو یاقوت کا وہ ہار کیوں اور کس لئے بیکار رکھا رہا اور کیوں نہیں اسے فروخت کر کے کم سے کم اپنی حالت درست کی گئی۔ خوش اعتقادوں نے تو آنکھیں بند کر کے ایسی روایتیں گھڑ لیں مگر انہیں یہ خیال نہ رہا کہ اصلی واقعات آخر میں جا کے ان سب کی تردید کر دیں گے اور کوئی شخص خواہ معمولی عقل کا کیوں نہ ہو ہرگز ان کہانیوں کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ یہ کہانیاں نہ صرف حضرت علی کی ذات پر برا اثر ڈالتی ہیں بلکہ اسلام کو بھی ان سے بڑا نقصان پہنچتا ہے جو شخص ان کہانیوں کو پڑھے گا اسلام اس کی تعلیم اور اس کے ماننے والوں کی وقعت اس کی نظر میں کیا خاک ہوگی۔ اب اور سنئے بقول شیعی علماء کے دیلمی صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے جب اپنی صاحبزادی فاطمہ سے فرمایا فاطمہ اللہ تعالیٰ نے جب ارادہ کیا کہ تمہیں علی کی ملکیت میں دے یا بالفاظ دیگر تمہاری شادی علی سے کر دے تو جبرئیل نے اللہ کے حکم سے چوتھے آسمان پر کھڑے ہو کے فرشتوں کی صف بندیاں کیں پھر خطبہ پڑھا پھر جنت کے درخت کو حکم دیا کہ تو زیورات اور عمدہ حلوں سے بار آور ہو چنانچہ وہ فوراً بار آور ہو گیا پھر اس نے اللہ کے حکم سے وہ زیورات اور حلے فرشتوں کو تقسیم کر دئے جسے زیادہ زیور اور حلے ملے وہ پھولا نہ سمایا اور وہ قیامت تک اس پر فخر کرتا رہے گا فقط۔ دیلمی کی یہ روایت ☆ ہے شیعی علماء نقل کرتے ہیں آگے اللہ معلوم سچائی کی ہے یا نہیں اب خیال کرنے کی جگہ ہے

☆ عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لفاطمة انما اراد الله ان املكك بعلي امر الله جبرئيل فقام في السماء الرابعة وصف الملائكة صفوفا ثم خطب عليهم فزوجك من علي ثم امر الله شجر الجنان فحملت الحلي والحلل ثم امرها فنثرت على الملائكة فمن اخذ منهم شيئا اكثر مما اخذ غيره افتخر به الى يوم القيامة ..فقط.

CamScanner

کہ نکاح کے وقت یہاں تو یہ بے سروسامانی کہ ایک پیسہ مہر میں دینے کے لئے حضرت علی کے پاس نہ ہو اور صرف زرہ وہ پر مہر کا خاتمہ ہو جائے اور وہاں فرشتوں کے پیگل پچھڑے کہ زیوران پر نثار ہو رہے ہیں اور پھر جنت کے شجر طوبیٰ کی یہ خیر بخشی کہ بجائے دولہا دولہن کے دینے کے وہ فرشتوں کو کروڑہا روپے کے زیورات اور کپڑے دے رہا ہے ادھر جبرئیل کی یہ غلطی کہ نکاح تو ہو مدینے میں زمین پر اور وہ فرشتوں کا جلوس آراستہ کریں چوتھے آسمان پر جس کی خبر نہ دولہا کو ہو نہ دولہن کو نہ دونوں کے ساتھیوں کو اب فرمایئے کہ جبرئیل امین کی اس تگ و دو اور محنت شاقہ کا نتیجہ کہ وہ چوتھے آسمان پر کھڑے ہوئے لاکھوں فرشتوں کی صفوں کو آراستہ کریں اور ان کے آگے نکاح کا خطبہ پڑھیں نکاح تو ہو اس بیچارے بھی زمین پر اور خطبہ پڑھا جائے فرشتوں کے آگے اور دولہا دولہن کو اس کی مطلق اطلاع نہ ہو۔ جب حضور انور فرمائیں تو اس وقت لوگوں کو اس کا علم ہو کہ نکاح کے وقت ایسا ہوا تھا یہ باتیں ایسی ہیں کہ نہ بوستان خیال کا مصنف ایسی خیال آفرینیاں کر سکا اور نہ یونانی افسانہ نویسوں کے بھی خواب و خیال میں بھی اس قسم کی کہانیاں آئیں جو چاہا لکھ دیا مگر یہ نہ دیکھا کہ اسے کوئی بھی ایک لمحے کے لئے نہیں مانے گا بلکہ مذاق اڑائے گا اسی طرح ایک اور روایت شیعی علماء نے ☆ ابوبکر خوارزمی کی زبان سے بیان کی ہے۔

"☆ عن بلال بن حمامة قال طلع علينا رسول الله ﷺ ذات يوم متبسماً ضاحكاً ووجهه مشرق كدارة القمر فقام اليه عبدالرحمن بن عوف فقال يا رسول الله ما هذا النور قال بشارة اتتني من ربي في اخي وابن عمي وابنتي ان الله زوج عليا من فاطمة وامر رضوان خازن الجنان فهز شجرة طوبى فحملت رقاقا يعني صكاكا بعدد محبي اهل بيتي وانشا تحتها ملائكة من نور ودفع الى كل ملك صكا فاذا استوت القيامة باهلها نادت الملائكة في الخلائق فلا يلقون محبا لنا اهل البيت الا دفعت اليه صكا فيه فكاكه من النار فصار اخي وابن عمي وابنتي فكاك رجال ونساء من امتي من النار فقط.

اور وہ روایت یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہنستے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے آپ کا رخ انور چاند کے ہالہ کی طرح نورانی تھا عبدالرحمن بن عوف نے کھڑے ہو کے عرض کیا یا رسول اللہ آج چہرہ اقدس پر کیسا نور ہے آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار سے میرے بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی فاطمہ کی نسبت بشارت آئی ہے تحقیق اللہ تعالے نے علی کے ساتھ فاطمہ کا نکاح کیا ہے اور رضوان خازن جنت کو حکم کیا ہے کہ طوبیٰ کے درخت کو ہلا چنانچہ اس نے ہلایا وہ بار آور ہو گیا یعنی اس کا ہر ایک پتا

برات نجات کا کاغذ بن گیا پھر طوبےٰ کے درخت کے نیچے نور کے فرشتے پیدا ہو گئے اور ہر ایک فرشتے
کو وہ برات کا کاغذ دیا جب قیامت تمام لوگوں کے ساتھ قائم ہوگی میرے اہل بیت کا کوئی محب باقی
نہیں رہے گا کہ اس پر وہ برات کا کاغذ گرے اس میں دوزخ کی آگ سے رہائی کا پروانہ لکھا ہوا ہوگا
پس میرا بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی مردوں اور عورتوں کے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی کا سبب
ہوئے لغو۔ یہ ایک بالکل نئی بات ہے کہ حضرت علی کے نکاح کو امت کی نجات کا سبب قرار دیا جائے
برات کا کاغذ دیا گیا نورانی فرشتوں کو مگر ان سے یہ نہیں کہا گیا کہ اے فرشتو یہ کاغذ تمہارے لئے
نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کے لئے ہے کہ جو دنیا میں پیدا ہوں گے اور مریں گے جب قیامت کے دن
ہمارے سامنے آئیں گے تو برات کے یہ کل کاغذ تم انہیں دے دینا اور جب تک قیامت نہ ہو تم ان
کاغذوں کو اپنے پاس بحفاظت رکھنا کاش ان کل کاغذوں کا گٹھا جبرائیل امین کو دے دیا جاتا اور انہیں
کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے کہ تم یہ کل کاغذات قیامت کے دن اہل بیت کے محبوں کو دے دینا تو
زیادہ مناسب تھا نورانی فرشتوں کے یک لخت پیدا کرنے کی ضرورت تھی نہ انہیں ان کاغذوں کی
امانت کا متحمل بنایا جاتا وہ بچارے ابھی تو پیدا ہوئے انہیں ابھی کاغذ دے دیئے گئے اور اسی وقت انہیں
نجات کا پروانہ سونپا گیا مگر وہ پروانہ ان کے ساتھ بھی مخصوص نہ رہا وہ اہل بیت کے محبوں کے لئے خاص
کر دیا گیا یہ سخت بوالعجبی ہے۔ اس قسم کی کہانیاں کثرت سے شیعی علماء نے جمع کی ہیں جو ان کی کتابوں
میں بھری پڑی ہیں ہم نے نمونے کے طور پر چند کہانیاں نقل کر دیں ہم نہیں چاہتے کہ بے فائدہ کل
کہانیوں کو نقل کر کے ناظر کتاب کا وقت بے کار صرف کریں جو دو تین کتابیں حال میں حضرت علی کے
واقعات زندگی میں لکھی گئی ہیں بدقسمتی سے سب میں قریب قریب اسی قسم کی کہانیاں موجود ہیں اس بناء
پر ہم کہہ سکتے ہیں آج تک نہ عربی میں نہ اردو زبان میں حضرت علی کے صحیح واقعات زندگی کہہ سکتے ہیں
کہ آج تک نہ عربی اردو زبان میں حضرت علی کے صحیح واقعات زندگی ترتیب دیئے گئے اس وجہ سے
خواہ شیعہ ہوں۔ یا سنی انہیں حضرت علی کے صحیح واقعات زندگی پر مطلق اطلاع نہیں ہے اور وہ ایاب
شتاب انہی کہانیوں کو صحیح تسلیم کئے بیٹھے ہوئے ہیں اپنے وعظوں میں اور اپنی تحریروں میں وہ ان
کہانیوں کو بیان کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں جھجکتے انہیں حق کی حس بالکل نہیں رہی وہ اپنا بہت بڑا کمال

سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی کہانیاں لوگوں کے آگے بیان کر دیں اور یہ یقین کر لیں کہ بس ہماری نجات ہو گئی سننے والے بدنصیب جہالت کی وجہ سے ممکن ہے کہ ان کہانیوں کو صحیح تسلیم کر لیں مگر وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ یہ کہانیاں حرف غلط کی طرح بالکل مٹ جائیں گی اور شاید چند ہی خوش اعتقاد ایسے رہ جائیں جو رسمی طور پر ان کہانیوں پر سر ہلایا کریں باقی کوئی شخص بھی خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو کبھی ان کہانیوں کو تفنن طبع کے لئے بھی دیکھنا گوارا نہیں کرے گا انشاء اللہ۔

حضرت علی کا پہلا میدان جنگ:۔ سب سے پہلی مہم اسلام میں عشیرہ یا عسیرہ سے مشہور ہے مگر ابو اسحاق ثعلبی کے بیان کے مطابق رسول اللہ نے پہلے مقام ابواء پر مہم بھیجی یہ وہ مقام ہے جو مدینے اور مکے کے بیچ میں ہے مگر بہ نسبت مکے کے مدینے سے بہت پاس ہے اس کے بعد آپ نے مقام بواط پر مہم روانہ کی (بواط ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے) پھر مشرکین عرب کے خلاف مقام عشیرہ یا عسیرہ پر مہم بھیجی گئی مگر ان تینوں مہموں میں لڑائی نہیں ہوئی چوتھی مہم بدر صغریٰ کے نام سے مشہور ہے جس میں حضرت علی کا شریک ہونا بیان کیا جاتا ہے مگر لڑائی اس میں بھی نہیں ہوئی اب رہی بدر کبریٰ جس میں حضرت علی شریک ہوئے تھے تو ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ آپ نے اس جنگ میں کیا کارہائے نمایاں کئے ملاحظہ فرمائیے شیعوں کے سب سے بڑے مجتہد سب سے بڑے امام سب سے بڑے یعنی جو ان کے قدوۃ المحدثین زین المحدثین عمدۃ المحدثین عمدۃ المجتہدین شیخ الاسلام والمسلمین العالم الربانی آخوند ملا محمد باقر مجلسی الاصفہانی کی تحقیق اور اعتقاد اور واقفیت کہ انہوں نے حضرت علی کے اس جنگ میں شریک ہونے کے متعلق کس طرح سے تحقیق کی ہے اور کیا گوہر افشانی فرمائی ہے آپ اپنی کتاب حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۲۶ سے جنگ بدر کے حالات مسلسل کئی صفحے تک اس طرح قلم بند فرماتے ہیں۔ "علی بن ابراہیم شیخ طبرسی، ابو حمزہ ثمالی اور ابن شہر آشوب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ۳۱۳ آدمیوں کو ساتھ لے کے قریش کے قافلے کے جو شام سے آ رہا تھا سد راہ ہوئے جھنڈا مہاجرین کا حضرت علی کے ہاتھ میں دیا گیا اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کو سپرد ہوا (حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بدر صغریٰ میں جہاں لڑائی نہیں ہوئی شاید ایسا ہوا تھا) ابو سفیان جو سالار قافلہ تھا جوں ہی اسے یہ خبر لگی اس نے فوراً مقام عقرہ میں پہنچ کے

ضمضم بن عمرو غفاری کو اس دور ہم اجرت کے دے کے مکے کی طرف روانہ کیا کہ تو قریشوں سے جا کے
کہہ دے کہ محمد (ﷺ) ہمارے سد راہ ہوئے ہیں تم فوراً مکے سے ہماری مدد کے لئے بڑھو چنانچہ
قریشوں کا لشکر مکے سے روانہ ہو گیا اس کی خبر جب آنحضرت کو ہوئی تو آپ نے سب صحابہ کو جمع کر
کے ابو بکر سے دریافت کیا کہ تمہاری اس معاملے میں کیا رائے ہے آیا قریشوں سے جنگ کی جائے یا
نہیں ابو بکر نے جواب دیا کہ وہ ہم سے قوت زیادہ ہیں تعداد میں زیادہ ہیں ان کے پاس ہتھیار بہت
ہیں ہم ان سے لڑ کے کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں رسول اللہ کو ابو بکر کا یہ کہنا ناگوار گزرا اور آپ نے
فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ پھر فاروق سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے بھی وہی بیان کیا جو ابو بکر نے
بیان کیا تھا انہیں بھی رسول اللہ نے بٹھا دیا پھر مقداد صحابی سے پوچھا وہ اٹھے اور انہوں نے بیان کیا کہ
ہم حضور انور کے قدموں پر خون بہانے کے لئے تیار ہیں پھر سعد بن معاذ انصاری سے دریافت کیا گیا
انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں اس سے بھی رسول اللہ بہت خوش ہوئے
آخر دونوں لشکر مقابل ہوئے اور جنگ کی تیاری کی گئی سب سے پہلے عتبہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا
ولید میدان جنگ میں نکلے یہ تینوں زرہ پہنے ہوئے تھے اور خود فولادی ان کے سروں پر رکھا ہوا تھا
انہوں نے میدان میں آتے ہی غل مچایا کہ محمد اپنے ان لوگوں کو ہمارے مقابلے میں بھیجو جو حسب نسب
میں ہم سے برابر ہیں چنانچہ انصار میں سے تین آدمی عوذ معوذ اور عوف عفرا کے یہ تینوں بیٹے ان کے
مقابلے کے لئے نکلے قریشوں نے کہا تم کون ہو اپنا حسب نسب بیان کرو انہوں نے کہا ہم تینوں عفرا
کے بیٹے ہیں اور انصار میں سے ہیں قریشوں نے کہا تم جاؤ ہم تم سے نہیں لڑنے کے تم ہمارے نہ
رشتے دار ہو اور نہ خاندانی لوگ ہو ہم تو اپنے رشتے داروں اور خاندانی آدمیوں کو چاہتے ہیں ادھر رسول
اللہ کی بھی یہ مرضی نہ تھی کہ میدان جنگ میں سب سے پہلے انصار تلوار چلائیں آپ نے ایک آدمی بھیج
کر انہیں واپس بلا لیا اس کے بعد رسول اللہ نے عبیدہ بن الحرث کی طرف دیکھا جو آپ کے چچا زاد
بھائی تھے اور جن کی عمر ۶۰ برس کی تھی وہ فوراً تلوار لے کے اٹھ کھڑے ہوئے پھر آپ نے اپنے
چچا حمزہ کی طرف دیکھا اور فرمایا اٹھو وہ بھی تلوار لے کے اٹھ کھڑے ہوئے پھر آپ نے علی کی طرف
دیکھا اور کہا کہ یا علی اٹھو حضرت علی بھی اٹھ بیٹھے تینوں تلواریں پکڑ کے حضور انور کے آگے کھڑے

ہوئے آنحضرت نے حکم دیا کہ عبیدہ تم عتبہ سے جنگ کرنا اور اے حمزہ تم شیبہ سے جنگ کرنا اور اے
علی تم ولید سے لڑنا چنانچہ یہ تینوں صاحب میدان میں آئے عتبہ نے انہیں دیکھ کے کہا تم کون ہو اپنا
نسب بیان کرو تا کہ میں تمہیں پہچان جاؤں انہوں نے اپنا نسب بیان کیا نسب بیان کرنے کے بعد
عبیدہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ایسی تلوار اس کے سر پر ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا مگر عتبہ نے گرتے
گرتے ایک ہاتھ ایسا مارا کہ اس کے دونوں پاؤں اڑا دیے اور یہ دونوں سنگریزوں پر گر پڑے حمزہ اور
شیبہ کی لڑائی خوب معرکہ کی ہوئی لڑتے لڑتے دونوں کی تلواریں کند ہو گئیں اور جب علی نے
اپنے مقابل ولید کے دائیں کندھے پر تلوار ماری جو اس کی بغل کے نیچے سے نکل گئی علی کہتے ہیں کہ
جس وقت ولید کا داہنا ہاتھ گرا ہے اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کے اس زور سے
میرے سر پر مارا مجھے یہ گمان ہوا کہ آسمان میرے سر پر گر پڑا ولید کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی جب
اس کے ہاتھ کی حرکت سے سونے کی انگوٹھی چمکی تو اس نے تمام جنگل کو روشن کر دیا اور اس نے ایسا نعرہ
مارا کہ دونوں لشکر یعنی اسلامی اور قریش لرزنے اور کانپنے لگے پھر وہ اپنے باپ کے پاس بھاگا علی اس
کے پیچھے لپکے اور بھاگتے ہوئے اس کی ران میں ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ گر پڑا پھر علی میدان جنگ
میں اپنی تعریف کرنے لگے اسی اثناء میں حمزہ اور شیبہ برابر لڑ رہے تھے مسلمانوں نے غل مچایا علی
ذرا اس کتے کی بھی خبر لو جو تمہارے چچا کو لپٹ گیا ہے اور بھنوڑے کھاتا ہے علی یہ سنتے ہی اس کی طرف
متوجہ ہوئے حمزہ اور شیبہ دونوں چمٹے ہوئے کھڑے تھے چونکہ حمزہ بلند قامت تھے لہذا علی نے کہا کہ چچا
حمزہ اپنا سر نیچا کر لو چنانچہ حمزہ نے اپنا سر شیبہ کے سینہ پر لگا دیا حمزہ کے سر کے نیچے ہوتے ہی علی نے
ایک ضرب ماری جس سے شیبہ کا نصف سر اڑ گیا پھر علی عتبہ کے پاس آئے ابھی اس کمبخت میں کچھ جان
باقی تھی آپ نے اس نیم مردے کو بھی پورا مردہ کر دیا اور سسکنے کی حالت میں اس کو مارا پھر علی نے اور
حمزہ نے عبیدہ کو اٹھایا اور میدان جنگ سے رسول اللہ کے پاس لے آئے۔ وغیرہ وغیرہ انتہٰی

پس یہ کہانی ہے حضرت علی کے جنگ بدر میں شریک ہونے کی اور بہادری دکھانے کی جو
کچھ شیعوں کے قبلہ کعبہ باقر مجلسی نے لکھا ہے اگر ہم اس کہانی کو اول سے آخر تک صحیح تسلیم کر لیں تو
صرف ہمیں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی مثل عام سپاہیوں کے تنہا ایک ایک شخص سے اچھی

طرح لڑ سکتے تھے اور مختلف جنگوں میں زیادہ تر ان سے یہی کام لیا گیا اب آپ ملا باقر مجلسی کی اس تحقیق اور بے مثال روایتوں کو ملاحظہ فرمائیں جس سے حضرت علی کی کم وقعتی اور ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کی برتری صاف طور پر ثابت ہوتی ہے ہم نے ملا محمد باقر مجلسی کی طویل طویل عبارتوں کا لفظ خلاصہ کر دیا ہے اور صفحوں کا حوالہ دے دیا ہے جس کا جی چاہے ان کی کتاب میں دیکھ لے سب سے پہلے انہوں نے یہ بات تحریر کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جنگ کے لئے تیار ہوئے تو انہوں نے صحابہ کو جمع کیا اور صحابہ میں سے سب سے اول اور سب سے مقدم ابوبکر سے مشورہ لیا کہ میں قریش سے لڑوں یا نہ لڑوں اس کے بعد عمر فاروق سے مشورہ لیا اگرچہ بقول ملا محمد باقر مجلسی رسول اللہ نے اپنے ان دونوں اصحاب کی رائے سے اتفاق نہیں کیا مگر مجلسی صاحب کی تحریر کے مطابق یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ رسول اللہ کی نظروں میں سب سے زیادہ وقعت ابوبکر و عمر کی تھی کیونکہ سوائے ان کے رسول اللہ نے اس مجلس شورہ میں پہلے اور کسی سے خطاب نہیں کیا یہ اور بات ہے کہ اتفاق رائے ہوا ہو یا نہیں مگر اس میں اب کلام نہیں رہا کہ حضور انور رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں ابوبکر و عمر سب صحابہ سے زیادہ افضل تھے پھر آپ نے مقداد سے مشورہ لیا پھر سعد بن عبادہ سے مگر اس مشورہ میں علی کو شریک نہیں کیا جیسا کہ مجلسی صاحب نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے لطف تو اسی کا ہے کہ ملا باقر مجلسی نے یا ان کے دوست ابن شہر آشوب وغیرہ یا طبرسی نے یہ کہانی اس نظر سے بنائی تھی کہ ابوبکر و عمر کی توہین کی جائے مگر وہاں معاملہ ہی دوسرا پیدا ہو گیا اور اس کہانی کی بناء پر کھلم کھلا شیخین کی فضیلت روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی پھر میدان جنگ میں ایک ایسے شخص کا قتل کرنا جس میں رمق برابر جان باقی ہو یہ بقول ملا باقر مجلسی حضرت علی جیسے بہادر کا کام تھا رمق کا لفظ ملا صاحب نے خود اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھا ہے ایسا پاپی ہی جسے کچھ بھی بہادری کا حصہ ملا ہو اپنی تلوار کبھی بھی اس مطلوب پر نہیں اٹھنے کی جو کم بخت میدان جنگ میں پڑا ہوا سسک رہا ہو اور جسکے مرنے میں صرف چند لمحے ہی باقی ہوں پھر ملا صاحب کی یہ کہانی کہ علی کے مد مقابل نے جب نعرہ مارا تو دونوں لشکر کانپنے لگے اور جس وقت اس کے ہاتھ کو حرکت ہوئی تو اس کی ہتھکڑی کی انگوٹھی ایسی چمکی کہ اس نے تمام صحرا کو روشن کر دیا یہ کہانی اپنے غلط ہونے کی خود شہادت دے رہی ہے لڑائی دن کو ہوئی تھی نہ کہ

آدھی رات کو آفتاب کی روشنی میں کوئی چیز بھی ایسی چمک دار نہیں ہو سکتی کہ وہ مہر جہانتاب کی روشنی پر فوقیت لے جائے نہ اس انگوٹھی کی روشنی سے میدان جنگ کو یا حضرت علی کی شجاعت کو کوئی تعلق ہو سکتا ہے پھر خبر نہیں کہ یہ کہانی شیعی علماء اور مجتہدین نے کیوں گھڑی بلا قیل وقال ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی مثل اور عربوں کے بہت بہادر جری اور شمشیر باز تھے اور تنہا تنہا ان سے دشمن نے مقابلہ کیا تو اکثر اوقات آپ ہی غالب رہتے تھے آپ شمشیر بازی کے فن میں اچھی مہارت رکھتے تھے اور آپ میں تنہا لڑنے کی پوری قابلیت تھی جس طرح رسول اللہ کے اور صحابہ کو شجاعت اور بے جگری کا حصہ ملا تھا مگر کثیر التعداد فوج تو ایک طرف رہی آپ میں قلیل التعداد فوج کے کمان کرنے کی بھی قابلیت نہ تھی اور اسی وجہ سے بعض جنگوں میں جو آپ کے زمانہ خلافت میں ہوئیں ہیں آپ کو کامیابی نہیں ہوئی جیسا کہ نہج البلاغہ وغیرہ سے پایا جاتا ہے کہ آپ اپنی سپاہ کو ایک دن بھی اپنے قابو میں نہ رکھ سکے اس کا مفصل ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

اب ہم اس جنگ بدر کا مفصل حال بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے اور ناظر کتاب اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ حضرت علی نے کوئی نمایاں کام اس جنگ میں نہیں کیا سوائے اس کے کہ میدان جنگ میں اپنے مقابل کو تیز دستی سے قتل کر دیا اور بس یا دو کو اس طرح ایک آدھ کے مارے جانے سے کبھی شکست وفتح کا فیصلہ نہیں ہوا کرتا اور نہ شکست وفتح کا دار ومدار کسی ایک یا چند اشخاص کے قتل پر ہے۔ جنگ میں نمایاں کام فوجوں کی نقل وحرکت مورچوں کا بنانا دشمن کے عقب کو کاٹنا اور مختلف سمتوں سے دشمن کا اس طرح گھیرا ڈالنا کہ وہ نکل نہ سکے ہوا کرتا ہے غرض اسی طرح اور بھی بہت سے کام ہیں جنہیں کارنمایاں کہہ سکتے ہیں نہ کہ ایک آدھ مقابل کو قتل کرنا کارنمایاں میں داخل ہو سکتا ہے

بہرحال اب آپ قرآن حدیث اور تاریخ سے جنگ بدر کبری کے حالات ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ملا باقر مجلسی ابن شہر آشوب اور طبری وغیرہ نے اصل واقعات کیا ہیں اور انہیں کس رنگ میں دکھایا ہے اور ان واقعات پر جو واقعہ بدر کی جان ہیں کس طرح پردہ ڈالا ہے سب سے اول آپ ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالے واقعہ بدر کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ. بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ.

یعنی اور بے شک یقیناً (جنگ) بدر میں باوجودکہ تم (بہت ہی) بے حقیقت تھے۔ (پھر بھی) اللہ نے تم (ہی) کو فتح دی پس (لڑائی کے باب میں) اللہ (کے حکم کی مخالفت) سے ڈرو شاید (اس کے ضمن میں) تم شکرگزاری کرو (اور اے محمد یہ فتح اس وقت دی تھی) جب تم مسلمانوں سے کہہ رہے تھے (اے مسلمانوں) کیا تمہیں (یہ) کافی نہیں ہے کہ تمہارے پروردگار تین ہزار فرشتے (آسمان سے) اتار کے تمہاری مدد پہنچائے ہاں اگر (اپنے نبی کے ساتھ لڑائی میں) ثابت قدم ہو اور (اس کی مخالفت سے) بچو اور کفار اپنے اسی جوش میں تم پر چڑھ آئیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان کردہ (گھوڑوں پر سوار) ہوں گے تمہاری مدد پہنچائے گا اور اللہ نے یہ (امداد) صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے (بھی) کہ تمہارا دل اس سے مطمئن ہو ورنہ (اصل میں) فتح (تو فرشتوں کے نازل ہونے سے نہیں بلکہ) اللہ ہی کی طرف سے ہے (جو بڑا) زبردست اور حکمت والا ہے (اور مدد پہنچانے سے یہ غرض تھی) تاکہ کافروں میں سے کچھ لوگوں کو ہلاک کرے یا انہیں (شکست دے کے) ذلیل کرے تو (وہ شکست خوردہ) اپنے گھروں کو نامراد واپس پھریں فقط

اس کے علاوہ اور بھی ایک آدھ جگہ قرآن مجید میں جنگ بدر کا ذکر ہے جس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود قلت تعداد اور کمزوری کے جب قریش مکہ مدینہ پر چڑھ کے آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مغلوب و ذلیل و خوار کر کے بھگا دیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اللہ تعالیٰ کے ملائکہ برابر مدد دے رہے تھے۔ اس قدر طوفان باد و باران آیا کہ قریشوں کے ڈیرے خیمے سب اکھڑ گئے۔ گھوڑے اور اونٹ تتر بتر ہو گئے اور وہ ایسے بے اوسان ہو کے بھاگے کہ انہیں اپنی سدھ بدھ ہی نہ رہی آللہ کے فرشتے باد و باران کی صورت میں ان پر ٹوٹ پڑے اور چشم زدن میں ان کے کیمپ کو بیخ و بن

سے انگیز کے پھینک دیا یہی قرآن مجید میں تو جنگ بدر کا بیان ذکر ہے نہ اس میں حضرت علی کی شجاعت کا بیان ہے اور نہ کسی قریش کی انگھوٹی کے نگینے کی چمک کا کچھ بھی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیسے فرشتے اور کس کے فرشتے فتح تو میں دیتا ہوں جب یہ بات ہے تو پھر یہ کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی جنگ بدر میں باعث سود و فتح ہوئے علی کی شجاعت سے کوئی انکار نہیں کرتا مگر دیگر عرب شجاعوں کی شجاعت کو بھی چھپایا نہیں جاسکتا۔ ایسے ایسے بہادر عرب ہوئے ہیں اور انہوں نے ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ بایدوشاید، ہر مسلمان بشرطیکہ وہ مسلمان ہو مثل علی کے بہادر ہو سکتا ہے یاد رکھو جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا وہ بھی کسی سے نہیں ڈرے گا اس جملہ معترضہ کے بعد اب ہم جنگ بدر کے حالات صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں تاکہ پوری کیفیت معلوم ہو جائے اور ہر شخص کی (معہ حضرت علی کے کار کردگی کا پورا وزن کر لیا جائے۔ چنانچہ صحیح بخاری اردو مطبوعہ کرزن پریس صفحہ ۱۸۷ و ۱۸۸ وغیرہ (آگے تک جلد ۲ پارہ سولہواں)

(۱۰۲۳) طارق بن شہاب روایت کرتے ہیں میں نے ابن مسعود سے سنا وہ فرماتے تھے میں مقداد بن اسود کے ایک وجہ سے واقف ہوں بخدا مجھے وہ ہر چیز دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہے (اور وہ یہ ہے) مقداد بن اسود رسول اللہ کے پاس آئے اور آپ لوگوں کو مشرکوں سے لڑنے کی رغبت دے رہے تھے (اس وقت) مقداد نے کہا جس طرح موسیٰ کی قوم نے اپنے نبی سے کہہ دیا تھا تو جا اور تیرا رب (دونوں) (جاکر قوم عمالقہ سے) لڑو ہم نہیں کہیں گے بلکہ ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آپ کے سامنے اور پیچھے سے لڑیں گے (ابن مسعود کہتے ہیں) میں نے نبی کو دیکھا آپ کا چہرے مبارک روشن ہو گیا۔ اور مقداد کی اس بات نے آپ کو خوش کر دیا۔

(۱۰۲۴) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن نبی ﷺ نے فرمایا اللہ میں تجھ سے تیرے عہد و وعدہ کو پورا کرانا چاہتا ہوں اگر تو ہی چاہے کہ (آج کے بعد) تیری کوئی عبادت نہ کرے (کفار کو فتح دے) حضرت ابوبکر نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر عرض کیا بس کیجئے بعد ازاں نبی یہ فرماتے ہوئے نکلے عنقریب کافروں کی جماعت کو شکست ہو گی اور وہ پیٹھ پھیریں گے۔

(۱۰۲۵) براء روایت کرتے ہیں میں اور ابن عمر جنگ بدر میں خورد سال خیال کئے گئے

(یعنی لڑائی میں شریک نہیں کئے گئے) اور جنگ بدر میں کچھ اور ساٹھ آدمی مہاجرین اور کچھ اور دو سو چالیس آدمی انصار تھے۔

(۱۰۲۸) براء کہتے ہیں مجھ سے محمد کے یاروں نے ان لوگوں کا بیان کیا جو جنگ بدر میں حاضر تھے کہ وہ گنتی میں طالوت کے ان یاروں کے برابر تھے جو نہر سے پار ہو گئے تھے اور وہ کچھ اوپر تین سو دس آدمی تھے۔ براء نے کہا اللہ کی قسم طالوت کے ساتھ سوائے مومن کے کوئی نہر سے پار نہیں اترا۔

(۱۰۲۹) ابن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے قریش کی جماعت پر بددعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور ابی جہل بن ہشام پر (ابن مسعود فرماتے ہیں) اللہ شاہد ہے میں نے ان سب کو (بدر کے دن کشتوں میں) پڑا ہوا دیکھا سورج نے انہیں متغیر کر دیا تھا اور وہ دن بہت گرم تھا (یعنی سڑ گئے تھے نعوذ باللہ)

(۱۰۳۰) عبداللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ وہ بدر کے دن ابو جہل کے پاس آئے جب وہ سسک رہا تھا (اس وقت بجواب عبداللہ) ابو جہل نے کہا کیا کوئی عجیب بات ہے کہ ایک مرد کو اسی کی قوم کے لوگوں نے مارا ہو (یعنی بھائیوں کے ہاتھ سے قتل ہوا ہوں کچھ عار کی بات نہیں)۔

(۱۰۳۱) انس سے روایت ہے نبی نے فرمایا کون ہے جو دیکھے ابو جہل کا کیا حال ہوا ابن مسعود نکلے تو دیکھا کہ ابو جہل کو عفراء کے دونوں بیٹوں نے مارا ہے اور قریب مرگ ہے عبداللہ بن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑ کر کہا تو ہی ابو جہل ہے اس نے کہا (ہاں) کیا بیا اس سے زیادہ ہے کہ ایک مرد کو اس کی قوم نے قتل کیا (یعنی میں ایک آدمی ہوں برادری کے لوگوں سے قتل ہوا ہوں کچھ فخر کی بات نہیں ہے) یا یہ کہا کہ تم نے اسے قتل کیا ہو۔

(۱۰۳۲) حضرت عروہ (زبیر کے بیٹے) بیان کرتے ہیں زبیر کے جسم میں تلوار کی چوٹ کے تین نشان تھے ان میں سے ایک ان کے کندھے پر تھا عروہ نے کہا میں ان میں اپنی انگلیاں ڈالا کرتا تھا (ان میں سے) دو چوٹیں جنگ بدر میں لگی تھیں اور ایک جنگ یرموک میں عروہ کہتے ہیں جب (میرے بھائی عبداللہ بن زبیر شہید کئے گئے (اور ان کا مال جس میں زبیر کی تلوار بھی تھی حجاج نے لے لیا). اس وقت مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا اے عروہ تو زبیر کی تلوار پہچانتا ہے میں نے کہا ہاں۔

عبدالملک نے کہا اس کی نشانی بتاؤ میں نے کہا اس میں دندانے ہیں جو بدر کے دن کثرت جنگ سے پڑ گئے تھے عبدالملک نے کہا تو سچا ہے اور یہ مصرعہ پڑھا۔ (بہن فلول من قراع الکتائب یعنی وہ تلواریں لشکروں کے مارنے سے کھنڈی ہوگئی ہیں) پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو دیدی ہشام (عروہ کا بیٹا) کہتا ہے ہم نے (بوقت تقسیم ترکہ عروہ) اس تلوار کے تین ہزار (درہم یا دینار) قیمت لگائے اور اُسے بعض ورثہ (یعنی عثمان بن عروہ) نے اپنے حصہ میں لے لیا اور میرا دل چاہتا تھا اُسے میں لوں۔

(١٠٣٩) حضرت قتادہ کہتے ہیں ہم سے انس بن مالک نے ابی طلحہ سے روایت بیان کی کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن چوبیس سرداران قریش (مقتولین) کے لئے واسطے ڈالنے ایک سڑے ہوئے گندے کنوئیں ناپاک کرنے والے جملہ اشیاء کا حکم دیا اور آپ کی عادت تھی جب آپ کسی قوم پر فتح پاتے تھے تو اُس میدان میں تین رات قیام کیا کرتے تھے جب فتح بدر تیسرا دن ہوا تو آپ نے اپنی سواری کے ساتھ جانے کا ارشاد فرمایا اصحاب آپ کے ہمراہ چلے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے شاید رسول اللہ کسی حاجت کے واسطے نکلے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک کنوئیں کے کنارے پر ٹھہرے اور کفار مقتولین کو نام بنام مع ان کے باپوں کے پکارنے لگے اے فلاں فلاں کے بیٹے اور کیا تمہیں بھی اب اللہ اور رسول کی اطاعت خوش لگتی ہے (یہ بطور ہنسی فرمایا) ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچا پایا کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا ابو طلحہ کہتے ہیں حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کلام کرتے ہو ایسے جسموں سے جس میں روح نہیں ہے آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے میری بات تم ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہو (قتادہ بطور درست کرنے ہوئے) کہتے ہیں اللہ نے اپنے نبی کا قول ان کو زندہ کر کے واسطے جھڑکنے اور رسوائی اور حسرت اور ندامت کے سنایا۔

(١٠٥٢) حضرت ابو اُسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے بدر کے دن فرمایا جب کفار تم پر چڑھ کر آئیں تو تم بھی انہیں تیر مارنا اور قریب ہو کر تیر مارنا تاکہ تمہارا تیر زمین پر گر کر ضائع نہ ہو۔

(١٠٥٣) حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں میں نے براء بن عازب سے سنا نبی نے احد کے دن عبداللہ بن جبیر کو تیر اندازوں پر افسر بنایا (اس دن) ہم میں سے ستر آدمیوں کو صدمہ پہنچا (یعنی

زخمی اور شہید ہوئے) اور ہمارے فریق نے بدر کے دن ایک سو چالیس کافروں کو مارا اور قید کیا یعنی ستر مارے اور ستر اسیر کئے ابوسفیان نے کہا آج بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی (ہمیشہ دو طرفہ) ڈولوں کی طرح کی ہوتی ہے۔

(۱۰۵۶) حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں میں بدر کے دن لڑائی کی صف میں کھڑا تھا کہ مڑ کر دیکھا میرے دائیں بائیں دو نوعمر لڑکے ہیں مجھے ان کے بیچ میں ہونے سے دشمن کا خوف ہوا۔ اُن میں ایک نے اپنی ہمراہی سے چھپا کر مجھ سے کہا اے چچا مجھے ابوجہل کو دکھا۔ میں نے اس سے کہا اے بھتیجے تجھے ابوجہل سے کیا کام ہے وہ بولا میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا ہے اگر میں ابو جہل کو دیکھوں گا تو یا اسے قتل کروں گا یا میں خود مر جاؤں گا دوسرے نے بھی اسی طرح اپنے ہمراہی سے پوشیدہ مجھ سے پوچھا عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں اس وقت مجھے وہ تمنا بھی نہ تھی کہ ان کے بدلے میں میں دو بڑے مردوں کے بیچ میں ہوتا۔ میں نے انہیں ابوجہل کو اشارہ سے بتا دیا انھوں نے ابوجہل پر دو بازوں کی طرح حملہ کیا یہاں تک کہ اسے مار دیا وہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔

(۱۰۵۷) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ نے دس جاسوس بھیجے اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری جو عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے سردار بنایا یہاں تک کہ جب وہ ہدہ میں جو عسفان و مکہ کے بیچ میں ہے پہنچے ہذیل کے ایک قبیلہ میں جنھیں بنی لحیان کہتے تھے اُن کا ذکر کیا گیا انھوں نے ان کے پیچھے تقریباً سو تیر انداز روانہ کئے (وہ برابر سراغ لگاتے ہوئے) ان کے قدموں کے نشانوں پر چلے چنانچہ جس مقام پر وہ ٹھیرے تھے وہاں ان کے کھانے کی جگہ پر کافروں نے کھجوریں پڑی ہوئی پائیں تو کہنے لگے کہ یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں پھر ان کے قدموں کے نشانوں پر چلے جبکہ عاصم اور اس کے ہمراہیوں نے ان کو دیکھ لیا تو ایک جگہ دبک گئے کافروں نے ان (دسوں) کو گھیر لیا اور ان سے کہا تم اتر آؤ اور جو تمھارے ہاتھوں میں ہے دے دو اور تمھارے واسطے عہد و پیمان ہے ہم تم میں سے کسی کو نہیں ماریں گے عاصم بن ثابت نے کہا اے قوم میں تو کافر کے ذمے پر ہرگز نہیں اتروں گا۔ پھر کہا اے اللہ ہمارے حال سے نبی کو خبر دے دے۔ انھوں نے عاصم (اور اس کے چھ ہمراہیوں) کو تیر مار کے شہید کیا اور تین آدمی اُن کے پاس آ گئے ان ہی میں سے خبیب تھا اور زید بن

دثنہ اور ایک اور شخص۔ جب کافر ان پر قادر ہو گئے تو ان تینوں کے کمانوں کے چلے کھول کر ان کی مشکیں باندھ لیں تیسرا شخص بولا یہ کافروں کی پہلی بے وفائی ہے خدا میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا مجھے ان مردوں کے ساتھ رہنا ہے وہ انھوں نے اسے کھینچا اور بہت کوشش کی (لیکن) اس نے ساتھ جانے سے انکار کیا (آخر) اسے بھی مار ڈالا تو خبیب اور زید بن دثنہ کو لے گئے یہاں تک کہ بعد واقعہ بدر کے انھیں بیچ ڈالا حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹے نے خبیب کو خرید لیا اور خبیب نے بدر کے دن حارث بن عامر کو مارا تھا۔ خبیب ان کے ہاں قید رہا یہاں تک کہ انھوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ خبیب نے حارث کی بیٹی سے زیر ناف بال صاف کرنے کو استرا مانگا اس نے دے دیا (اتفاقاً) اس عورت کا ایک ننھا سا بچہ خبیب کے پاس چلا گیا اور بے خبر تھی جب اس نے خبیب کو دیکھا لڑکے کو اپنے زانو پر بٹھائے ہوئے ہے اور اس کے ہاتھ میں استرا ہے وہ کہتی ہے کہ اس حالت سے میں ایسی گھبرائی کہ خبیب تاڑ گیا اور کہنے لگا کیا تجھے یہ خوف ہے کہ میں اس بچے کو مار ڈالوں گا ایسا کام کرنا مجھے لائق نہیں ہے وہ کہتی ہے خدا میں نے خبیب سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا اور (طرفہ تعجب) تو کہتی ہے میں نے ایک دن اسے انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا جو اس کے ہاتھ میں تھا حالانکہ وہ لوہے سے بندھا ہوا تھا اور اس وقت مکہ میں میوہ (بالکل) نہ تھا اور کہتی تھی وہ اللہ کی دی ہوئی روزی تھی جو اللہ عزوجل نے خبیب کو دی تھی جب لوگ خبیب کو مارنے کے واسطے حرم سے نکال کر حل میں لے گئے خبیب نے ان سے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعتیں پڑھ لوں انھوں نے چھوڑ دیا خبیب نے دو رکعتیں پڑھ کر کہا خدا اگر تم میرا اس فعل کو قتل سے دیر کرنے کا حیلہ اور بہانہ نہ سمجھتے تو میں لمبا پڑھتا پھر خبیب نے (بددعا کی اور) کہا اے اللہ انہیں خوب گن لے اور انہیں جدا جدا مار اور کسی کو ان میں سے باقی نہ چھوڑ پھر یہ شعر پڑھے"

فلست ابالی حین اقتل مسلماً علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی ۔ وذلک فی ذات الالہ وان یشاء ۔ یبارک علی اوصال شلو ممزع" یعنی جب میں مسلمان شہید کیا جاتا ہوں مجھے کچھ پرواہ نہیں جس کروٹ پر اللہ کی راہ میں پچھاڑا جاؤں (اور کیوں نہ ہو) یہ قتل تو ذات اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے وہ اگر چاہے تو ہر ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضاء کے جوڑوں پر ثواب دے سکتا ہے پھر ابو سروعہ عقبہ بن حارث نے اسے شہید کر دیا خبیب نے ہر مسلمان پر جو قتل مارا جائے نماز پڑھنے کا طریقہ جاری

انھیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی (جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں) کی تیمارداری کے لئے چھوڑ آئے تھے بدر میں موجود نہ تھے اور انھیں حصہ دیا گیا۔ علی بن ابی طالب ہاشمی۔ عمرو بن عوف حلیف بنی عامر بن لوئی۔ عتبہ بن عمرو بن انصاری۔ عامر بن ربیعہ۔ عنزی۔ عاصم بن ثابت انصاری۔ عویم بن ساعدی انصاری۔ عتبان بن مالک انصاری۔ قدامہ بن مظعون۔ قتادہ بن نعمان۔ انصاری معاذ بن عمرو بن الجموح۔ معوذ بن عفراء۔ اور اس کا بھائی (معاذ بن عفراء) مالک بن ربیعہ ابو اسید بن عبد مناف مقداد بن عمر کندی۔ حلیف بنی زہرہ ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہم۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ صحیح بخاری میں جنگ بدر کے متعلق کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس سے حضرت علی کی کوئی ایسی کارگزاری پائی جاتی ہو جو دوسروں سے منسوب نہ ہو۔ جس طرح اور لڑے آپ بھی لڑے اور مثل دیگر صحابہ کے اچھے لڑے اور خوب لڑے۔ اگر آپ اس امر کی اور مزید تحقیق چاہیں کہ بدر میں علی نے کیا کارنمایاں کئے اور حضور انور رسول اللہ کی نظر میں ابوبکر صدیق اور علی کی کیا وجاہت تھی تو آپ اس واقعہ سے اندازہ کرلیں کہ حضور انور عریش میں جو ایک بلند جگہ انصار نے حضور انور کے لئے بنادی تھی۔ ابوبکر کو بحیثیت دوست صادق۔ یا بحیثیت مشیر خاص یا بحیثیت وزیر اعظم ہمراہ لے کے تشریف فرما ہوئے اور علی مثل عام سپاہیوں کے میدان جنگ میں لڑتے رہے اور بس۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن الاثیر الجزری جلد ۲۔ اسی سنہ ۲ ہجری میں ماہ رمضان کی سترھویں یا انیسویں کو بروز جمعہ بدر الکبریٰ کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہوا تھا کہ ادھر تو عمرو بن الحضرمی مارا گیا۔ اور ادھر ابوسفیان بن حرب شام سے آیا۔ جس کے ساتھ قریش کے بہت سے اونٹ تھے اور ان پر کثرت سے مال لدا ہوا تھا اور اس کے ساتھ تیس چالیس اور ایک روایت میں ہے کہ قریب ستر قریش کے آدمی تھے جن میں مخرمہ بن نوفل الزہری اور عمرو بن عاص بھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ وہ آرہے ہیں تو مسلمانوں کو ان کی طرف جانے کے واسطے حکم کیا اور فرمایا کہ یہ قریش کے اونٹ ہیں اور ان پر بہت مال و اسباب ہے۔ ان کی طرف جاؤ۔ شاید اللہ تعالیٰ یہ تم کو دلا دے۔ اس واسطے لوگ تیار ہوئے۔ کسی نے تو بہت جلدی کی اور کوئی کوئی سستی سے چلا کیونکہ ان لوگوں کو یہ خیال نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ لڑیں گے۔ ادھر ابوسفیان کو یہ خبر لگ گئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلنے والے ہیں اس نے اپنا بچاؤ کیا۔ اور ضمضم

بن عمرو الغفاری کو کچھ دے دیا اور اسے مکہ بھیجا کہ وہاں سے قریش کو مدد کے لئے بلا لائے۔ اور انہیں جا کر یہ خبر دے چنانچہ ضمضم ابوسفیان کے کہنے کے موجب روانہ ہو گیا عباس کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی لوگ جلدی جلدی تیار ہوئے۔ اور قریش کے اشراف میں سے بجز ابولہب کے اور کوئی نہیں رہا۔ جو اس میں نہ گیا ہو۔ ابولہب نے اپنے عوض عاص بن ہشام بن المغیرہ کو بھیجا تھا۔ اور امیہ بن خلف نے بھی چاہا تھا کہ نہ جائے کیونکہ وہ بڑا موٹا اور بھاری اور بوڑھا تھا۔ پھر اس کے پاس عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اور آگ کی بھری ہوئی انگیٹھی لایا۔ اور بخور کی چیزیں بھی لایا۔ اور کہا انگیٹھی میں خوشبو جلا کر سونگھا کر کیونکہ تو عورت ہو گیا ہے۔ امیہ نے کہا اللہ تجھے اور جو چیز تو لایا ہے دونوں کو غارت کرے۔ اور پھر تیار ہو کر ان کے ساتھ ہوا۔ عتبہ بن ربیعہ نے بھی جانے سے جی چرایا تھا۔ اس سے اس کے بھائی شیبہ نے کہا۔ اگر تو ہمارے ساتھ نہ چلا تو یہ امر ہمارے واسطے بڑی شرم کی بات ہوگی۔ اس لئے تو ہمارے ساتھ میں چل پھر وہ بھی ساتھ چلا جب یہ لوگ چلنے کے لئے سب مستعد ہو گئے تو انہیں یاد آیا کہ ان میں اور بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن الحارث میں رنج ہے اس سے انہیں اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں وہ ہمارے گھروں پر ہمارے پیچھے نہ آ جائیں اس واسطے ابلیس ان کے پاس سراقہ بن جعشم المدلجی کی صورت بنا کر آیا۔ جو کنانہ کے اشراف میں سے تھا۔ اور کہا کہ میں ان کا سردار ہوں تم یہاں سے نکل کر جاؤ۔ وہ بند کرو۔ یہ سب ساڑھے نو سو آدمی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہزار آدمی تھے اور ان کے پاس گھوڑے سو تھے۔ ستر تو بچ کر نکل گئے تھے اور تین مسلمانوں کو غنیمت ملے تھے اور مشرکین کے پاس سات سو اونٹ بھی تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ یا چودہ اور ایک روایت میں ہے کہ تین سو دس سے کچھ اوپر اور بعض کے قول کے موجب تین سو اٹھارہ آدمی لے کر ماہ رمضان کی تیسری تاریخ کو روانہ ہوئے تھے کہتے ہیں کہ ان میں آپ کے ساتھ ستتر تھے اور ایک روایت میں ہے کہ تراسی ۸۳ مہاجرین اور انصار تھے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ان سب لوگوں کی تعداد جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حصہ لگائے تھے اتنی تھی کہ تراسی مہاجرین اور اوس کے اکسٹھ اور خزرج کے ایک سو ستر آدمی تھے۔ یعنی سب 324 تھے ان میں دو کے سوا اور کوئی سوار نہ تھا۔ ایک تو مقداد بن عمرو الکندی تھا۔ اور اس کی نسبت کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اور دوسرا بعض تو کہتے ہیں زبیر بن العوام تھا اور بعض کہتے ہیں مرثد

بن ابی مرثد تھا۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مقداد اکیلا ہی سوار تھا۔ اور ستر اونٹ بھی آپ کے ساتھ
تھے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دو دو تین تین چار چار آدمی تھے۔ اور باری باری سے سوار ہوتے تھے
رسول اللہ ﷺ کے اور علی اور زید بن حارثہ کے پاس ایک تھا اور ایسے ہی ابو بکر اور عمر اور عبد الرحمن
بن عوف کے ساتھ ایک اونٹ تھا اور یہی حال اوروں کا بھی تھا مقداد کے گھوڑے کا نام سبحہ اور زبیر کے
گھوڑے کا نام جنل تھا۔ اور آپ کا لوا مصعب بن عمیر بن عبد الدار کے ساتھ اور رایت علی بن ابی
طالب کے ساتھ۔ اور ساقہ یعنی چنداول پر قیس بن ابی صعصعۃ الانصاری تھا۔ پھر جب آپ صفراء مقام
کے قریب پہنچے آپ نے بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء جہنی کو ابو سفیان کے حالات
دریافت کرنے کو بھیجا۔ پھر آپ وہاں سے چل دیئے اور صفراء دست چپ کی طرف چھوڑ دیا۔ اتنے میں
بسبس بن عمرو آپ کے پاس لوٹ کر آیا۔ اور بیان کیا کہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا ہے۔ رسول اللہ
ﷺ کو یہ حال معلوم ہوتا تھا کہ قریش مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں مگر آپ نے بدر کی
طرف علی، زبیر اور سعد کو بدر کے گردو نواح کی خبر دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ انہیں وہاں قریش کے
پانی کا اونٹ مل گیا اس کے ساتھ اسلم بنی الحجاج کا غلام اور ابو یسار بنی العاص کا غلام تھا انہیں دونوں کو وہ
رسول اللہ ﷺ کے پاس پکڑ لائے آپ اس وقت نماز پڑھتے تھے۔ اور لوگوں نے ان غلاموں
سے پوچھا تھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم قریش کے پانی والے ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لینے
کے لئے بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے ان کی بات کو جھوٹ سمجھا۔ اور انہیں مارا کہ ابو سفیان کا حال بتا دیں
اس واسطے وہ کہنے لگے کہ ہم ابو سفیان کے آدمی ہیں۔ مسلمانوں نے تب مارنا چھوڑ دیا۔ جب رسول
اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جب انہوں نے سچ کہا تو تم نے انہیں مارا
۔ اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ سچ کہتے ہیں کہ ہم قریش کے آدمی ہیں۔
اور پھر ان سے پوچھا کہ قریش کہاں ہیں۔ کہا وہ عدوۃ القصویٰ میں اس ریت کے ٹیلے کے پرے ہیں جو
آپ کو دکھائی دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ کتنے ہیں۔ کہا کہ بہت ہیں کہا اچھا ان
کی تعداد کتنی ہے۔ وہ بولے کہ ہمیں نہیں معلوم کہا وہ کتنے اونٹ ذبح کیا کرتے ہیں۔ کہا ایک روز نو اور
ایک روز دس۔ آپ نے فرمایا تو وہ لوگ نو سو سے ہزار تک ہیں پھر ان سے آپ نے پوچھا کہ قریش کے

اشراف میں سے ان میں کون کون ہے کہا عتبہ اور شیبہ ربیعہ کے بیٹے ولید ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم
بن حزام۔ حارث بن عامر طعیمہ بن عدی نضر بن الحارث۔ زمعہ بن الاسود۔ ابوجہل۔ امیہ بن
خلف۔ منبہ و نبیہ حجاج کے بیٹے سہیل بن عمرو۔ اور عمرو بن عبدود۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے
اصحاب کی طرف توجہ کی۔ اور فرمایا کہ مکہ کی آمد ہے۔ اور اس نے اپنے جگر گوشوں کو نکال کر بھیجا ہے
۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اصحاب سے مشاورت کی کہ کیا کرنا چاہئے۔ ابوبکر نے کھڑے ہو کر رائے دی اور
اچھی رائے دی۔ پھر ایسے ہی عمر نے بھی رائے دی اور اچھی رائے دی۔ پھر مقداد بن عمرو اٹھا اور کہا یا
رسول اللہ ﷺ چلئے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے واللہ ہم ایسا نہیں کہتے جیسا بنی اسرائیل
نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔ اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ (تو اور تیرا خدا
دونوں جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں) بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں آپ اور آپ کا اللہ دونوں
چلیں اور لڑیں اور ہم بھی آپ کے ساتھ دشمن سے لڑیں گے قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو سچا
نبی کر کے بھیجا ہے کہ اگر آپ ہم کو برک الغماد یعنی شہر حبشہ تک بھی لے جائیں گے تو ہم آپ کے
ساتھ وہاں چلنے کو موجود ہیں اور جو لوگ راستہ میں روکیں گے ان سے ہم لڑ کر وہاں آپ کو لے جائیں
گے رسول اللہ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر فرمایا اے لوگو کچھ مشورہ دو۔ یہ خطاب آپ کا
انصار سے تھا کیونکہ وہی دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کی قوت بازو تھے آپ کو یہ خیال تھا کہ انصار آپ
کی مدد پر اس وقت شاید اپنے اوپر لازم سمجھیں گے جب کہ کوئی چڑھ کر مدینہ پر آئے اور ان پر یہ
ضروری نہیں ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کسی دوسرے پر چڑھ کر جائیں۔ یہ سن کر سعد بن معاذ نے کہا
شاید آپ کا خطاب ہماری طرف ہے آپ نے فرمایا ہاں سعد نے کہا ہم آپ پر ایمان لائے
ہیں۔ اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ عہد کرتے ہیں یا رسول اللہ جہاں
آپ کو حکم ہوا ہے وہاں چلئے اگر آپ ہم کو اس سمندر پر بھی لے جائیں گے اور آپ اس میں قدم
رکھیں گے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں بھی گھس پڑیں گے ہم اس سے ہی نہیں ڈرتے کہ آپ کل ہم
کو لے کر دشمن کے سامنے ہوں اور ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور صبر کر کے جنگ میں ثابت قدم
رہنے والے لوگ ہیں اللہ سے امید ہے کہ جو کچھ ہم کریں گے آپ کی آنکھیں دیکھ کر ٹھنڈی ہوں گی